



# 30 تقاریر

بابت

رمضان المبارک 2026ء

(ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)



یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

34

ابوسعید حنیف احمد محمود

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ  
عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا  
مَعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ  
فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ  
فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ  
لَهُ ۗ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

(البقرة: 184-185)

30 تقاریر

بابت

رمضان المبارک 2026ء

(ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)

یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

34

ابو سعید حنیف احمد محمود

## رابطہ کرنے کے لیے



[hanifahmadmahmood@hotmail.com](mailto:hanifahmadmahmood@hotmail.com)

ای میل ایڈریس:

[www.mushahadat.com](http://www.mushahadat.com)

ویب سائٹ:

+44 73 7615 9966

فون نمبر:

## ”رمضان خدا“ اور ”ماہ رمضان“

(پیش لفظ)

ماہ رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا انتساب براہ راست اللہ تعالیٰ سے کیا گیا ہے کیونکہ بعض احادیث کے مطابق ”رمضان“ خود اللہ جل شانہ کا اسم مبارک بھی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں ایک نام ”رمضان“ بھی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولُوا رَمَضَانَ فَإِنَّ رَمَضَانَ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ وَلَكِنْ قُولُوا شَهْرُ رَمَضَانَ

(السنن الکبریٰ بیہقی جلد 4 صفحہ 339 کتاب الصیام، حدیث نمبر 7904)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کو رمضان نہ کہا کرو کیونکہ رمضان، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے بلکہ رمضان کو ماہ رمضان کہا کرو۔

اس صفت میں اللہ تعالیٰ کی اور بہت سی صفات اور احکام مدغم ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہہ کر عبادت کے لئے اپنے آپ کو مخصوص کر لیا۔ ماہ رمضان کو خصوصی طور پر عبادتِ الہیہ کے لیے مختص کر دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ آیت 187 میں فرمایا کہ میں دعاؤں کو سنتا ہوں اور رمضان کو خصوصی طور پر دعاؤں کا مہینہ قرار دیا گیا۔ پھر ایک مومن اس مبارک مہینہ میں اللہ کی صفت ”رمضان“ کا لبادہ اوڑھ کر جب اپنے پروردگار کی طرف جھکتا ہے۔ اُس سے اپنی مرادیں مانگتا ہے۔ اُس کے سامنے اپنی دعائیں اور التجائیں رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی صفت ”رمضان“ کو سامنے رکھ کر اپنے مومن بندے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اُس کی دعائیں سنتا ہے۔ نیز جب ماہ رمضان میں مومن کھانا کم کر کے، نیند کم کر کے اور کم بول کر اپنے رمضان خدا کے حضور جھک جاتا ہے اور کلیۃً ساری توجہ کا مرکز عبادتِ الہی ہو جاتی ہے تو خدا کو اپنے بندے پر پیریا بھی آتا ہے اور وہ اپنے بندے پر رجوع برحمت ہوتا ہے، اُس سے

پیار کرتا، اُس کے لاڈ برداشت کرتا اور اُس کی مرادیں پوری کرتا ہے اور اسے وہ بھی عطا کر دیتا ہے جس کی بندے نے خواہش بھی نہیں کی ہوتی۔

آج ”مشاہدات“ اپنے عرصہ حیات کے چوتھے ماہ رمضان میں اسی مبارک مہینہ کے متعلق چوتھا روحانی، علمی، دینی اور اخلاقی ماندہ کتابی صورت میں قارئین اور مشاہدات کے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق پارہا ہے۔ اس ماندہ میں ماہ رمضان کی فرضیت، فضیلت، اہمیت و برکات اور اس کے متعلق فتاویٰ و فقہی مسائل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پانچوں خلفاء احمدیت کے ارشادات و افاضات 33 تقاریر کی صورت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن کا سلسلہ اس ماہ رمضان میں روزانہ کی بنیاد پر جاری ہے۔ ”مشاہدات“ کی اس سعی کو حسب سابق احباب جماعت کی طرف سے نہ صرف پسند کیا جا رہا ہے بلکہ دعاؤں سے بھی نوازا جا رہا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

امسال ”مشاہدات“ کو یہ توفیق بھی مل رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پانچوں خلفاء احمدیت کے ارشادات پر مشتمل ایک پوسٹر روزانہ ”ہم رمضان کیسے گزاریں؟“ کے عنوان سے قارئین ”مشاہدات“ سے شیئر کیا جا رہا ہے جو احباب جماعت کی طرف سے داد و تحسین پارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ صفت ”رمضان“ کے ناطے ماہ رمضان کی اس مساعی کو قبول فرمائے اور ہمیں اس مبارک مہینہ میں ”رمضان خدا“ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

اس کتاب میں موجود تقاریر کی تیاری اور کمپوزنگ میں جن احباب و خواتین کا تعاون حاصل رہا ان میں مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی، مسز بقعۃ النور عمران۔ جرمنی، مسز عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ، مکرم منہاس محمود۔ جرمنی، مکرم تمثیل احمد اور مکرم سلیم اکبر شامل ہیں۔ عزیزم زاہد محمود نے تقاریر کو کتابی شکل دی ہے اور عزیزم فضل عمر شاہد۔ لٹویا نے اس کتاب کا خوبصورت ٹائٹل تیار کیا ہے۔ عزیزم سعید الدین احمد۔ برطانیہ روزانہ کی بنیاد پر اس روحانی ماندہ کو ویب سائٹ پر اپلوڈ کرتے رہے ہیں۔ عزیزم عامر محمود اعوان۔ برطانیہ نے اس کتاب کو نیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچایا اور ”مشاہدات“ کی ویب سائٹ کی زینت بنایا ہے۔ بہت سے احباب و مستورات نے ان تقاریر کو دوسروں تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ سب کو بہترین جزا دے۔

فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

مکرم تنویر احمد ناصر نائب ایڈیٹر بدر قادیان لکھتے ہیں:

”آپ کے مضامین سے بہت فائدہ ہوتا ہے... یہ بہت عمدہ کاوش ہے۔ اور بہت مفید بھی۔“

مکرم سید طفیل شہباز قادیان سے لکھتے ہیں:

”ماشاء اللہ بہترین شمارے نئے نئے انداز میں مل رہے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ علم کا ایک خزانہ ہے جو حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفائے کرام کا خوشہ چین بن کر آپ دن بدن خوب سے خوب تر مضمون پیش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین“

ماہ رمضان کے دوران روزانہ شیئر ہونے والے پوسٹر ”ہم رمضان کیسے گزاریں؟“ کے متعلق اس کثرت سے پسندیدگی کے پیغامات موصول ہو رہے ہیں کہ ان کا فرداً فرداً یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ قارئین کی حوصلہ افزائی لکھنے کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب قارئین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

”مشاہدات“ کی 34 ویں کاوش قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

خاکسار

ابوسعید حنیف احمد محمود

مرتب سلسلہ حال برطانیہ

(شاہد۔ عربی فاضل)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ والفضل آن لائن لندن و نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکز یہ)

10 مارچ 2026ء

www.mushahedat.com

ویب سائٹ:

+44 73 7615 9966

فون نمبر:

hanifahmadmahmood@hotmail.com

ای میل:

## تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی و ذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔
2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر باسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔
3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔
4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔
5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بنی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اَشْمَحْنِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں اپنی مدد و نصرت بھی ملے گی۔



## یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

- 1- جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
- 2- تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
- 3- 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوہلی
- 4- 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود
- 5- 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعود (جلد اول)
- 6- 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)
- 7- 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)
- 8- 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ
- 9- 65 تقاریر برائے انصار اللہ
- 10- 20 تقاریر بابت محرم الحرام
- 11- 25 تقاریر بابت اہل بیت رسول اور ان کا مقام و مرتبہ
- 12- 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)
- 13- 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ
- 14- 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)
- 15- 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)
- 16- 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعود (حصہ اول)
- 17- 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعود (حصہ دوم)
- 18- 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت
- 19- 30 دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)
- 20- 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

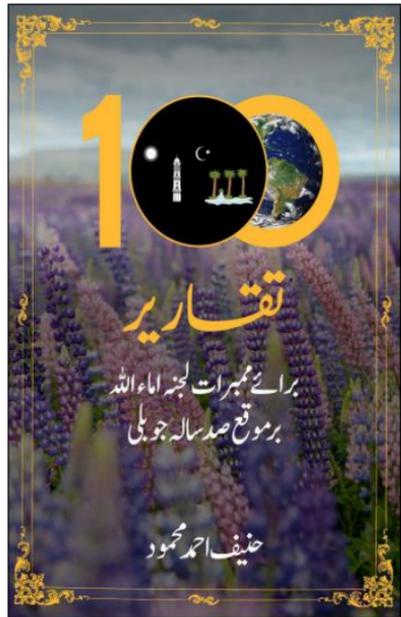
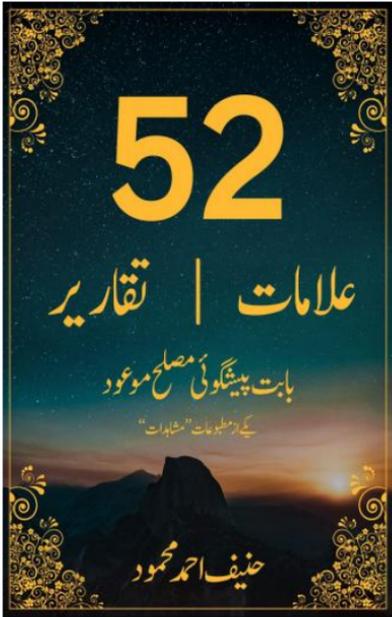
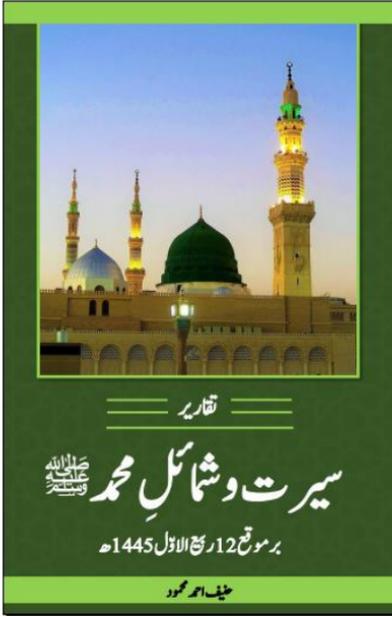
- 21- 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعود 2025ء (جلد دوم)
- 22- 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)
- 23- 10 تقاریر بعنوان صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
- 24- 20 تقاریر بعنوان صحتِ صالحین
- 25- 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ سوم)
- 26- 30 تقاریر بابت قولِ سدید و قولِ زور
- 27- 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد دوم)
- 28- 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد سوم)
- 29- 50 تقاریر برائے نونہالانِ جماعت
- 30- ”مشاہدات“ کی مالا کے 1000 موتی
- 31- 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد چہارم)
- 32- 50 تقاریر بابت وجودِ باری تعالیٰ (جلد اول)
- 33- 25 تقاریر بابت عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم
- 34- 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2026ء (ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)

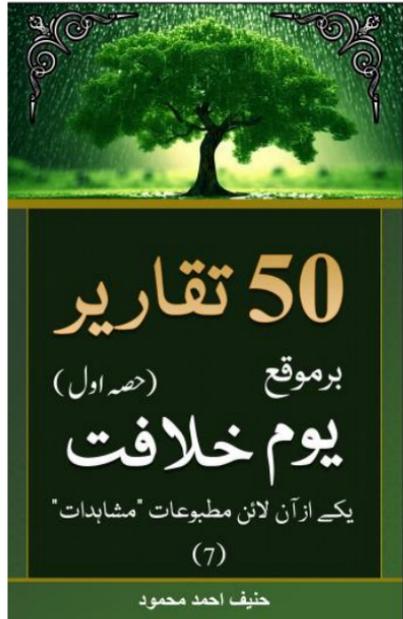
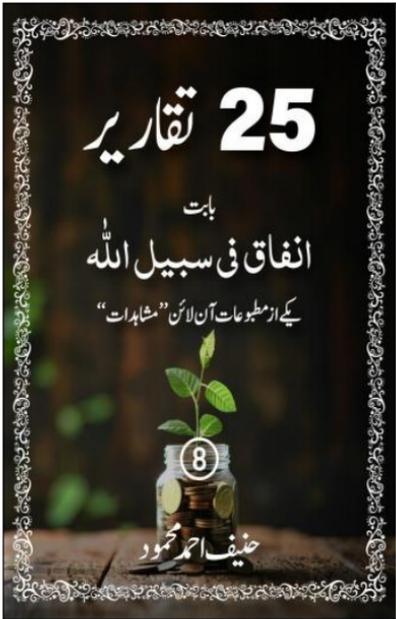
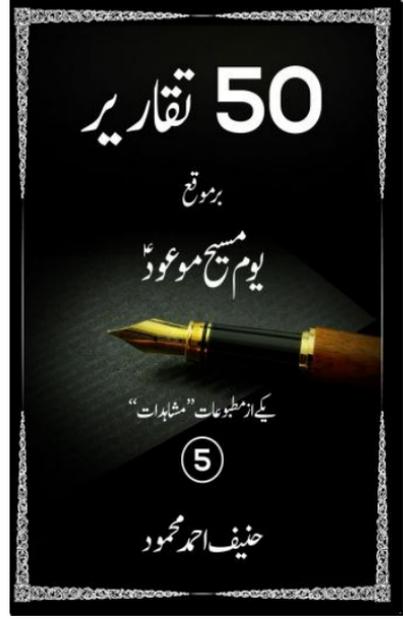
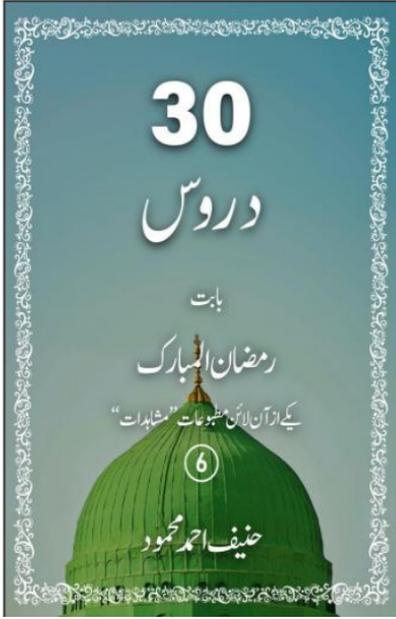


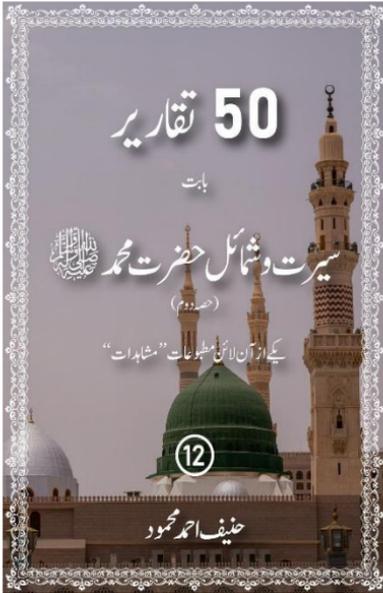
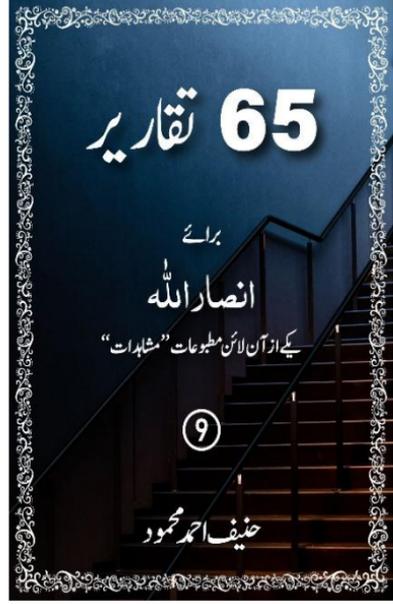
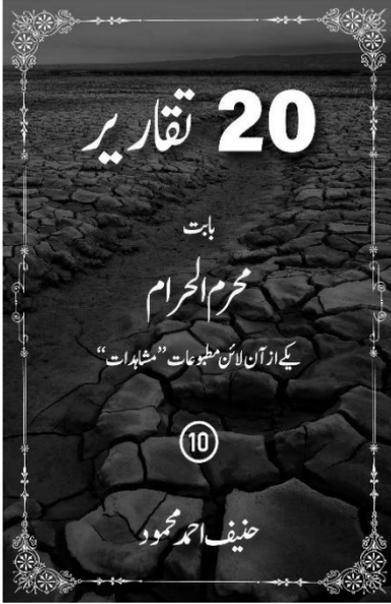
## زیر ترتیب کتب

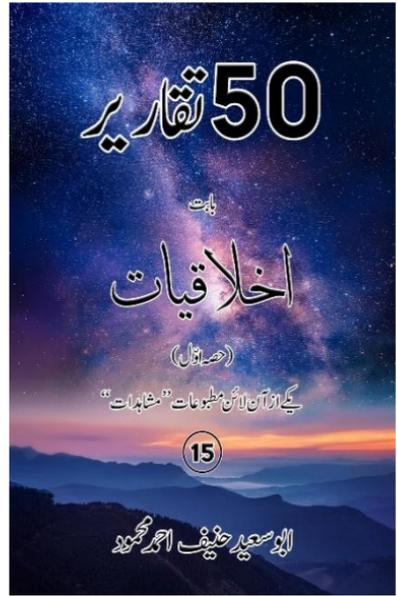
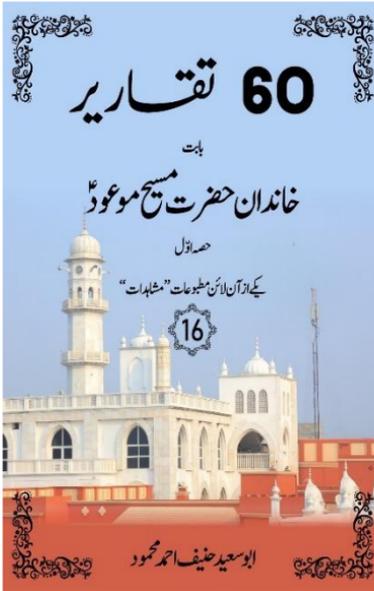
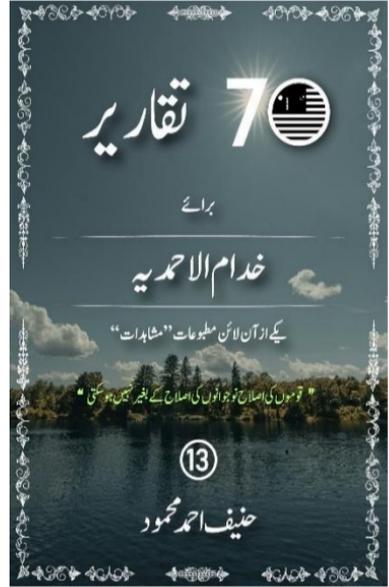
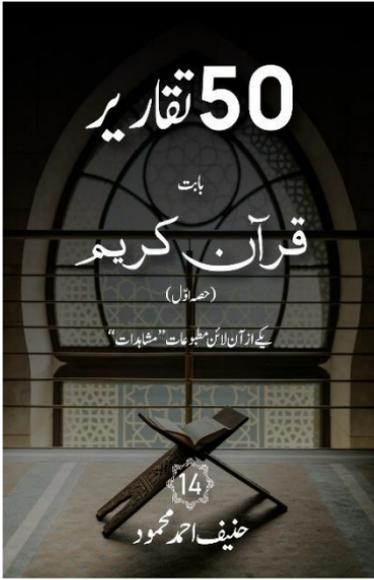
- 1- 50 تقاریر بابت عبادات
- 2- 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعود 2026ء (جلد سوم)
- 3- 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2026ء (حصہ سوم)

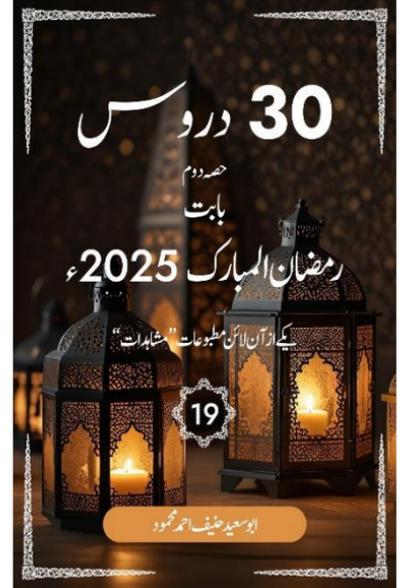
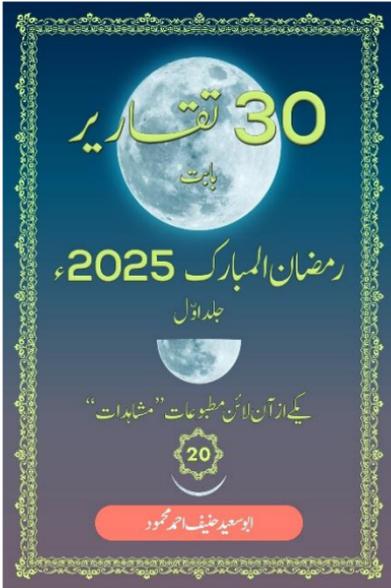
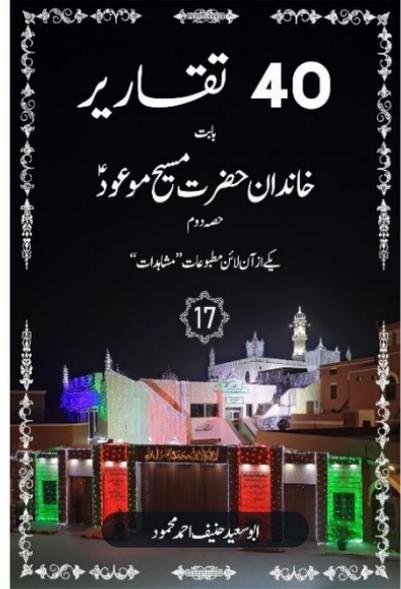
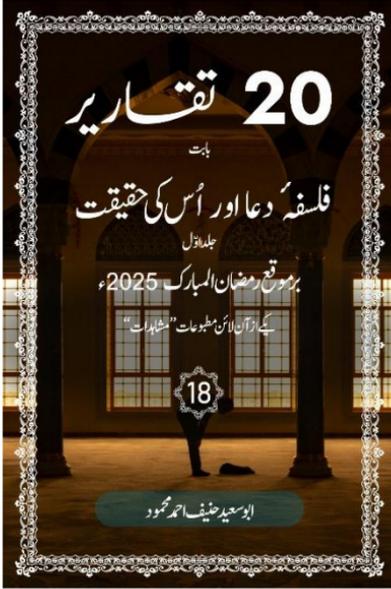


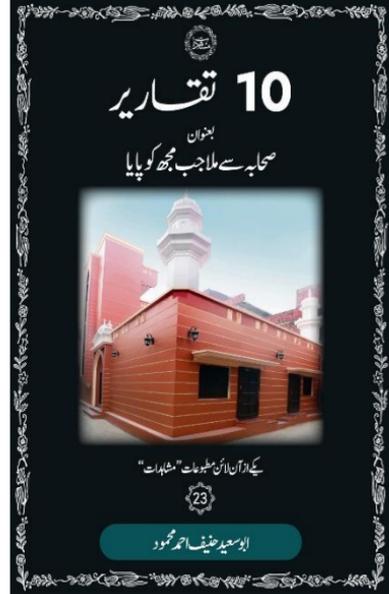
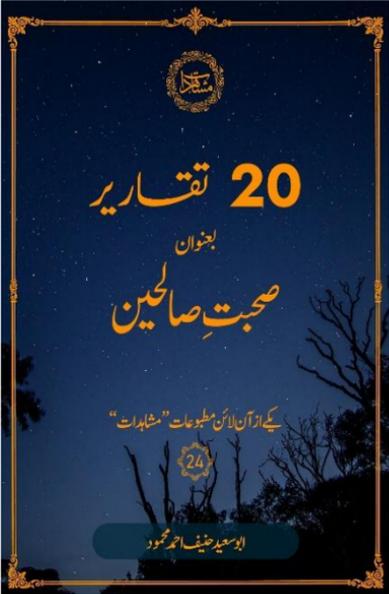
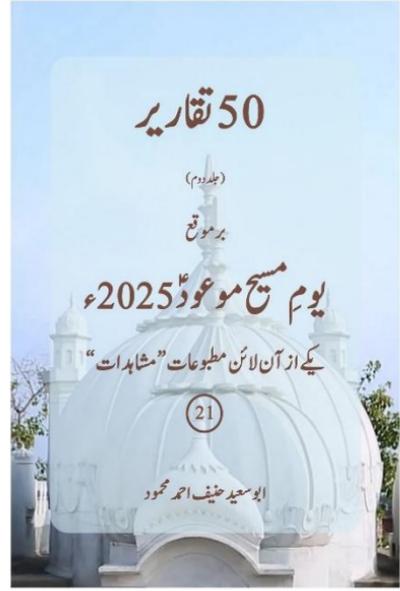
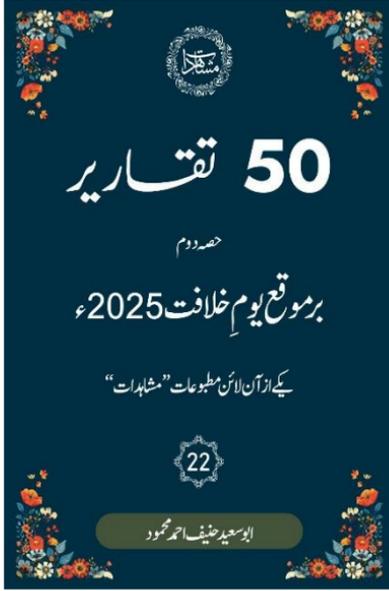


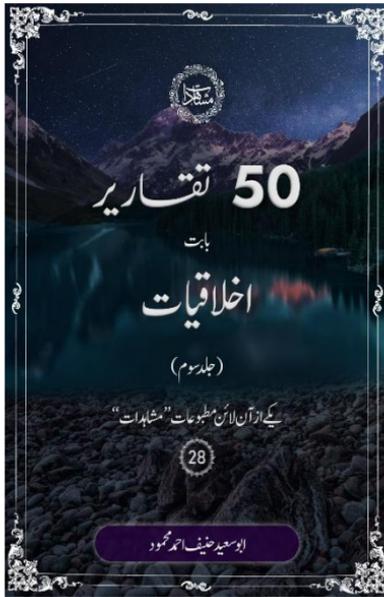
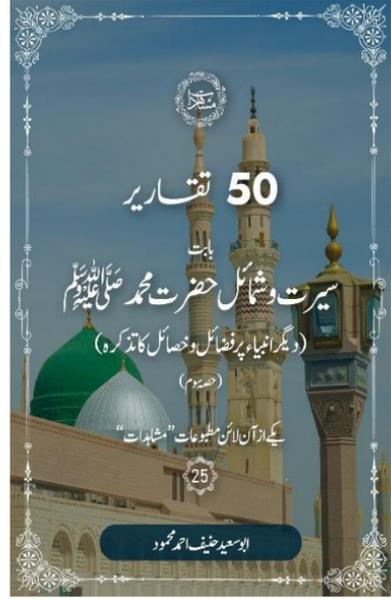
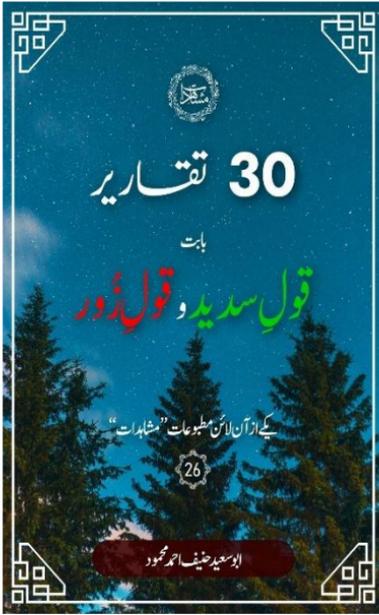


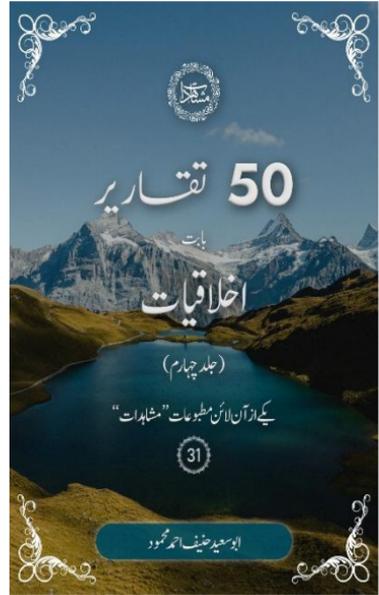
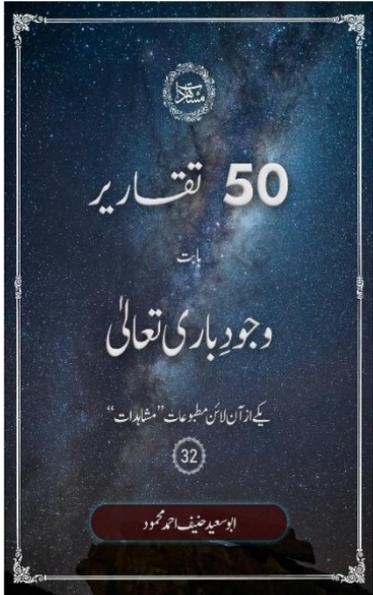
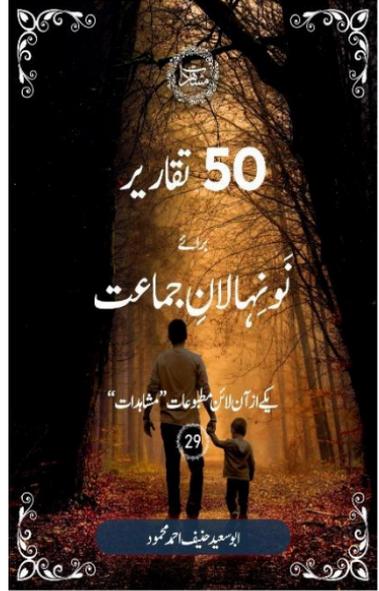
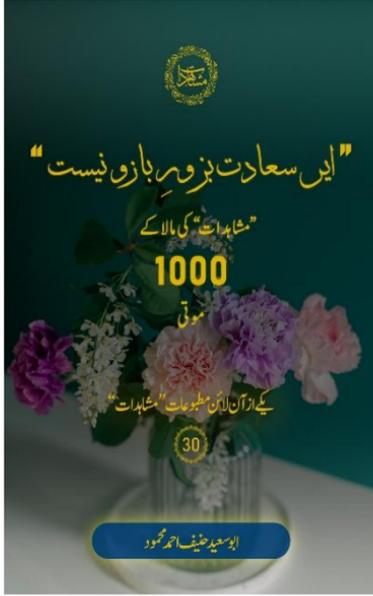


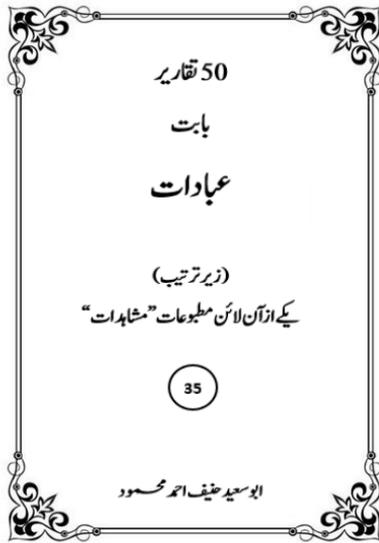
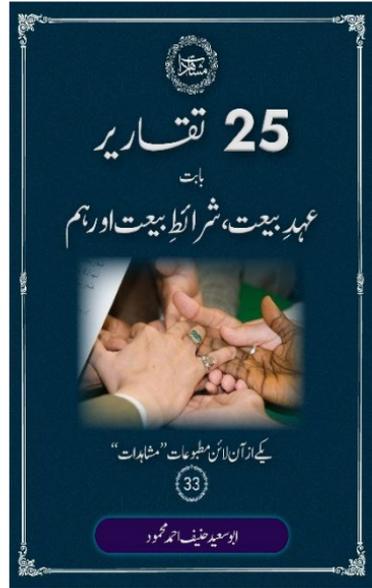
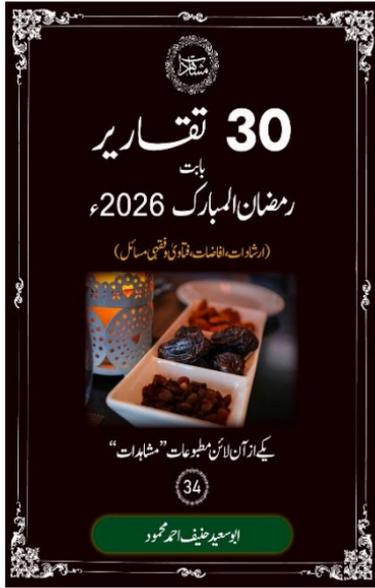












# محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers **200 times**, individuals aged 15 to 25 should recite them **100 times**, and parents should repeat these prayers with young children **three or four times**:

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ أَلْهَمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر۔  
Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ رَبِّيَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ

100 دفعہ روز کریں | 100 times daily

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اس کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمَكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَالصَّبْرَانِي وَالْحَبْنِي

100 دفعہ روز کریں | 100 times daily

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خدام ہے۔ اے میرے رب! اس لیے مجھے محفوظ رکھ اور میری ہمد و ثناء اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائٹ: www.mushahadat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:-

﴿ جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگائیں جن سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہوگی ﴾

## شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اول :- بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم :- یہ کہ جسوت اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کہ یہاں ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم :- یہ کہ باہانہ بیعت و تہنہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حقیقی الومع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرے گا اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روز زور دینا ہے گا۔

چہارم :- یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم :- یہ کہ ہر حال میں رنج اور راحت اور غصہ اور ہنس اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حال راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم :- یہ کہ اتباع رسم اور عبادت ہو اور ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم :- یہ کہ تکبر اور نفوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور رفوقی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم :- یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم :- یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض اللہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم :- یہ کہ اس عاجز سے عقدا نعمت محض اللہ باقر طاعت و معرفت پابندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقدا نعمت میں ایسا علی درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خاندان حائتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)



www.mushahedat.com



hanifahmadmahmood@hotmail.com



+44 7376 159966

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا۔

” جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگائیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح کبھی ہوگی

## Conditions of Initiation (Bai'at)

- I. That he/she shall abstain from Shirk (association of any partner with God) right up to the day of his/her death.
- II. That he/she shall keep away from falsehood, fornication, adultery, trespasses of the eye, debauchery, dissipation, cruelty, dishonesty, mischief and rebellion; and will not permit himself/herself to be carried away by passions, however strong they might be.
- III. That he/she shall regularly offer the five daily prayers in accordance with the commandments of God and the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); and shall try his/her best to be regular in offering the Tahajud (pre-dawn supererogatory prayers) and invoking Darood (blessings) on the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); that he/she shall make it his/her daily routine to ask forgiveness for his/her sins, to remember the bounties of God and to praise and glorify Him.
- IV. That under the impulse of any passions, he/she shall cause no harm whatsoever to the creatures of Allah in general, and Muslims in particular, neither by his/her tongue nor by his/her hands nor by any other means.
- V. That he/she shall remain faithful to God in all circumstances of life, in sorrow and happiness, adversity and prosperity, in felicity and trial; and shall in all conditions remain resigned to the decree of Allah and keep himself/herself ready to face all kinds of indignities and sufferings in His way and shall never turn away from it at the onslaught of any misfortune; on the contrary, he/she shall march forward.
- VI. That he/she shall refrain from following un-islamic customs and lustful inclinations, and shall completely submit himself/herself to the authority of the Holy Quran; and shall make the Word of God and the Sayings of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) the guiding principle in every walk of his/her life.
- VII. That he/she shall entirely give up pride and vanity and shall pass all his/her life in humbleness, cheerfulness, forbearance and meekness.
- VIII. That he/she shall hold faith, the honor of faith, and the cause of Islam dearer to him/her than his/her life, wealth, honor, children and all other dear ones.
- IX. That he/she shall keep himself/herself occupied in the service of God's creatures for His sake only; and shall endeavor to benefit mankind to the best of his/her God-given abilities and powers.
- X. That he/she shall enter into a bond of brotherhood with this humble servant of God, pledging obedience to me in everything good, for the sake of Allah, and remain faithful to it till the day of his/her death; that he/she shall exert such a high devotion in the observance of this bond as is not to be found in any other worldly relationship and connections demanding devoted dutifulness.

(Translated from Ishtehar Takmeel-e-Tabligh, January 12, 1889)



[www.mushahedat.com](http://www.mushahedat.com)



[hanifahmadmahmood@hotmail.com](mailto:hanifahmadmahmood@hotmail.com)



+44 7376 159966

## انڈیکس

صفحہ	عنوان	مشاہدات	نمبر شمار
1	ہم رمضان کیسے گزاریں؟ (تقریر نمبر 1)	1087	1
19	ہم رمضان کیسے گزاریں؟ (تقریر نمبر 2)	1088	2
34	ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)	1089	3
46	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1090	4
57	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1091	5
69	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)	1092	6
80	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 4)	1093	7
89	ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1094	8

99	ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1095	9
113	ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)	1096	10
124	ماہِ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)	1097	11
142	ماہِ رمضان اور سورج وچاند گرہن (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)	1098	12
149	ماہِ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1099	13
160	ماہِ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1100	14
171	ماہِ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)	1101	15
187	ماہِ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1102	16
200	ماہِ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1103	17

213	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1104	18
223	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1105	19
235	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)	1106	20
244	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 4)	1107	21
257	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)	1108	22
266	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1109	23
280	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1110	24
293	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)	1111	25
305	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1112	26

317	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1113	27
328	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1114	28
341	ماہ رمضان اور روزے کی اہمیت، فرضیت، فضیلت، برکات اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1115	29
356	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)	1116	30
368	ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	1117	31
379	عید اور عید سے متعلق فقہی مسائل (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)	1118	32
392	ہم عید کیسے منائیں؟	1119	33



## ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

### تشہد

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا  
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یدجد مء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی  
مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تنقیح الی اللہ حاصل کرنا چاہئے۔ بد نصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قوی تیز ہوتے ہیں۔ خدا سے فیضیاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں۔“

(تقاریر جلسہ سالانہ 1906ء صفحہ 20)

﴿مشاہدات-1087﴾

﴿1﴾

## ہم رمضان کیسے گزاریں؟

(تقریر نمبر 1)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

جسم کو مل مل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں

دل کو جو دھوے وہی ہے پاک نزد کردگار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 135)

سامعین کرام! رمضان کارہمتوں اور برکتوں والا مہینہ شروع ہوا چاہتا ہے۔ اس کی مناسبت سے آپ کے سامنے اس لائحہ عمل کو رکھنا چاہوں گا کہ ہم رمضان کیسے گزاریں؟ آج اس سلسلہ کی یہ پہلی تقریر ہے۔

ایک دفعہ شعبان کے آخری روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں رمضان کی اہمیت و برکات کا یوں ذکر فرمایا۔

”اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے۔ ہاں! ایک برکتوں والا مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے۔ اس مہینہ میں جو شخص کسی نفل عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اسے اس نفل کا ثواب عام دنوں میں فرض ادا کرنے کے برابر ملے گا اور جس نے اس مہینہ میں ایک فرض ادا کیا اسے عام دنوں کے ستر فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں

مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کی افطاری کرواتا ہے تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اسے آگ سے آزاد کیا جاتا ہے اور اسے روزہ دار کے اجر کے برابر ثواب ملتا ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی ہو۔ صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ہم میں سے ہر ایک کی اتنی توفیق نہیں کہ روزہ دار کی افطاری کا انتظام کر سکے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ افطاری کا یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا کرتا ہے جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ میں پانی ملا کر دودھ کی کچی لسی یا کھجور سے پانی کے ایک گھونٹ سے ہی روزہ کھلوادیتا ہے اور جو روزہ دار کو سیر کر کے پیٹ بھر کے کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض کوثر سے ایسا شربت پلائے گا کہ اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزول رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت کا وقت ہے اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے آزادی کا زمانہ ہے اور جو شخص اس مہینے میں اپنے مزدور یا خادم سے اس کے کام کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور کم خدمت لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی بخش دے گا اور اُسے آگ سے آزاد کر دے گا۔“

(مشکوٰۃ کتاب الصوم الفصل الثالث)

سامعین کرام! اس سلسلہ رمضان المبارک سے قبل بطور ایپٹائزر (appetizer) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پانچوں خلفائے عظام کے ارشادات، فرمودات اور افاضات آپ سامعین کے سامنے پیش ہیں تا ان مبارک و مقدس دنوں کو اس روحانی ماندہ کے مطابق گزارا جاسکے۔

### ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان المبارک کا مہینہ گزارنے کے متعلق جو راہنمائی فرمائی ہے۔ اس میں چند ارشادات پیش ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

1- روزے سے تزکیہ نفس ہوتا اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں

”تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی

نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشتی طاقتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے انتہائی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلیٰ اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں۔ جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102)

## 2- نماز اور روزے کا فلسفہ

”روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں۔ مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی شامل نہیں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 292-293)

## 3- جسمانی روٹی اور روحانی روٹی کے کام

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتّل الی اللہ حاصل کرنا چاہئے۔ بد نصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قوی تیز ہوتے ہیں۔ خدا سے فیضیاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں۔“

(تقاریر جلسہ سالانہ 1906ء صفحہ 20)

## 4- روزے دار حمد الہی، تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں

”ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتیل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے۔ انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102)

## 5- روزہ رکھنا اور والدین کی خدمت کرنا

”حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو چچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی... ماں سب تکالیف میں بچہ کے شریک ہوتی ہے، یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔“

(فتاویٰ حضرت مسیح موعود صفحہ 146-147)

## 6- خدا تعالیٰ سے محروم نہیں رکھتا

”اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو وہ دوسری اُمتوں کی طرح اس اُمت میں کوئی قید نہ رکھتا۔ مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 259)

## 7- ایک اہم دعا

”میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الہی! یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا طاعت بخش دے گا... میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں تو مجھے محروم نہ رکھ تو خدا سے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جاوے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔ جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی کہ کاش! میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 563-564)

## 8- ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے

”اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ ٹھج تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو خود تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

## 9- زندہ خدا

”اے سُننے والو سُنو! ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔“

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

## 10- دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو

”اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دے اور پھر تم کاٹے جاؤ“

(روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 547-548)

## ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

## 1- انسان متقی بنا سیکھے

”غرض روزہ جو رکھا جاتا ہے تو اس لئے کہ انسان متقی بنا سیکھے۔ ہمارے امام فرمایا کرتے ہیں کہ بڑا ہی بد قسمت ہے وہ انسان جس نے رمضان تو پایا مگر اپنے اندر کوئی تغیر نہ پایا۔ پانچ سات روزے باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں بہت کوشش کرو اور بڑی دعائیں مانگو۔ بہت توجہ الی اللہ کرو اور استغفار اور لاجول کثرت سے پڑھو۔ قرآن مجید سن لو، سمجھ لو، سمجھا لو۔ جتنا ہو سکے صدقہ اور خیرات دے لو اور اپنے بچوں کو بھی تحریک کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں توفیق دے۔ (آمین)“

(خطبات نور صفحہ 265)

## 2- صحابہؓ اور روزہ

”ایک صحابی دن کو روزے رکھتے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔ وہ حضرت سلمان فارسیؓ کے دوست بھی تھے۔ ایک دفعہ سلمانؓ ان کے گھر تشریف لے گئے تو ان کی بیوی کا لباس خراب تھا۔ انہوں نے ان کی بیوی سے پوچھا کہ بھاج صاحبہ! آپ کی ایسی حالت کیوں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے کپڑوں کی حالت کیوں کر اچھی ہو۔ تمہارے بھائی کو تو بیوی سے کچھ غرض ہی نہیں۔ وہ تو دن بھر روزے اور رات کو عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے کھانا منگوا لیا اور اس دوست کو کہا کہ آؤ کھاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ تو حضرت سلمانؓ نے ناراضگی ظاہر کی۔ تو مجبوراً اُس صحابی نے آپ کے ساتھ کھانا کھا لیا۔ پھر حضرت سلمانؓ نے جب رات ہوئی تو چار پائی منگوا کر ان کو کہا کہ سو جاؤ۔ انہوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں رات کو عبادت کیا کرتا ہوں۔ تو پھر حضرت سلمانؓ نے ان کو زبردستی سلا دیا۔ صحابہ ایسے نہ تھے کہ اِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَدَّأَعُوا بِهِ (النساء: 83) جب کوئی امن و خوف کی بات ہوتی تو اسے پھیلا دیتے تھے۔ تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو بات سنی تو فوراً اُس کو پھیلا دیتے ہیں۔ آخر ان کا معاملہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش ہوا تو آپ نے اس صحابی کو فرمایا کہ تمہارے متعلق ہمیں یہ بات پہنچی ہے۔ تو انہوں نے یہ عرض کیا کہ بات تو جیسے حضور کو کسی نے پہنچائی ہے وہ صحیح ہے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِوَجْهِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ یہ بھی فرمایا۔ وَّلِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا (بخاری کتاب الصوم) تیرے پر نفس کے بھی حقوق ہیں۔ تیری بیوی کے بھی حقوق ہیں۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس کی مراد اس سے یہ تھی کہ میں تو خوب مضبوط ہوں۔ آپ مجھے کچھ تو اجازت دیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا ایک مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو (چاند کی 13-14-15)۔ اس نے پھر کہا۔ یا رسول اللہ! مطلب یہ تھا کہ میں بہت طاقتور ہوں۔ آپ مجھے اور زیادہ اجازت دیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا دو دن افطار کر کے ایک دن روزہ رکھ لیا کرو۔ اس نے پھر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا سب سے بڑھ کر تو صوم داؤدی تھا (بخاری کتاب الانبیاء فی ذکر داؤد علیہ السلام)۔ تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کر لیا کرو۔ پھر کہا یا رسول اللہ! مطلب یہ تھا کہ مجھے قرآن کریم کے

روزانہ ختم کرنے کی تو اجازت فرمادیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہفتے میں ایک ختم کر لیا کرو۔ تو اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا قرآن کریم کا ختم تین دن میں کر لیا کرو۔ اس سے جلدی کی بالکل اجازت نہیں۔

جب وہ بوڑھے ہو گئے تو پھر ان کو اس سے تکلیف ہوئی اور اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو گئے ہوئے تھے۔ اب لگے رونے اور پچھتانے کہ میں نے نبی کریم کی اجازت کو اس وقت کیوں نہ مانا۔ جب ایسے صحابہ کو رضامندی کا پتہ نہیں لگ سکا تو تم کو کیونکر لگ سکتا ہے؟“

(خطبات نور 638-639)

### 3- سوء ظنیوں سے بچو

”نصیحت کے طور پر کہتا ہوں کہ اکثر سوء ظنیوں سے بچو۔ اس سے سخن چینی اور عیب جوئی کی عادت بڑھتی ہے۔ اسی واسطے اللہ کریم فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا۔ تجسس نہ کرو۔ تجسس کی عادت بد ظنی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر تجسس سے غیبت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا اللہ کریم نے وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا۔ غرض خوب یاد رکھو کہ سوء ظن سے تجسس اور تجسس سے غیبت کی عادت شروع ہوتی ہے اور چونکہ آجکل ماہ رمضان ہے اور تم لوگوں میں سے بہتوں کے روزے ہوں گے اس لئے یہ بات میں نے روزہ پر بیان کی ہے اگر ایک شخص روزہ بھی رکھتا ہے اور غیبت بھی کرتا ہے اور تجسس اور نکتہ چینیوں میں مشغول رہتا ہے تو وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے جیسے فرمایا أَيَحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ؟ اب جو غیبت کرتا ہے وہ روزہ کیا رکھتا ہے وہ تو گوشت کے کباب کھاتا ہے اور کباب بھی اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کے۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ غیبت کرنے والا حقیقت میں ہی ایسا بد آدمی ہوتا ہے وہ اپنے مُردہ بھائی کے کباب کھاتا ہے۔“

(خطبات نور صفحہ 257)

### 4- تقویٰ سیکھنے اور قرب الہی حاصل کرنے کا ذریعہ

”روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قرب الہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي

قَرِيبٌ اُجِيبٌ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِلَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرہ: 187) یہ ماہِ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور ستر الہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس ماہ میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا۔ لیکن ان کو چاہئے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔ انسان جس قدر خدا کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ویسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو رُشد سے بھی خاص تعلق ہے اور اس کا ذریعہ خدا پر ایمان، اس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے اور بھی باتیں ہیں جن سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔“

(خطبات نور صفحہ 146-147)

### 5- رمضان کی غرض

”رمضان شریف تو اس واسطے ہوتا ہے کہ لوگ بھوک پیاس کی برداشت کریں اور صابر بننے کی مشق کریں۔ مگر ہمارے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ رمضان میں اُلٹے اُن کے خرچ پہلے سے دگنے چوگنے بڑھ جاتے ہیں۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 457)

### ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

#### 1- تہجد نفس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے

”رمضان کے دنوں میں انسان سحری کے لئے اٹھتا ہے اور اس طرح عبادت کا موقع ملتا ہے اور اس وقت تہجد پڑھتا ہے اور تہجد نفس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ اگرچہ رمضان میں اٹھتا تو کھانا کھانے کے لئے ہے لیکن اس کو شرم آجاتی ہے کہ جب اٹھا ہوں اور وقت بھی ہے تو کیوں تہجد نہ پڑھوں اور جب پڑھتا ہے تو اسے روحانیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ تہجد نفسانیت کے توڑنے اور اس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ الْاَيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً (الزلزل: 7) رات کا اٹھنا بہت سخت ہے اور نفس

کے کچلنے اور اصلاح کرنے کے لئے بڑا ہتھیار ہے پس جب انسان کھانا کھانے کے لئے اٹھتا ہے تو تہجد بھی پڑھتا ہے جو ”اَشَدُّ وَطْأً“ ہے اور نفس کی اصلاح کے لئے ہتھیار ہے اور یہ ایک مہینہ کی مشق سارے سال میں کام آتی ہے۔ جیسا کہ پہاڑ پر ایک دو مہینہ رہنا باقی سال کے لئے مفید ہوتا ہے۔ یا کمزوری صحت کو دور کر دیتا ہے اور اس ایک مہینہ میں جسم کو بہت فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان میں ایک مہینہ تہجد پڑھنا مفید ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 مئی 1922ء)

### 2- رمضان کو قبولیت دعا سے خاص تعلق بھی ہے

”رمضان کے دنوں میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ ایک تہجد کے ذریعہ عبادت زیادہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور تسبیح اور تہجد زیادہ کی جاتی ہے علاوہ اس کے زیادہ دعاؤں کا موقع ملتا ہے اور رمضان کو قبولیت دعا سے خاص تعلق بھی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ رمضان کے ذکر کے ساتھ فرماتا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرہ: 187) میرے بندے جب میرے بارے میں سوال کریں تو ان سے کہو کہ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی دعا سنتا ہوں۔ چونکہ ان دنوں تمام عالم اسلامی دعاؤں میں مصروف ہوتا ہے۔ اس لیے دعائیں زیادہ سنی جاتی ہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس کام کو زیادہ لوگ مل کر کریں وہ عمدگی اور اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ پس ایک تو روزوں میں عبادت زیادہ کی جاتی ہے۔ دوسرے دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور اس سے روحانیت کے سلسلہ میں ترقی ہوتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 مئی 1922ء)

### 3- رحیم و کریم ہستی سے تعلق پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں

”رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص برکات اور خاص رحمتیں لے کر آتا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام اور احسان کے دروازے ہر وقت ہی کھلے رہتے ہیں اور انسان جب چاہے ان سے حصہ لے سکتا ہے صرف مانگنے کی دیر ہوتی ہے ورنہ اس کی طرف سے دینے میں دیر نہیں لگتی کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ ہاں بندہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر بعض دفعہ دوسروں کے دروازہ پر چلا جاتا ہے... سو اس رحیم و کریم ہستی سے تعلق پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہر گھڑی رمضان کی گھڑی ہو سکتی ہے اور ہر لمحہ

قبولیت دعا کا لمحہ بن سکتا ہے۔ اگر دیر ہوتی ہے تو بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی اس کے احسانات میں سے ہی ہے کہ اُس نے رمضان کا ایک مہینہ مقرر کر دیا تاکہ وہ لوگ جو خود نہیں اٹھ سکتے ان کو ایک نظام کے ماتحت اٹھنے کی عادت ہو جائے اور ان کی غفلتیں اُن کی ہلاکت کا موجب نہ ہوں۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 382 تا 383)

#### 4۔ سحری اور افطاری میں اعتدال

”اسی طرح افطاری میں تنوع اور سحری میں تکلفات بھی نہیں ہونے چاہئیں اور یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ سارا دن بھوکے رہے ہیں اب پُر خوری کر لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ افطاری کے لئے کوئی تکلفات نہ کرتے تھے۔ کوئی کھجور سے، کوئی نمک سے، بعض پانی سے اور بعض روٹی سے افطار کر لیتے تھے۔ ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اس طریق کو پھر جاری کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے نمونہ کو زندہ کریں۔“

(تفسیر کبیر سورۃ البقرہ زیر آیت 186)

#### 5۔ پاک چیزیں کھانے سے پاک جسم تیار ہوتا ہے

”رمضان میں چونکہ جسم عبادت سے تیار ہو گا اس لئے جو اعمال صادر ہوں گے وہ بھی مطہر اور پاک ہوں گے پہلے تو جسم سے روح بنتی تھی مگر اب روح سے جسم تیار ہوتا ہے جو بقیہ گیارہ مہینہ کام آتا ہے درحقیقت ایسا انسان اس حد میں آجاتا ہے جس کا کھانا پینا خدا کے حکم سے ہوتا ہے اس کی شہوت بھی جو جسم کا حصہ ہے عبادت بن جاتی ہے اس کا کھانا پینا بھی عبادت ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا جسم عبادت سے تیار ہوتا ہے اور اس جسم سے عبادت ہی صادر ہوگی۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔“

گندم از گندم بر وید جو ز جو

یہ خاص طریق روزے سے تقویٰ حاصل کرنے کا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 مئی 1922ء)

### ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

#### 1- رمضان کا مہینہ پانچ بنیادی عبادتوں کا مجموعہ ہے

”رمضان کا مہینہ پانچ بنیادی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ پہلے تو روزہ ہے دوسرے نماز کی پابندی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر قیام اللیل یعنی رات کے نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ تیسرے قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت ہے۔ چوتھے سخاوت اور پانچویں آفات نفس سے بچنا ہے ان پانچ بنیادی عبادتوں کا مجموعہ عبادت ماہ رمضان کہلاتی ہے۔ جہاں تک روزہ کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حکم دیا **لَا يَأْتِيَنَّكُمْ جُنَّةٌ** یعنی روزہ گناہوں سے بچاتا اور عذابِ الہی سے محفوظ رکھتا ہے۔ انسان کی روحانی سیر کی ابتدا گناہوں سے بچنے سے شروع ہوتی ہے اور اس سیر روحانی کی انتہا اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچتے ہوئے اس کی رضا کی جنتوں میں داخل ہونے پر ختم ہوتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 1969ء)

#### 2- رحمت کی تسکین بخش بارش

”اللہ تعالیٰ کا ایک مومن بندہ رمضان کے مہینے میں جنونی شکاری کی طرح بھوک اور پیاس اور دوسری تکالیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے جس مطلوب کی تلاش میں نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس رحمت کی بارش کے بغیر میرے دل کی جلن دور نہیں ہو سکتی میرے اندر جو آگ لگی ہوئی ہے وہ بجھ نہیں سکتی جب تک کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش نازل نہ ہو پس یہ تمام مفہوم لفظِ رمضان کے اندر ہی پایا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ میرے بندوں کو چاہئے کہ وہ راتوں کے تیروں (دعاؤں) کو تیز کریں اور جنونی شکاری کے جنوں سے بھی زیادہ جنوں رکھتے ہوئے میری رحمت کی تلاش میں نکل پڑیں تب میری رحمت کی تسکین بخش بارش ان پر نازل ہوگی اور میرے قرب کی راہیں ان پر کھولی جائیں گی۔“

(خطبہ جمعہ 24 دسمبر 1965ء)

### 3- فخر و ریاء سے معصوم دعائیں

”اس ماہ میں خاص طور پر دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ یہ بنیادی دعا بھی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کبر و اباہ اور فخر و ریاء سے معصوم دعائیں کرنے کی توفیق عطا کرے اور ان دعاؤں کو قبول کرے اور دعا کے ذریعہ سے ایک مومن مسلم کو جو نعمتیں ملنے کا وعدہ دیا گیا ہے جس قسم کی دعاؤں کی توفیق عطا کرے اور ہمیں ہمیشہ ایمان کے صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اپنی رضا کی جنتوں کا ہمیشہ وارث بنائے رکھے۔“

(خطبات ناصر جلد 7 صفحہ 160)

### 4- حقیقی عبد بننے کی کوشش

”یہ رمضان کا بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ یہ مہینہ اور بھی کئی لحاظ سے بڑی برکتوں والا مہینہ ہے۔ اس میں الہی برکتوں کے حصول کے سامان پیدا کئے گئے ہیں اس لئے ہم سب کا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بننے کے لیے اور قربِ الہی کے حصول کے لیے اس ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔“

(خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 480)

### 5- اللہ تعالیٰ دوسری نیکیاں کرنے کی بھی توفیق دے گا

”اگر تم ماہ رمضان کی برکات سے پوری طرح فائدہ اٹھانا چاہتے ہو اور اس کے لئے اپنی عمر کو خرچ کرتے ہو تو دیگر برکات کے علاوہ تمہیں ایک یہ برکت بھی حاصل ہوگی کہ تمہیں اللہ تعالیٰ دوسری نیکیاں کرنے کی بھی توفیق دے گا اور اس مہینہ کے بعد جو گیارہ ماہ اور تمہاری زندگی میں آنے والے ہیں وہ بھی حقیقی معنی میں تم خدا کی راہ پر خرچ کرنے والے ہو گے۔ تو جو شخص رمضان شریف کو نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ گزارتا ہے تو بقیہ سال کے گیارہ مہینوں میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کی توفیق پاتا ہے اور اس طرح اس کی ساری زندگی نیکیوں میں گزرتی ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی ساری عمر اس مقصد کے لئے گزاری جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا تھا۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 654-666)

## ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

1- عبادت کے بغیر زندگی بالکل بے معنی اور بے حقیقت بلکہ باطل ہے

”اپنی اگلی نسلوں کی تربیت کی کوشش کریں۔ ان کو بار بار یہ بتائیں کہ عبادت کے بغیر تمہاری زندگی بالکل بے معنی اور بے حقیقت بلکہ باطل ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاں کسی شمار میں نہیں آئے گی۔ اس لئے جانوروں کی طرح یہیں مر کر مٹی ہو جاؤ گے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ جانور تو مر کر نجات پا جاتے ہیں تم مرنے کے بعد جزا سزا کے میدان میں حاضر کئے جاؤ گے۔ پس یہ شعور ہے جسے ہمیں اگلی نسلوں میں پیدا کرنا ہے اور رمضان مبارک میں ایک بہت اچھا موقع ہے کیونکہ فضا سازگار ہو جاتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 جنوری 1997ء)

2- روزے رکھا کرو صحت اچھی ہو جائے گی

”آنحضرتؐ نے چودہ سو سال پہلے جو بات فرمائی۔ دیکھیں! کیسی صحت کے ساتھ وہ بات فرمائی، کتنی سچی بات فرمائی۔ صَوْمُؤْمَا تَصْحُوًا روزے رکھا کرو صحت اچھی ہو جائے گی۔ پھر ایک موقع پر فرمایا۔ صبر کے مہینے کے روزے سینے کی گرمی اور کدورت دور کرتے ہیں اور رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے..... سینے کی گرمی میں ایک وہ گرمی بھی ہے جو میں نے بتایا ہے Heart Burns اور اس قسم کی چیزیں لیکن اصل سینے کی گرمی میں روحانی طور پر نقصان دہ جذبات اور اشتعال انگیز باتیں ہیں۔ بعض لوگوں کے سینے کھولتے رہتے ہیں بعض بُری نیتوں کے ساتھ، بعض بدیوں کے ساتھ، کچھ غشوں کے ساتھ تو اول معنی وہ ہے جو سینے کی گرمی دور کرنے کا ہے..... جسم کی اندرونی تیزابی گرمی اس کے لیے علاج موجود ہے لیکن یہاں ظاہر ہے کہ مراد سینے کے طیش، سینے کے کھول، غصے کی حالت میں سینے میں جو باتیں اہلقتی رہتی ہیں یا نفسانیت کے جوش سے جو سینے میں جذبات کھولتے رہتے ہیں رمضان ان کا بہترین علاج ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 15 صفحہ 76)

## 3- خدا کی رحمت کے چھینٹے

”کبھی کسی اور مہینے میں اس کثرت کے ساتھ خدا کی رحمت کے ایسے چھینٹے نہیں پھینکے جاتے جو دنیا کے ہر کونے میں ہر ملک میں برس رہے ہوں اور جس کسی پر بھی پڑیں اُسے خوش نصیب بنا دیں۔ اس لیے رمضان کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 258)

## 4- رمضان شریف تمام عبادتوں کا خلاصہ ہے

”رمضان شریف تمام عبادتوں کا خلاصہ ہے، رمضان شریف تمام عبادتوں کا ارتقاء ہے، رمضان شریف انسان کو اس مقصد کی طرف لے جاتا ہے جس کی خاطر انسان کو پیدا کیا گیا ہے یہ انسان کو بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے میں بھی درجہ کمال تک پہنچاتا ہے اور اللہ کے حقوق ادا کرنے میں بھی درجہ کمال تک پہنچاتا ہے۔ اس کے باوجود بڑے ہی بد قسمت ہوں گے وہ لوگ جو رمضان کو پائیں اور خالی ہاتھ اُس میں سے نکل جائیں۔ رمضان کی برکتوں میں سے ہو کے نکلیں لیکن یہ پانی ان کو چھوئے اور چکنے گھڑے کی طرح ویسے کے ویسے وہاں سے آگے چلے جائیں۔“

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 326-327)

## 5- فیصلہ کن رمضان

”اے احمدی! اس رمضان کو فیصلہ کن رمضان بنا دو۔ اس الہی جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ مگر تمہارے لئے کوئی دنیا کا ہتھیار نہیں ہے۔ دنیا کے تیروں کا مقابلہ تم نے دعاؤں کے تیروں سے کرنا ہے۔ یہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی لیکن گلیوں اور بازاروں میں نہیں، صحنوں اور میدانوں میں نہیں بلکہ مسجدوں میں اس لڑائی کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ راتوں کو اُٹھ کر اپنی عبادت کے میدانوں کو گرم کرو اور اس زور سے اپنے خدا کے حضور آہ و بکا کرو کہ آسمان پر عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ ”مَتْنِي نَصْرًا لِلَّهِ“ کا شور بلند کر دو۔ خدا کے

حضور گریہ و زاری کرتے ہوئے اپنے سینے کے زخم پیش کرو، اپنے چاک گریبان اپنے رب کو دکھلاؤ اور کہو کہ اے خدا!

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج  
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

پس اس زور کا شور مچاؤ اور اس قوت کے ساتھ مَتَّي نَصَّ اللَّهُ كِي آواز بلند کرو کہ آسمان سے فضل اور رحمت کے دروازے کھلنے لگیں اور ہر دروازے سے یہ آواز آئے

أَلَا إِنَّ نَصَّ اللَّهُ قَرِيبٌ      أَلَا إِنَّ نَصَّ اللَّهُ قَرِيبٌ      أَلَا إِنَّ نَصَّ اللَّهُ قَرِيبٌ

سنو سنو! کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ اے سننے والو! سنو کہ خدا کی مدد قریب ہے۔ اے مجھے پکارنے والو! سنو کہ خدا کی مدد قریب ہے اور وہ پہنچنے والی ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 349)

### ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضور انور فرماتے ہیں:

#### 1- رمضان میں اپنی عبادتوں کو زندہ کریں

”یہ رمضان ہمیں ایک دفعہ پھر موقع دے رہا ہے کہ ہم خدا کے آگے جھکیں جس طرح جھکنے کا حق ہے۔ اُس کی عبادت کریں، جس طرح عبادت کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری دُعاؤں کا یقیناً جواب دے گا اور یہ عہد کریں کہ آئندہ ہم ان عبادتوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ اگر یہ ہو جائے تو اس سے ہم اِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى جماعت کی سالوں میں ہونے والی ترقیات کو دنوں میں واقع ہوتے دیکھیں گے۔ اس لئے میں پھر یہی کہوں گا کہ اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ دوسروں کے پاس دُعا میں کروانے کی بجائے خود اللہ تعالیٰ کی ذات کی قدرتوں کا تجربہ حاصل کریں۔“

(خطبہ جمعہ 22/ اکتوبر 2004ء)

## 2- رمضان اور تقویٰ

”ایک اور رمضان کا ہماری زندگیوں میں آنا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ رمضان اس لئے آتا ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے ہی قائم کیا ہے ہم پر بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے کہ ہم ہر وقت اپنی حالتوں کے جائزے لیتے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ خاص فضل کے دن رکھے ہوئے ہیں ان میں اپنے اندر ایسی تبدیلیاں پیدا کریں اور اپنے تقویٰ کے معیاروں کو ایسا بڑھانے کی کوشش کریں جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے اور پھر رمضان تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جون 2017ء)

## 3- روزے اللہ کا قرب پانے کا ذریعہ ہیں

”اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ جو رمضان کا مہینہ ہے، جو روزہ رکھنے کے دن ہیں، ہمیں اس طرف توجہ دلائی کہ ان دنوں میں میری خاطر، میری رضا کے حصول کی خاطر، صرف ناجائز چیزوں سے ہی نہیں بچنا بلکہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ کو تو ایک خاص کوشش سے معمولی سے بھی ناجائز کام سے بچا کر رکھنا ہے۔ اس کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک مجاہدہ تو کرنا ہی ہے لیکن جائز چیزوں سے بھی بچنا ہے۔ ایک ایسا جہاد کرنا ہے جس سے تمہارے اندر صبر اور برداشت پیدا ہو اور ڈسپلن پیدا ہو۔ پھر یہ مجاہدہ ایسا ہو گا جو تمہاری روحانی حالتوں کو بہتر کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ اللہ کا قرب دلانے کا ذریعہ بنے گا، دُعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ بنے گا۔ پس یہ روزے اس کا قرب پانے کا ذریعہ ہیں اور دُعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ ہیں۔ پس ان دنوں میں ہمارا کام ہے کہ پہلے سے بڑھ کر چلا چلا کر، گڑگڑا کر اپنے رب کو پکاریں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5/ ستمبر 2008ء)

## 4- تقویٰ سے فیصلہ

”ہمیشہ تقویٰ سے کام لیتے ہوئے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو طاقت رکھتے ہیں، مالی وسعت رکھتے ہیں اگر کسی وجہ سے وہ روزہ نہیں رکھ سکے تو فدیہ دیا کریں۔ اور فدیہ کیا ہے ایک مسکین کو کھانا کھلانا۔ اس کے مطابق جس طرح تم خود دکھاتے ہو کیونکہ دوسرے کی عزت نفس کا بھی

خیال رکھنے کا حکم ہے۔ اسلئے اچھا کھانا کھلاؤ، یہ نہیں کہ میں روزے رکھتا تو اعلیٰ کھانے کھاتا لیکن تم چونکہ کم حیثیت آدمی ہو اسلئے تمہارے لئے فدیہ کے طور پر یہ بچا کچھا کھانا ہی موجود ہے۔ نہیں۔ یہ نہیں ہے، تمہاری نیکی تو اس وقت ہی نیکی شمار ہوگی جب تم خدا کی رضا کی خاطر یہ کر رہے ہو گے نہ کہ اس غریب پر احسان جتانے کیلئے۔ تو جب تم خدا کی رضا کی خاطر یہ فدیہ دو گے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس بیماری کی حالت کو صحت میں بدل دے۔ کیونکہ فرمایا کہ تمہارا روزے رکھنا بہر حال تمہارے لئے بہتر ہے۔“

(خطبہ جمعہ 24 اکتوبر 2003ء)

### 5- پاک تبدیلیاں پیدا کرنا ہی رحمتوں کا وارث بنائے گا

”اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ روزے کی میں جزا دوں گا تو ویسے بھی ہر عمل کی جزا تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ لیکن دوسرے سارے عمل ایسے ہیں جن میں یہ نیکیاں ہیں، جائز باتیں ہیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا برائیاں ہیں جن سے رکنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ لیکن رمضان میں روزہ رکھ کر ایک مومن ناجائز باتوں سے تو رک ہی رہا ہوتا ہے، بعض جائز باتیں بھی خدا کی خاطر چھوڑ رہا ہوتا ہے اور پھر عام حالات کی نسبت پہلے سے بڑھ کر نیکیاں کر رہا ہوتا ہے۔ نیکیاں کرنے کی توفیق پارہا ہوتا ہے۔ پھر اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بُرائی کا جواب بھی اللہ کی خاطر نیکی سے دے رہا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر بھی بے حساب رکھا ہے یہ سوچ کر کہ تم میری خاطر کچھ عمل کر رہے ہو یا کرو گے تو میں اس کا اجر بے حساب دوں گا۔ ہر بات کا، ہر کام کا، ایک فرض کے ادا کرنے کا 70 گنا ثواب ملتا ہے۔ تو مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے اس فعل سے کہ اس نے اللہ کی خاطر روزہ رکھا اور تمام نیکیاں بجالانے اور برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ کی بلکہ بعض جائز باتیں بھی جیسا کہ میں نے کہا جو عام حالات میں انسان کر سکتا ہے ان سے بھی اس لئے رکا کہ اللہ کا حکم ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ اس کی جزا بن گیا۔ پس یہ عبادت بھی خالص ہو کر اُس کے لئے کرنا اور اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنا ہی اُس کی رحمتوں کا وارث بنائے گا اور بے حساب رحمتوں کا وارث بنائے گا اور خالص ہو کر ہم اس کی خاطر یہ کریں گے۔“

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2005ء)

(کمپوزڈ: تمثیل احمد)



﴿2﴾

﴿مشاہدات-1088﴾

## ہم رمضان کیسے گزاریں؟

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ: 186)

پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے۔

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں  
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار  
جس نے نفسِ دوں کو ہمت کر کے زیرِ پا کیا  
چیز کیا ہیں اُس کے آگے رستم و اسفند یار

(برائین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 144)

سامعین کرام! رمضان کارحتوں اور برکتوں والا مہینہ شروع ہو اچھا ہے۔ اس کی مناسبت سے آپ کے سامنے اس لائحہ عمل کو رکھنا چاہوں گا کہ ہم رمضان کیسے گزاریں؟ آج اس سلسلہ کی یہ دوسری تقریر ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيَتْ أُمَّتِي فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَسَنُ خِصَالٍ لَمْ تُعْطَهُ أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ (کنز العمال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے مہینے میں میری اُمت کو پانچ ایسی فضیلتیں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی اُمت کو نہیں ملیں یعنی

1. روزے دار کے منہ کی بُو اللہ کو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

2. ان کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ افطاری کریں۔

3. ان کے لیے جنت ہر روز سجائی جاتی ہے۔
4. سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔
5. اللہ تعالیٰ ان سب کو رمضان کی آخری رات بخش دیتا ہے۔

### ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان المبارک کا مہینہ گزارنے کے متعلق جو راہنمائی فرمائی ہے اس میں چند ارشادات پیش ہیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

#### 1- اسلام کے پانچ مجاہدات

”خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ صدقات، حج، ... دشمن کا زب اور دفع خواہ سنی ہو۔ خواہ قلمی۔ یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں... کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود سورۃ البقرہ صفحہ 263)

#### 2- مسافر اور بیمار رخصت سے فائدہ اٹھائیں

”اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہیے۔ میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔ کیوں کہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخْرٍ (البقرہ: 185) اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔ میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔“

(الحکم 31 جنوری 1907ء صفحہ 14)

### 3- مریض اور مسافر کی روزہ رکھنے پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا

”جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے، مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔“

(فقہ المسیح صفحہ 199-201)

### 4- تین دن سے زائد اقامت کرنی ہو تو پھر وہ روزے رکھے

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”روزوں کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ پر تین دن سے زائد اقامت کرنی ہو تو پھر وہ روزے رکھے اور اگر تین دن سے کم اقامت کرنی ہو تو روزے نہ رکھے اور اگر قادیان میں کم دن ٹھہرنے کے باوجود روزے رکھے تو پھر روزے دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔“

(فقہ المسیح صفحہ 205-208)

### 5- دین میں مجاہدات ضروری ہیں

”صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے۔ ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دینا ہے۔ جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے لئے کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے

بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ میری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو یہی ہدایت دی جاوے گی۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود سورۃ البقرہ صفحہ 263)

### 6- ہر فعل کے ساتھ نوافل ہیں

”لوگوں نے نوافل صرف نماز ہی کے نوافل سمجھے ہوئے ہیں۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔ ہر فعل کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ انسان زکوٰۃ دیتا ہے تو کبھی زکوٰۃ کے سوا بھی دے۔ رمضان میں روزے رکھتا ہے کبھی اس کے سوا بھی رکھے۔ قرض لے تو ساتھ کچھ زائد بھی دے۔ کیونکہ اس نے مرؤت کی ہے“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 437)

### 7- نوافل مستمم فرائض ہیں

”نوافل مستمم فرائض ہوتے ہیں۔ نفل کے وقت دل میں ایک خشوع اور خوف ہوتا ہے کہ فرائض میں جو قصور ہوا ہے وہ اب پورا ہو جائے۔ یہی وہ راز ہے جو نوافل کو قرب الہی کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے گویا خشوع اور تذلل اور انقطاع کی حالت اس میں پیدا ہوتی ہے اور اسی لئے تقرب کی وجہ میں ایام بیض کے روزے۔ شوال کے چھ روزے یہ سب نوافل ہیں۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 437)

### 8- فدیہ

”اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بناء آسانی پر رکھی ہے جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں۔ ان کو چاہئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔“

(بدر 117 اکتوبر 1907ء صفحہ 7)

### 9- فدیہ کی غرض

”ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا ہی سے طلب

کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو ندیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جاوے اور یہ خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 563-564)

## 10- نصیحت

”ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا ہے کہ زندگی بڑی لمبی ہے۔ موت کا کوئی وقت نہیں کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے۔ اس لئے مناسب ہے کہ جو وقت ملے اُسے غنیمت سمجھو۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 302)

## ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

### 1- روزہ کی حقیقت

”روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے اور انسان متقی بن جاتا ہے... انسان کو جو ضرورتیں پیش آتی ہیں ان میں سے بعض تو شخصی ہوتی ہیں اور بعض نوعی اور بقائے نسل کی شخصی ضرورتوں میں سے جیسے کھانا پینا ہے اور نوعی ضرورت جیسے نسل کے لیے بیوی سے تعلق۔ ان دونوں قسم کی طبعی ضرورتوں پر قدرت حاصل کرنے کی راہ روزہ سکھاتا ہے اور اس کی حقیقت یہی ہے کہ انسان متقی بننا سیکھ لیوے۔“

(خطبات نور صفحہ 145)

### 2- روزوں میں اپنی چیزیں خدا کے لیے چھوڑنا

”جو انسان روزوں میں اپنی چیزیں خدا کے لیے چھوڑتا ہے جن کا استعمال کرنا اس کے لیے کوئی قانونی اور اخلاقی جرم نہیں تو اس سے اسے عادت ہوتی ہے کہ غیروں کی چیزوں کو ناجائز طریق سے استعمال نہ کرے

اور اُن کی طرف نہ دیکھے اور جب وہ خدا کے لیے جائز چیزوں کو چھوڑتا ہے تو اس کی نظر ناجائز چیزوں پر پڑ ہی نہیں سکتی۔“

(الفضل 17 دسمبر 1966ء)

### 3- روزے داری کا بڑی چیز ہے

روزے داری کا بڑی چیز ہے کہ سلیم الفطرت پیاس کے وقت گھر میں دودھ، بالائی، برف رکھتا ہے کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ بھوک کے وقت گھر میں انڈے مرغیاں، پلاؤ موجود ہے اور کوئی روکنے والا نہیں۔ قوتِ شہوانیہ موجود گھر میں آپس ادِ لباً موجود۔ پھر اُس کے نزدیک نہیں جاتا۔ صرف الہی حکم کی پابندی سے وہ رکتا ہے۔ اِس مشق سے وہ حرام کاری حرام خوری سے کسی قدر بچے گا۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 301-303)

### 4- روزہ بڑی بابرکت چیز ہے

”توحید اصل ہے اسلام کا اور اس امر کو پورا کرنے کے لئے بہ آواز بلند اذان میں اللہ اکبر، اللہ اکبر رکھا ہے اور اکبر ایسا کلمہ ہے کہ اِس میں خدا کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے۔ اکبر سے بڑھ کر اور کیا لفظ ہو سکتا ہے پھر اسلام کا دوسرا پہلو شفقت علی خلق اللہ ہے۔ سوز کواۃ اور حج کا حکم کر کے عام لوگوں پر شفقت کرنا سکھایا اور نماز، روزہ کا حکم کر کے اپنی جان پر شفقت کرنا سکھایا۔ روزہ بڑی بابرکت چیز ہے اور اِس میں انسان کو مشق کرائی جاتی ہے کہ وہ اپنی جان کے لئے ناجائز طور پر کوئی چیز استعمال نہ کرے کیونکہ جب روزہ میں جائز چیزوں کو چھوڑنا سیکھے گا تو محمد رسول اللہ کو سچا سمجھتا ہو اُس کی ناجائز کردہ چیزوں کو تو ضرور ہی چھوڑ دے گا۔ غرض نتیجہ کلمہ شہادت سے یہ نکلا کہ اللہ کے سوائے کسی اور کو معبود نہ جانو اور محمد، اللہ کا رسول اور بندہ ہے اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں انسان کی اپنی جان کی بھلائی اور دیگر عام مخلوق کی بھلائی ہے ورنہ کسی کو اپنے مذہب میں داخل کرتے وقت پانی چھڑکنے سے کیا فائدہ اور دنیا کے متعلق تو حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا آسان ہے لیکن دو لہتمند کا خدائی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔“

(خطابات نوری صفحہ 562)

## 5- قرآن مجید کا دور مکمل کیا کریں

”حضرت جبرائیل قرآن شریف کا دور رمضان میں کیا کرتے تھے۔ میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہر رمضان شریف میں قرآن مجید کا دور خصوصیت سے کیا کریں۔“

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 442)

## ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

## 1- جس کے پچھلے اعمال اعلیٰ ہوں گے۔ اسی کے لئے لیلۃ القدر ہوگی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر میں یہ اشارہ ہے کہ جس کے ابتدائی ایام نیکی میں گزرتے ہیں اس کے انتہائی ایام میں بھی خدا تعالیٰ کی تائید اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ رمضان کے ابتدائی ایام میں جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اُس کے لئے آخری ایام میں ایسا وقت آتا ہے کہ خدا اُس کے لئے فضل نازل کرنے کا خاص موقع رکھتا ہے۔ پس لیلۃ القدر میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر انسان اپنی زندگی کی ابتدائی گھڑیوں کو خدا تعالیٰ کی رضا میں صرف کرے تو اس کی انتہائی گھڑیاں خدا تعالیٰ خود اپنی رضا میں صرف کر لے گا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 اپریل 1926ء)

## 2- زندگی بھر لیلۃ القدر کی تلاش کریں

”لیلۃ القدر سے یہ سبق مل سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جو انسان خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ابتداء سے کام کرے گا اُس کا انتہاء اچھا ہو گا۔ اور دوم یہ کہ اگر کسی کے لئے لیلۃ القدر کی حالت پیدا نہیں ہوتی تو معلوم ہو گا اُس کا پہلا زمانہ بظاہر اچھا معلوم ہوتا تھا اور وہ اچھے کام کرتا نظر آتا تھا مگر اس میں کچھ ایسے نقص تھے کہ جن کی وجہ سے اُس کی خدمات قبول نہ ہوئیں اور خدا تعالیٰ نے اس کے اعمال کے تسلسل کو جاری نہ رہنے دیا۔

ان دو سبقوں کے ماتحت دوستوں کو صرف رمضان میں ہی نہیں اور رمضان کے آخری عشرہ میں ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی لیلیۃ القدر کو تلاش کرنا چاہئے۔ اور اپنی زندگی کے آخری عشرہ کے لئے ایسے سامان مہیا کرنے چاہئیں کہ انہیں لیلیۃ القدر کے فیوض حاصل ہو سکیں... یہی سبق ہے جو خدا تعالیٰ لیلیۃ القدر سے مومنوں کو دیتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم رمضان کی لیلیۃ القدر سے بھی فائدہ اٹھائیں اور انسان کی زندگی کی جو لیلیۃ القدر ہوتی ہے اُس سے بھی مستفیض ہوں۔ ہم خدا تعالیٰ کی گود میں ہوں اور ہمارا آخری انجام اسی طرح ہو جس طرح لیلیۃ القدر کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے۔“

(الفضل 13 اپریل 1922ء)

### 3۔ دل اسی کا خوش ہو سکتا ہے جس کو اس کا خدا مل جائے

”عید اسی کی ہے جس کا دل خوش ہو اور دل اسی کا خوش ہو سکتا ہے جس کو اس کا خدا مل جائے یا اس کے حصول کے ذرائع مل گئے ہوں۔ اور جو خدا کے انعام کا وارث ہوتا ہے دنیا اس کو دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کے عبد کے لئے کوئی رنج نہیں وہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں خدا اس سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔ یہ عید اس کے لئے خدا کی رضا کے لئے نشان ہو جاتی ہے خدا کے فرشتے اس کے محافظ اور پہرہ دار ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی ہی عید نصیب کرے۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 69-70۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 30 جون 1919ء)

### 4۔ رمضان کلام الہی کو یاد کرانے کا مہینہ

”رمضان کلام الہی کو یاد کرانے کا مہینہ ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے۔ اور اسی وجہ سے ہم بھی اس مہینہ میں درس قرآن کا انتظام کرتے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کریں۔ اور قرآن کریم کے معانی پر غور کیا کریں تاکہ ان کے اندر قربانی کی روح پیدا ہو جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔“

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ سورۃ البقرہ زیر آیت 186)

## 5- شوال کے روزے

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینے میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کے بھی رکھ سکتے ہیں۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 71)

## ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

## 1- سہام اللیل (دعاؤں) رضاء الہی کی تلاش

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان میں روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم سہام اللیل (دعاؤں) کے پھلوں کو تیز کرو اور اپنے مطلوب (رضاء الہی) کی تلاش میں نکلو۔ پیاس اور بھوک کو برداشت کرو اور بے خوابی کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھو۔ کیونکہ یہ ایسا برکتوں والا مہینہ ہے کہ جس میں قرآن کریم جیسا کلام الہی نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں سے جو شخص بھی بلوغت، صحت اور حضر میں یہ ماہ پائے وہ اس کے روزے رکھے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 654-666)

## 2- رمضان میں جبرائیل کی آمد

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری نگاہ میں اس مہینے کی اتنی قدر ہے کہ میں ہر سال اس مہینہ میں جبرائیل کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر قرآن کریم کا دور کرے۔ پس ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ کتنی برکتیں ہیں جن کا تعلق اس مہینہ سے ہے اور تمہیں کس قدر کوشش کرنی چاہئے کہ تم ان برکات سے زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کر سکو۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 654-666)

## 3- آخری عشرہ میں مبارک رات کی تلاش کرنی چاہیے

”آخری دنوں کے متعلق بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اس عشرہ میں مسلمان کو اس رات کی تلاش کرنی چاہیے۔ تقدیر کی جس رات میں دعائیں قبول ہوں اور اسلام کے حق میں دنیا کی تقدیریں بدل دی جائے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 1006)

## 4- خدا تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے

”لیلتہ القدر میں جو دعائیں مانگی جائیں ان میں سے دو بنیادی اور انفرادی دعائیں استغفار اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرنا ہے۔ استغفار یعنی اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنا اور اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر پردہ پوشی کی درخواست کرنا اور خاتمہ بالخیر ہو جائے تو پھر پچھلی غلطیاں شمار نہیں ہوتیں۔ وہ سب معاف ہو جاتی ہیں۔ اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے اور اپنی رضا کی جنت ہمیں نصیب کرے۔“

(خطبہ جمعہ 14 جنوری 1966ء)

## 5- جمعۃ الوداع کی اہمیت

”غرض آخری جمعہ کی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ یہ رمضان کے مہینہ میں آخری جمعہ ہے جس کے بعد اس رمضان میں اور کوئی جمعہ نہیں اور جمعہ وہ دن ہے جس میں خاص طور پر دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ دیا گیا ہے اور ہمیں یہ کہا گیا کہ اس جمعہ میں تم اس معرفت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ شیطان کو ذکر اللہ کے رشتوں کے ساتھ باندھا جاتا ہے اور اسی سے رمضان میں شیطان کو باندھا گیا ہے کیونکہ اس میں ایسے

مواقع بہم پہنچائے گئے ہیں کہ انسان کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا اور اس کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ پس یہ آخری جمعہ ماہ رمضان میں آخری موقعہ ہے جب قبولیت دعا کی حالت میسر آتی ہے۔ یہ موقعہ ہے کہ تم خدا سے یہ دعا کرو کہ اے خدا! جس طرح تو ان دنوں میں ذکر اللہ کی ادائیگی کے سامان پیدا کرتا ہے اس طرح صرف رمضان میں ہی نہیں اور رمضان کے جمعوں میں ہی نہیں بلکہ سارا سال تو ہمیں یہ توفیق عطا کر کہ ہم ہر وقت تیرے ذکر میں مشغول رہنے والے ہوں۔“

(خطبہ جمعہ 19 اگست 1977ء)

### ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

#### 1۔ بچے اور نوافل

”ایک بات رمضان کے روزوں کے سلسلہ میں جو قادیان میں رائج دیکھی... وہ یہ تھی کہ روزہ شروع ہونے سے پہلے بچوں کو اُس وقت نہیں اٹھاتے تھے کہ صرف کھانے کا وقت رہ جائے بلکہ لازماً اتنی دیر پہلے اُٹھاتے تھے کہ کم از کم دو چار نوافل بچ پڑھ لے اور مائیں کھانا نہیں دیتی تھیں بچوں کو جب تک کہ پہلے وہ نفل سے فارغ نہ ہو جائیں۔“

(خطبہ جمعہ 30 مئی 1986ء)

#### 2۔ رمضان کا تہجد سے تعلق

”رمضان کے ساتھ تہجد کا بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ وہ روزے جو تہجد سے خالی ہیں وہ بالکل ادھورے اور بے معنی سے روزے ہیں۔ اس لئے بچوں کو خصوصیت کے ساتھ روزے کی تلقین کرنی چاہیے... قادیان میں... لازمی تھا کہ وہ ضرور پہلے نفل پڑھے“

(خطبہ جمعہ 22 اپریل 1988ء)

## 3- رمضان صبر کا مہینہ

”رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے کیونکہ اپنی خواہشات پر صبر کرنا ہے، اپنے عَصَّوں پر صبر کرنا ہے، نیکیوں پر جم کے بیٹھنا ہے۔ بدیوں کی طرف جو تحریک ہے اس کا مقابلہ کر کے رک جانا ہے۔ ان سب چیزوں کو صبر کہا جاتا ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 15 صفحہ 75)

## 4- لیلیۃ القدر کی تلاش

(قادیان میں) ”جب بھی رمضان کے آخری عشرہ میں ہم داخل ہوا کرتے تھے تو بعض راتوں کے متعلق آپس میں گفتگو ہوا کرتی تھی اور اپنے تجارب بیان کئے جاتے تھے تو ان معنوں میں جو ہمارا تجربہ ہے اس کی رو سے اکثر راتیں 27 ہی کو ہوا کرتی تھیں جن کے متعلق عموماً یہ مشاہدہ تھا کہ وہ لیلیۃ القدر سے ملتے جلتے اثرات ظاہر کر گئی ہیں۔ چنانچہ دلوں میں دعا کے لئے غیر معمولی تحریک پیدا ہوتی تھی۔“

(الفضل 19 اپریل 1991ء)

## 5- شوال کے روزے

”عید کے بعد جو نفلی روزے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کئے تھے اور جن لوگوں کو توفیق رکھنے کی ہو ان کو رکھنے چاہئیں۔ اس سے ان کی ایک قسم کی وصیت ادا ہو جاتی ہے کیونکہ 30 روزے میں 6 اور ڈال لو تو چھتیس بن گئے اور سال کے 360 دن اور 36 روزے یہ ان کی گویا وصیت ہو گئی تو بدن کی بھی وصیت ہو جاتی ہے۔ اس پہلو سے جو رکھ سکتے ہیں جن کو توفیق ہے وہ رکھیں شوق سے بعضوں کو رمضان میں ہی مشکل ہوتی ہے اور ان کے لئے زائد روزے رکھنا طبیعت کے لحاظ سے یا بیماری کے لحاظ سے آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کو اجازت ہے وہ پیشک نہ رکھیں۔“

(لجنہ سے ملاقات، الفضل 8 مئی 2000ء)

## ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سامعین کرام! اب خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ حضور انور فرماتے ہیں:

### 1- روزے کی فضیلت

”نصر بن شیبان کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے کہا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا: ہاں! مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے رکھنا فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا ہے۔ پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اس میں روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہو۔ یعنی بالکل معصوم ہو جاتا ہے۔“

اللہ کرے کہ ہم اس رمضان میں اسی طرح پاک ہو کر اور معصوم ہو کر نکلیں اور پھر یہ پاک تبدیلیاں بھی ہماری زندگیوں کا ہمیشہ حصہ بن جائیں۔“

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2005ء)

### 2- آخری عشرہ میں خصوصی عبادات

”جن کو اس رمضان کے گزرے ہوئے دنوں میں دعاؤں کا موقع ملا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کا موقع ملا ہے، اس کی رضا کی راہوں پر چلنے کا موقع ملا ہے یا جن کو اپنی شامت اعمال کی وجہ سے گزرے ہوئے دنوں کی برکات سے فیضیاب ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت دل میں پیدا کرتے ہوئے ان آخری دنوں کی برکات سے فیض اٹھاتے ہوئے، دعاؤں کرتے ہوئے، خدا تعالیٰ کا فضل مانگتے ہوئے ان بقیہ دنوں کے فیض سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور یہ دن جو ہیں ان کو دعاؤں میں گزارنا چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ 28 اکتوبر 2005ء)

### 3۔ رمضان کا مقصد۔ تقویٰ پیدا کرنا اور تقویٰ میں ترقی کرنا

”یہ روزے جو فرض کئے گئے ہیں ان کا مقصد تقویٰ ہے۔ پہلے مذاہب میں بھی جو روزے فرض کئے گئے تھے تو اس کا مقصد بھی تقویٰ تھا۔ آج ان مذاہب کے ماننے والوں کے پاس نہ ان کی تعلیم اصل حالت میں ہے اور نہ اس پر عمل ہے اور نہ ہی پھر ان میں تقویٰ ہے۔ لیکن اسلام ایک دائمی مذہب ہے۔ تاقیامت رہنے والا مذہب ہے۔ اس کی تعلیم دائمی ہے اور قرآن کریم دنیا کے ہر کونے میں آج اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے اور تقویٰ پر چلنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔ ان کے لئے ایک رہنمائی ہے۔ اس کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہمیشہ تقویٰ پر چلنے والے ہوں گے اور پھر آخری زمانے میں ہماری اصلاح اور قرآن کریم کی اشاعت اور اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلانے اور راستے دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور ہمیں آپ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ پس ہم احمدیوں کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ روزے کی حقیقت کو سمجھیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو رمضان کا مقصد ہے۔ یعنی تقویٰ پیدا کرنا اور تقویٰ میں ترقی کرنا۔“

(خطبہ جمعہ 18 مئی 2018ء)

### 4۔ درود کی طرف زیادہ توجہ اور اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں

”پس درود کا حقیقی ادراک اگر کسی نے آج دنیا کو دینا ہے تو ہم احمدیوں نے دینا ہے۔ اس لیے اس رمضان میں جہاں درود کی طرف زیادہ توجہ دیں وہاں اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں جو اس درود کی قبولیت کے لیے ضروری ہیں اور اگر یہ قبول ہو جائے تو انسان کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے، اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس کی روحانی حالت بہتر ہوتی ہے، عشق رسول میں حقیقی ترقی ہو کر انسان اللہ تعالیٰ کا حقیقی قرب پاتا ہے اور حقیقی درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر پھر ان کی امت کی ترقی کے سامان کر رہا ہوتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 30 اپریل 2021ء)

## 5- رمضان کا دعاؤں سے تعلق

”اے مسیح محمدی کے غلامو! آپ کے درخت وجود کی سرسبز شاخو! اے وہ لوگو! جن کو اللہ تعالیٰ نے رُشد و ہدایت کے راستے دکھائے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں قوم کے ظلم کی وجہ سے مظلومیت کے دن گزار رہے ہو اور مظلوم کی دعائیں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہت سنتا ہوں، تمہیں خدا تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ اس رمضان کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوتے ہوئے اور ان تمام باتوں کا حوالہ دیتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور دُعاؤں میں گزار دو... خدا تعالیٰ کے حضور اپنے سجدوں اور دُعاؤں سے نئے راستے متعین کرنے والا رمضان بنا دو۔ اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والا رمضان بنا دو۔ اپنی آنکھ کے پانی سے وہ طغیانیاں پیدا کرو جو دشمن کو اپنے تمام حربوں سمیت خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں۔ اپنی دُعاؤں میں وہ ارتعاش پیدا کرو جو خدا تعالیٰ کی محبت کو جذب کرتی چلی جائے کیونکہ مسیح محمدی کی کامیابی کار از صرف اور صرف دُعاؤں میں ہے۔

خدا تعالیٰ جو ان دنوں میں ساتویں آسمان سے نیچے اترتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی آغوش میں لے لے اور اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے وعدے ہم اپنی زندگیوں میں پورے ہوتے ہوئے دیکھ لیں۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین“

(خطبہ جمعہ 5 ستمبر 2008ء)

(بتعاون: زاہد محمود)



﴿مشاہدات-1089﴾

﴿3﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

حدیث میں آتا ہے کہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا تَقُولُوا رَمَضَانَ فَإِنَّ رَمَضَانَ إِسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ

اللَّهِ وَلَكِنْ قُولُوا شَهْرُ رَمَضَانَ

(السنن الکبریٰ بیہقی جلد 4 صفحہ 339 کتاب الصیام، حدیث نمبر 7904)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کو رمضان نہ کہا کرو کیونکہ رمضان، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے بلکہ رمضان کو ماہ رمضان کہا کرو۔

رمضان کی اہمیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ظاہر ہے کہ آپ نے شعبان کے آخری روز صحابہ کی طرف اپنا رخ مبارک کر کے ایک خطاب فرمایا۔ جس کے آغاز میں آپ نے فرمایا کہ تم پر ایک ایسا عظمت اور شان والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے جو بہت برکتوں کا مہینہ ہے۔

(مشکوٰۃ، کتاب الصوم)

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو

اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

سامعین! عبادات میں روزہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کم کھانے اور بھوک برداشت کرنے کو روحانی ترقی کرنے کے لئے ہمیشہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب میں کسی نہ کسی صورت میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ تمام اُمتیں روزہ سے برکتیں حاصل کرتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کی اہمیت ہر مذہب و ملت میں تسلیم کی گئی ہے۔ تاہم دین اسلام نے اسے ایک کامل اور برتر شکل میں پیش کیا ہے اور اسے نفس کی قربانی کا ایک مکمل ذریعہ بنا دیا ہے۔ اسلامی روزہ میں انسان پو پھٹنے سے لے کر سورج غروب ہونے تک نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ نیز جنسی تعلقات سے مجتنب رہتا ہے۔ وہ اپنا وقت عبادت اور ذکرِ الہی میں صرف کرتا ہے۔ ہر بالغ اور عاقل کو رمضان کا پورا مہینہ لگاتار روزے رکھنے کا حکم ہے۔ جو لوگ بیمار ہوں یا سفر پر ہوں ان کے لئے ارشاد ہے کہ وہ اس دوران روزہ نہ رکھیں اور بعد میں ان چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی پوری کر لیں۔ ایسے لوگ جو دائم المرلیض ہوں یا بہت بوڑھے اور کمزور ہونے کی وجہ سے روزہ کی طاقت ہی نہ رکھتے ہوں ان کے لئے روزہ نہیں وہ فدیہ ادا کر دیں یعنی حسب توفیق ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

رمضان کے مہینہ کو عبادات کے لحاظ سے بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں روزہ اور دیگر عبادات کا خاص اہتمام فرماتے اور صحابہؓ کو بھی اس طرف توجہ دلاتے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہو اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان میں عبادت بجالاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ نیز ایک حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ **الصَّوْمُ رِيٌّ وَأَنَا أَجْزَى بِهِ** (صحیح بخاری کتاب الصوم) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ صرف میرے لئے رکھا جاتا ہے اور اس کی جزا خود میری ذات ہے۔ گویا بندہ کو اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب نصیب ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات ایک بدیہی حقیقت بن کر اس کے سامنے آ جاتی ہے۔ ایک روزہ دار لوگوں کی نظروں سے دور گھر میں تنہا بیٹھا ہوتا ہے۔ انتہائی گرم موسم میں عمدہ اور ٹھنڈے مشروب اس کے پاس پڑے ہوتے ہیں۔ لذیذ کھانے اسے میسر ہوتے ہیں۔ ان کی خوشگوار خوشبوئیں اس کی اشتہا کو تیز کر رہی ہوتی ہیں۔ کوئی دیکھنے والا بھی پاس نہیں ہوتا لیکن یہ خدا کا بندہ سخت پیاس اور بھوک کے باوجود نہ پانی کا ایک قطرہ اپنے حلق میں اتارتا ہے اور نہ میسر کھانے کا ایک ترنوالہ

اپنے ناقہ زدہ منہ میں ڈالتا ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ اپنے خالق و مالک کے حکم کے مطابق اپنا روزہ پورا کر رہا ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ روزہ صرف خدا کے لئے رکھا جاتا ہے اور اسی لئے اس کی جزا بھی وہ خاص طور پر خود دیتا ہے۔ پس روزہ روحانی ترقی کے لئے ایک خاص عبادت ہے لیکن اس کا پورا فائدہ انسان تب ہی حاصل کر سکتا ہے جب وہ اسے پوری شرائط اور شریعت کی تعلیم کے مطابق محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے بجلائے۔ بعض لوگ اس سلسلہ میں افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ کچھ تن آسان تو اس سے بچنے کی راہیں ڈھونڈنے لگتے ہیں اور کچھ اپنے زور بازو سے خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اصل بات خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے نہ کہ اپنی قوت برداشت کا اظہار۔ روزہ کے بارہ میں افراط و تفریط سے پاک دین کی صحیح تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات، فرمودات اور رشتات میں ملتی ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حکم و عدل بنا کر مبعوث فرمایا۔

آہیں! آپ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

رمضان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رمضان کا لفظ رمض سے نکلا ہے جس کے معنی عربی زبان میں جلن اور سوزش کے ہیں۔ رمضان اس مہینہ کا اسلامی نام ہے۔ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں اس مہینہ کو ناتیق کہا جاتا تھا۔ رمضان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

”رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے، دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینہ میں آیا اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔“

(الحکم 24 جولائی 1901ء، صفحہ 2، فتاویٰ حضرت مسیح موعود صفحہ 141-142)



ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے، دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلیٰ اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے، انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102۔ ایڈیشن 1988ء)

نماز اور روزے کا فلسفہ۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

”روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں۔ مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جو گیوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی شامل نہیں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 292۔ 293)

پھر آپؐ فرماتے ہیں:

”صلوٰۃ کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس کے بعد روزے کی عبادت ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بعض مسلمان کہلانے والے ایسے بھی ہیں جو کہ ان عبادات میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے آگاہ نہیں ہیں۔ تزکیہ نفس کے واسطے یہ عبادات لازمی پڑی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ جس عالم میں داخل نہیں ہوئے اس کے معاملات میں بیہودہ دخل دیتے ہیں اور جس ملک کی انہوں نے سیر نہیں کی اس کی اصلاح کے واسطے جھوٹی تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ اُن کی عمریں دنیوی دھندوں میں گزرتی ہیں۔ دینی معاملات کی اُن کو کچھ خبر ہی نہیں۔ کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیہ نفس کے واسطے ضروری ہے۔ اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بالکل ابدی زندگی کا خیال

چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الہی کا نازل کرنا ہے۔ مگر روزہ دار کو خیال رکھنا چاہئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتّل الی اللہ حاصل کرنا چاہئے۔ بد نصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قوی تیز ہوتے ہیں۔ خدا سے فیضیاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں۔“

(تقاریر جلسہ سالانہ 1906ء صفحہ 20)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے۔ انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102، ایڈیشن 2003ء)

روزہ اور رمضان۔ فرمایا:

”اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو اور ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

پھر فرمایا:

”خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حج اور اسلامی دشمن کا ردّ اور دفع خواہ وہ سینفی ہو خواہ قلمی ہو۔ یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں۔ یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزے کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔“

(ملفوظات جلد دوم، جدید ایڈیشن صفحہ 433)

پھر فرماتے ہیں:

”اگر خدا چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس روزہ کی فرضیت نے قید میں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں تو مجھے محروم نہ رکھ تو خدا سے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جاوے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا مدائرت پر ہے مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے نے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا۔ ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کی کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق حال ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدا کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اُس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور اس کا

منتظر میں تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جیسے اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان وسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہے۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان خدا چاہے تو اُس کے رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل ہی نہ رکھے مگر خدا اُس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاق سے رکھتا ہے خدا جانتا ہے کہ اُس کے دل میں درد ہے اور خدا اُسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جو انسان تا دیلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ 3039-310)

رمضان کے روزے فرض ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔

”کُتِبَ سے فرضی روزے مراد ہیں۔“

(الحکم مؤرخہ 24 فروری 1907ء، صفحہ 14)

”تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں مگر جو تم میں سے بیمار یا سفر پر ہو وہ اتنے روزے پھر رکھے۔“

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 336)

فرض روزہ کے سلسلہ میں اپنا طریق عمل واضح کرتے ہوئے حضورؐ فرماتے ہیں:

”میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔“

(الحکم مؤرخہ 24 جنوری 1901ء بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود سورۃ البقرہ صفحہ 258)

روزہ رکھنا اور والدین کی خدمت کرنا۔ فرمایا:

”حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ بخشے نہ

گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔“

(فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صفحہ 146-147)

روزہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ فرمایا۔

”روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 102 ایڈیشن 2003ء)

نیز فرمایا:

”کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیہ نفس کے واسطے ضروری ہے۔ اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتتا۔ بالکل ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الہی کا نازل کرنا ہے۔ مگر روزہ دار کو خیال رکھنا چاہئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اُس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قوی تیز ہوتے ہیں۔ خدا سے فیضیاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں۔“

(تقاریر جلسہ سالانہ 1906ء صفحہ 20-21)

تاثرات روزہ و حضرت مسیح موعود کا التزام صوم۔ فرمایا:

”ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ مہتمم پیک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کیلئے رکھنا سنتِ خاندانِ نبوت ہے، اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنتِ اہل بیت رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو خفی طور پر بجالانا بہتر ہے۔ پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو، جن کو میں نے

پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کیلئے تاکید کر دی تھی، دے دیتا تھا اور اس طرح تمام دن روزہ میں گزارتا اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کو کسی کو خبر نہ تھی اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پرکھے۔ چنانچہ بعض گزشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گزر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ عظیم اللہ کو مع حسین و علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستاں طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سبز اور بعض سرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں میلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی۔ یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔ غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے وہ انواع اقسام کے مکاشفات تھے۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 197-199 حاشیہ)

اور فرمایا:

”جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے کشف میں ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔ اس طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں خدا ان کو دوسری مشقت میں

ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقّت میں پڑتے ہیں اُن کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا اُس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اُس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے اور خدا کی شفقت جنت۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں خود کرنا چاہتا ہے اسے تو وہ خدا آگ سے بچاتا ہے اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں پیش آوے اس کا انکار نہ کرے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمت کی فکر میں خود لگتے تو وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظتِ الہی کا یہی سر ہے۔“

(الحکم نمبر 44 جلد 6 مورخہ 10 / دسمبر 1902ء صفحہ 9)

### دعاؤں کا مہینہ ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ  
”رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، دعاؤں کا مہینہ ہے۔“

(الحکم 24 / جنوری 1901ء)

آپ علیہ السلام رمضان کے ابتدائی روزوں میں سیر نہ کرتے

کیم دسمبر 1902ء بروز دوشنبہ (بوقت سیر) حضرت مسیح موعودؑ حسب معمول سیر کے لیے تشریف لائے تو آتے ہی فرمایا: ”آج ہی کے دن سیر ہے کل سے ان شاء اللہ روزہ شروع ہو گا تو چار پانچ دن تک سیر بند رہے گی تاکہ طبیعت روزے کی عادی ہو جائے اور تکلیف محسوس نہ ہو۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 555)

نماز و روزہ کا اثر روح و جسم پر۔ فرمایا:

”بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ خدا کو ہماری نمازوں کی کیا حاجت ہے۔ اے نادانو! خدا کو حاجت نہیں مگر تم کو تو حاجت ہے کہ خدا تمہاری طرف توجہ کرے۔ خدا کی توجہ سے بگڑے ہوئے کام سب درست ہو جاتے ہیں۔ نماز ہزاروں خطاؤں کو دور کر دیتی ہے اور ذریعہ حصول قرب الہی ہے... روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزہ کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتی ہے۔ اس واسطے

وہ افضل ہے۔ روزے سے کثوف پیدا ہوتے ہیں مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جو گیوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی شامل نہیں۔“

(فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صفحہ 33)

نیز فرمایا:

”بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز روزہ کی وجہ سے برکات حاصل نہیں ہوتے۔ وہ غلط کہتے ہیں۔ نماز روزہ کے برکات اور ثمرات ملتے ہیں اور اسی دنیا میں ملتے ہیں۔ لیکن نماز روزہ اور دوسری عبادات کو اس مقام اور جگہ تک پہنچانا چاہیے جہاں وہ برکات دیتے ہیں۔ صحابہ کا سارنگ پیدا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور سچی اتباع کرو۔ پھر معلوم ہو گا کہ کیا کیا برکات ملتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 210)

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا کرتا رہے جنہوں نے قرآن اور احادیث کی روشنی میں علم و معرفت کا لامحدود خزانہ ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے قیامت تک چھوڑا ہے جن پر عمل کرنے کے طفیل ہم اللہ تعالیٰ سے جنت کی امید رکھتے ہیں۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود اور مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1090﴾

﴿4﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ خالص میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب التوحید)

ہر	اک	عاشق	نے	ہے	اک	بُت	بنایا
ہمارے	دل	میں	یہ	دلبر	سما	سما	
وہی	آرام	جاں	اور	دل	کو	بھایا	
وہی	جس	کو	کہیں	رَبُّ	البر	ایا	

### روایت ہلال

”خدائے تعالیٰ نے احکام دین سہل و آسان کرنے کی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقتوں اور پیچیدہ باتوں میں نہیں ڈالا مثلاً روزہ رکھنے کیلئے یہ حکم نہیں دیا کہ تم جب تک قواعد ظنیہ نجوم کے روسے یہ معلوم نہ کرو کہ چاند اتنیس کا ہو گا یا تیس کا۔ تب تک روایت کا ہر گز اعتبار نہ کرو اور آنکھیں بند رکھو کیونکہ ظاہر ہے کہ خواہ نحوہ اعمالِ دقیقہ نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا یہ ناحق

کا حرج اور تکلیف مالا یطاق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابوں کے لگانے میں بہت سی غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں سو یہ بڑی سیدھی بات اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منہم و ہیئت دان نہ رہیں اور چاند کے معلوم کرنے میں کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رویت پر مدار رکھیں صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھیں کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کریں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقت میں عند العقل رویت کو قیاسات ریاضیہ پر فوقیت ہے۔ آخر حکمائے یورپ نے بھی جب رویت کو زیادہ تر معتبر سمجھا تو اس نیک خیال کی وجہ سے بتائید قوت باصرہ طرح طرح کے آلات دور بینی و خورد بینی ایجاد کئے اور بذریعہ رویت تھوڑے ہی دنوں میں اجرام علوی و سفلی کے متعلق وہ صد اکتین معلوم کر لیں کہ جو ہندوؤں بچاروں کو اپنی قیاسی انگلوں سے ہزاروں برسوں میں بھی معلوم نہیں ہوئی تھیں اب آپ نے دیکھا کہ رویت میں کیا کیا برکتیں ہیں انہیں برکتوں کی بنیاد ڈالنے کے لئے خدائے تعالیٰ نے رویت کی ترغیب دی۔ ذرہ سوچ کر کے دیکھ لو کہ اگر اہل یورپ بھی رویت کو ہندوؤں کی طرح ایک ناچیز اور بے سود خیال کر کے اور صرف قیاسی حسابوں پر جو کسی اندھیری کو ٹھڑی میں بیٹھ کر لکھے گئے مدار رکھتے تو کیونکر یہ تازہ اور جدید معلومات چاند اور سورج اور نئے نئے ستاروں کی نسبت انہیں معلوم ہو جاتے سو کمزور ہم لکھتے ہیں کہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ رویت میں کیا کیا برکات ہیں اور انجام کار کیا کیا نیک نتائج اس سے نکلتے ہیں۔“

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 192-193)

**چاند دیکھنے میں غلطی ہو جائے تو کیا کریں؟**

سیالکوٹ سے ایک دوست نے دریافت کیا ہے کہ یہاں چاند منگل کی شام کو نہیں دیکھا گیا بلکہ بدھ کو دیکھا گیا ہے (جبکہ رمضان بدھ کو شروع ہو چکا تھا۔ ناقل) اس واسطے پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا تھا۔ اب ہم کو کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا:

”اس کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد ایک آوروزہ رکھنا چاہئے۔“

(بدر 31، اکتوبر 1907ء صفحہ 7، فقہ المصیح صفحہ 195)

## چاند دیکھنے کی گواہی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ماہ رمضان کا روزہ خود چاند دیکھ کر تو نہیں بعض غیر احمدیوں کی شہادت پر روزہ رکھ لیا اور اسی دن (ہم) قادیان قریباً ظہر کے وقت پہنچے اور یہ ذکر کیا کہ ہم نے روزہ رکھا ہوا ہے اور حضور علیہ السلام بھی مسجد میں تشریف لے آئے۔ اسی وقت احادیث کی کتابیں مسجد میں ہی منگوائی گئیں اور بڑی توجہ سے غور ہونا شروع ہو گیا کیونکہ قادیان میں اس روز روزہ نہیں رکھا ہوا تھا۔ اسی دوران میں ہم سے سوال ہوا کہ ”کیا چاند تم نے خود دیکھ کر روزہ رکھا ہے؟“ ہم نے عرض کیا کہ ”بعض غیر احمدیوں نے دیکھا تھا۔“ ہمارے اس فقرے کے کہنے پر کہ ”چاند غیر احمدیوں نے دیکھا تھا“ کتاب کو تہہ کر دیا اور فرمایا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ تم نے خود چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے۔ اس لئے تحقیقات شروع کی تھی۔“

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 265)

چاند دیکھنے کے بارے میں امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معمول کے بارے میں یوں ذکر ملتا ہے کہ

”یکم دسمبر 1902ء دربار شام: آج رمضان المبارک کا چاند دیکھا گیا بعد نماز مغرب خود حجت اللہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) ستقف مسجد پر روایت ہلال کے لئے تشریف لے گئے اور چاند دیکھا اور مسجد میں آکر فرمایا کہ رمضان گزشتہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل گیا ہے۔“

(الحکم نمبر 44 جلد 10، دسمبر 1902ء صفحہ 8)

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں رمضان کے روزے سردی کے موسم میں آتے رہے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر کرتے ہیں کہ مولوی شیر علی صاحب نے ان سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایسے زمانہ میں مبعوث فرمایا کہ رمضان کا مہینہ سردیوں میں آتا ہے اور روزے زیادہ جسمانی تکلیف کا موجب نہیں ہوتے اور ہم آسانی کے ساتھ رمضان میں بھی کام کر سکتے ہیں۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ان دنوں میں رمضان المبارک دسمبر میں آیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے اس زمانے کی جنتری کو دیکھا۔ حضرت مسیح

موجود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیحیت کا دعویٰ 1891ء میں فرمایا تھا اور 1891ء میں رمضان کا مہینہ 11 اپریل کو شروع ہوا تھا۔ گویا یہ رمضان کے مہینے کے لئے موسم سرما میں داخل ہونے کی ابتداء تھی۔ چنانچہ 1892ء میں رمضان کے مہینے کی ابتداء 31 مارچ کو ہوئی اور 1893ء میں 20 مارچ کو ہوئی اور اس کے بعد رمضان کا مہینہ ہر سال زیادہ سردیوں کے دنوں میں آتا گیا اور جب 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو اس سال رمضان کے مہینے کی ابتداء یکم اکتوبر کو ہوئی تھی۔ اس طرح گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ تمام ایسی حالت میں گزرا کہ رمضان کے روزے سردی کے موسم میں آتے رہے۔ خدا تعالیٰ کا ایک فضل تھا جو اس کی تقدیر عام کے ماتحت وقوع میں آیا اور جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نکتہ شناس طبیعت نے خدا کا ایک احسان سمجھ کر اپنے اندر شکر گزاری کے جذبات پیدا کئے۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 372-373 روایت 419)

### رمضان المبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مصروفیات

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب سورج گرہن اور چاند گرہن رمضان میں واقع ہوئے تو غالباً 1894ء تھا۔ میں قادیان میں سورج گرہن کے دن نماز میں موجود تھا۔ مولوی محمد احسن صاحب امر وہی نے نماز پڑھائی تھی اور نماز میں شریک ہونے والے بے حد رورہے تھے۔ اس رمضان میں یہ حالت تھی کہ صبح دو بجے سے چوک احمدیہ میں چہل پہل ہو جاتی تھی اور اکثر گھروں اور بعض مسجد مبارک میں آ موجود ہوتے جہاں تہجد کی نماز ہوتی۔ سحری کھائی جاتی اور اول وقت صبح کی نماز ہوتی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تلاوت قرآن شریف ہوتی اور کوئی آٹھ بجے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کو تشریف لے جاتے۔ سب خدام ساتھ ہوتے۔ یہ سلسلہ کوئی 11-12 بجے ختم ہوتا۔ اس کے بعد ظہر کی اذان ہوتی اور ایک بجے سے پہلے نماز ظہر ختم ہو جاتی اور پھر نماز عصر بھی اپنے اول وقت میں پڑھی جاتی۔ بس عصر اور مغرب کے درمیان فرصت کا وقت ملتا تھا۔ مغرب کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر آٹھ ساڑھے آٹھ

بچے نماز عشاء ختم ہو جاتی اور ایسا ہوا کا عالم ہوتا ہے گویا کوئی آباد نہیں۔ مگر دو بجے صبح سب بیدار ہوتے اور چہل پہل ہو جاتی۔“

(سیرت المہدی حصہ چہارم صفحہ 40-41 روایت نمبر 1042)

### رمضان اور شوق عبادت نیز نفلی روزے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم اے تحریر فرماتے ہیں:

”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود اپنی جوانی کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں مجھے معلوم ہوا یا فرمایا اشارہ ہوا کہ اس راہ میں ترقی کرنے کے لئے روزے رکھنے بھی ضروری ہیں۔ فرماتے تھے پھر میں نے چھ ماہ لگاتار روزے رکھے اور گھر میں یا باہر کسی شخص کو معلوم نہ تھا کہ میں روزہ رکھتا ہوں۔ صبح کا کھانا جب گھر سے آتا تھا تو میں کسی حاجت مند کو دے دیتا تھا اور شام کا خود کھا لیتا تھا۔ میں نے حضرت والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ آخر عمر میں بھی آپ نفلی روزے رکھتے تھے یا نہیں۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ آخر عمر میں بھی آپ روزے رکھا کرتے تھے۔ خصوصاً شوال کے چھ روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے۔ اور جب کبھی آپ کو کسی خاص کام کے متعلق دعا کرنا ہوتی تھی تو آپ روزہ رکھتے۔ ہاں مگر آخری دو تین سالوں میں بوجہ ضعف و کمزوری رمضان کے روزے بھی نہیں رکھ سکتے تھے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ کتاب البریہ میں حضرت صاحب نے روزوں کا زمانہ آٹھ ماہ بیان کیا ہے۔“

(سیرت المہدی، جلد 1 روایت نمبر 18 صفحہ 14)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینے میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار

ہو جائیں کہ سوائے اُن کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں۔ چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔

(الفضل 8 جون 1922ء صفحہ 7)

### حضورؐ کی سحری

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ”سحری آپ ہمیشہ گھر میں ہی تناول فرماتے تھے اور ایک دو موجودہ آدمیوں کے ساتھ یا تنہا۔ سوائے گھر کے باہر جب کبھی آپ کھانا کھاتے تو آپ کسی کے ساتھ نہ کھاتے تھے یہ آپ کا حکم نہ تھا مگر خدام آپ کو عزت کی وجہ سے ہمیشہ الگ ہی برتن میں کھانا پیش کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اور مہمان بھی سوائے کسی خاص وقت کے الگ الگ ہی برتنوں میں کھایا کرتے تھے... رمضان کی سحری کیلئے آپ کے لئے سالن یا مرغی کی ایک ران اور فرنی عام طور پر ہو کرتے تھے اور سادہ روٹی کے بجائے ایک پراٹھا ہو کرتا تھا۔ اگرچہ آپ اُس میں سے تھوڑا سا ہی کھاتے تھے۔“

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 421-422 روایت نمبر 447)

### سحری میں تاخیر

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ منشی ظفر احمد صاحبؒ کپور تھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ

”میں قادیان میں مسجد مبارک سے ملحق کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔ میں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے۔ دیکھ کر فرمایا۔ آپ دال سے روٹی کھاتے ہیں؟ اور اسی وقت منتظم کو بلوایا اور فرمانے لگے کہ آپ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں؟ یہاں ہمارے جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں نہیں۔ ہر ایک سے معلوم کرو کہ اُن کو کیا کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری کو کیا کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ ویسا ہی کھانا ان کے لئے تیار کیا جائے۔ پھر منتظم میرے لئے اور کھانا لایا مگر میں کھانا کھا چکا تھا اور اذان بھی ہو گئی تھی۔ حضور نے فرمایا کھالو۔ اذان جلد دی گئی ہے اُس کا خیال نہ کرو۔“

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 127)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ

”1895ء میں مجھے تمام ماہ رمضان قادیان میں گزارنے کا اتفاق ہوا اور میں نے تمام مہینہ حضرت صاحب کے پیچھے نماز تہجد یعنی تراویح ادا کی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ تراویح شب میں پڑھ لیتے تھے اور نماز تہجد آٹھ رکعت دو رکعت کر کے آخر شب میں ادا فرماتے تھے۔ جس میں آپ ہمیشہ پہلی رکعت میں آیت الکرسی تلاوت فرماتے تھے یعنی اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ تک اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص کی قراءت فرماتے تھے اور رکوع و سجود میں یا حییٰ یا قیوم بِرَحْمَتِكَ اسْتَغِيثُ اکثر پڑھتے تھے۔ اور ایسی آواز سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آواز میں سن سکتا تھا نیز آپ ہمیشہ سحری نماز تہجد کے بعد کھاتے تھے اور اس میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ بعض دفعہ کھاتے کھاتے اذان ہو جاتی تھی اور آپ بعض اوقات اذان کے ختم ہونے تک کھانا کھاتے رہتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ دراصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جب تک صبح صادق افق مشرق سے نمودار نہ ہو جائے سحری کھانا جائز ہے اذان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ صبح کی اذان کا وقت بھی صبح صادق کے ظاہر ہونے پر مقرر ہے۔ اس لئے لوگ عموماً سحری کی حد اذان ہونے کو سمجھ لیتے ہیں۔ قادیان میں چونکہ صبح کی اذان صبح صادق کے پھوٹنے ہی ہو جاتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ بعض اوقات غلطی اور بے احتیاطی سے اس سے بھی قبل ہو جاتی ہو۔ اس لئے ایسے موقعوں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اذان کا چنداں خیال نہ فرماتے تھے اور صبح صادق کے تین تک سحری کھاتے رہتے تھے اور دراصل شریعت کا منشاء بھی اس معاملہ میں یہ نہیں ہے کہ جب علمی اور حسابی طور پر صبح صادق کا آغاز ہو اس کے ساتھ ہی کھانا ترک کر دیا جاوے بلکہ منشاء یہ ہے کہ جب عام لوگوں کی نظر میں صبح کی سفیدی ظاہر ہو جاوے اس وقت کھانا چھوڑ دیا جاوے۔ چنانچہ تین کا لفظ اسی بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ حدیث میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کی اذان پر سحری نہ چھوڑا کرو بلکہ ابن مکتوم کی اذان تک بیشک کھاتے پیتے رہا کرو۔ کیونکہ ابن مکتوم نابینا تھے اور جب تک لوگوں میں شور نہ پڑ جاتا تھا کہ صبح ہو گئی ہے، صبح ہو گئی ہے اس وقت تک اذان نہ دیتے تھے۔“

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 295 تا 296)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ 1903ء کا ذکر ہے کہ میں اور ڈاکٹر صاحب مرحوم رڑکی سے آئے۔ چار دن کی رخصت تھی۔ حضور نے پوچھا: سفر میں تو روزہ نہیں تھا؟ ہم نے کہا نہیں۔ حضور نے ہمیں گلابی کمرہ رہنے کو دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا: ہم روزہ رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا ”بہت اچھا! آپ سفر میں ہیں۔“

ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ حضور! چند روز قیام کرنا ہے دل چاہتا ہے روزہ رکھوں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا! ہم آپ کو کشمیری پر اٹھے کھلائیں گے۔ ہم نے خیال کیا کشمیری پر اٹھے خدا جانے کیسے ہوں گے؟ جب سحری کا وقت ہوا اور ہم تہجد و نوافل سے فارغ ہوئے اور کھانا آیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود گلابی کمرے میں تشریف لائے۔ (جو کہ مکان کی ٹچلی منزل میں تھا) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مکان کی اوپر والی تیسری منزل پر رہا کرتے تھے۔ اُن کی بڑی اہلیہ کریم بی بی صاحبہ جن کو مولویانی کہا کرتے تھے، کشمیری تھیں اور پر اٹھے اچھے پکایا کرتی تھیں۔ حضور نے یہ پر اٹھے اُن سے ہمارے واسطے پکوائے تھے۔ پر اٹھے گرما گرم اوپر سے آتے تھے اور حضور علیہ السلام خود لے کر ہمارے آگے رکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اچھی طرح کھاؤ۔ مجھے تو شرم آتی تھی اور ڈاکٹر صاحب بھی شرمسار تھے مگر ہمارے دلوں پر جو اثر حضور کی شفقت اور عنایت کا تھا اس سے روئیں روئیں میں خوشی کا لرزہ پیدا ہو رہا تھا۔ اتنے میں اذان ہو گئی تو حضور نے فرمایا کہ اور کھاؤ، ابھی بہت وقت ہے۔ فرمایا: ”قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: كَلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرة: 188) اُس پر لوگ عمل نہیں کرتے۔ آپ کھائیں ابھی وقت بہت ہے۔ مؤذن نے وقت سے پہلے اذان دے دی ہے۔ جب تک ہم کھاتے رہے حضور کھڑے رہے اور ٹہلے رہے۔ ہر چند ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حضور تشریف رکھیں، میں خود خادمہ سے پر اٹھے پکڑ لوں گا یا میری بیوی لے لیں گی مگر حضور نے نہ مانا اور ہماری خاطر تواضع میں لگے رہے۔ اس کھانے میں عمدہ سالن اور دودھ سویاں وغیرہ کھانے بھی تھے۔

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 202-203)

## اصحاب کی دلداری

منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب میں قادیان میں تھا اور اوپر سے رمضان شریف آگیا۔ تو میں نے گھر آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں سارا رمضان یہیں رہیں۔ میں نے عرض کی۔ حضور ایک شرط ہے کہ حضور کے سامنے کا جو کھانا ہو وہ میرے لئے آجایا کرے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ دونوں وقت حضور برابر اپنے سامنے کا کھانا مجھے بھجواتے رہے۔ دوسرے لوگوں کو بھی یہ خبر ہو گئی اور وہ مجھ سے چھین لیتے تھے۔ یہ کھانا بہت سا ہوتا تھا کیونکہ حضور بہت کم کھاتے تھے اور بیشتر حصہ سامنے سے اسی طرح اٹھ کر آجاتا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 725-726)

شیخ کرم الہی صاحب پٹیالوی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ سخت سردیوں کے مہینے میں رمضان گزارنے کے لیے قادیان آئے اور مسجد مبارک سے متصل کمرے میں حکیم فضل الدین بھیروی کے ساتھ رہائش مل گئی۔ حضور علیہ السلام اسی کمرہ میں سے گزر کر نماز کے لیے تشریف لاتے تھے۔ شیخ کرم الہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ”ایک دفعہ سحری کے وقت دروازہ کھلا خاکسار سامنے بیٹھا تھا یہ دیکھ کر کہ حضرت صاحب دروازہ میں کھڑے ہیں تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ حضور نے اشارے سے اپنی طرف بلا لیا۔ میں جب آگے بڑھا تو دیکھا کہ حضور کے دونوں ہاتھوں میں دو چینی کے پیالے ہیں جن میں کبیر تھی حضور نے وہ دونوں پیالے خاکسار کو دیتے ہوئے فرمایا کہ جن احباب کے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں دیکھ کر ان کو پہنچا دو۔ میں نے وہ حکیم صاحب کے پیش کیے انہوں نے مسجد میں سے کسی کو طلب کر کے وہ پیالے ان احباب کو پہنچا دیے جن کے نام سیاہی سے لکھے ہوئے تھے اس کے بعد پھر دروازہ کھلا۔ پھر حضرت صاحب دو پیالے پکڑا گئے۔ وہ بھی جن کے نام کے تھے ان کو پہنچا دیے گئے۔ اس طرح حضرت صاحب خود دس گیارہ دفعہ پیالے لاتے رہے اور ہم ان اشخاص کو مہمان خانہ میں پہنچاتے رہے۔ آخری دفعہ میں جو دو پیالے حضور نے دیے ان میں سے ایک پر حکیم صاحب کا نام اور دوسرے پر میرا نام تحریر تھا حکیم صاحب نے کبیر کھا کر کہا کہ آج تو مسیح کا من و سلوی اتر آیا۔“

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ چہارم روایت نمبر 1088 صفحہ 69)

## سحری کے وقت احتیاط کی ایک مثال

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حافظ نور محمد صاحب ظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا کہ

”ایک دفعہ ماہ رمضان میں سحری کے وقت کسی شخص نے اصل وقت سے پہلے اذان دے دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں نے دودھ کا گلاس منہ کے قریب کیا ہی تھا کہ اذان کی آواز آئی۔ اس لئے وہ گلاس میں نے وہیں رکھ دیا۔ کسی شخص نے عرض کی۔ کہ حضور ابھی تو کھانے پینے کا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ بعد اذان کچھ کھایا جائے۔“

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ روایت اگر درست ہے تو حضور نے اس وقت اپنی ذات کے لئے یہ احتیاط برتی ہوگی۔ ورنہ حضور کا طریق یہی تھا کہ وقت کا شمار اذان سے نہیں بلکہ سحری کے نمودار ہونے سے فرماتے تھے۔ اور اُس میں بھی اس پہلو کو غلبہ دیتے تھے کہ فجر واضح طور پر ظاہر ہو جاوے۔ جیسا کہ قرآنی آیت کا منشاء ہے مگر بزرگوں کا قول ہے کہ فتویٰ اور ہے اور تقویٰ اور۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 520)

## بے خبری میں کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

خط سے سوال پیش ہوا کہ میں بوقت سحر بمہار رمضان اندر بیٹھا ہوا بے خبری سے کھاتا پیتا رہا۔ جب باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سفیدی ظاہر ہو گئی ہے۔ کیا وہ روزہ میرے اوپر رکھنا لازم ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلہ میں دوسرا روزہ لازم نہیں آتا۔“

(الحکم 24 فروری 1907 صفحہ 14)

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور میں نے کچھ کھاپی کر روزہ کی نیت کی۔ مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو گئی تھی۔ اب میں کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا۔ دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں صرف غلطی لگ گئی اور چند ممنوں کا فرق پڑ گیا۔

(البدن مؤرخہ 14 فروری 1907ء صفحہ 8)

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا کرتا رہے جنہوں نے قرآن اور احادیث کی روشنی میں علم و معرفت کا لامحدود خزانہ ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے قیامت تک چھوڑا ہے جن پر عمل کرنے کے طفیل ہم اللہ تعالیٰ سے جنت کی امید رکھتے ہیں۔  
اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود اور مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿5﴾

﴿مشاہدات-1091﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

طَعَامٌ مِّسْكِينٍ ۚ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۗ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185)

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کا ہجوم دیکھا جس میں ایک شخص پر سایہ کیا جا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب پوچھا تو عرض کی گئی کہ روزہ دار کو سایہ کیا جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جلال سے فرمایا ”كَيْفَ مَنِ الدِّيْرِ اَلصَّوْمُ فِي السَّفَرِ“ کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ (بخاری کتاب الصوم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود مسافر کا روزہ کھلوا دیا کرتے تھے۔

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے  
وہ جو رکھتے ہیں خدائے ذوالعجاب سے پیار

سامعین! سفر میں روزہ، حکم ہے اختیار نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ سفر کے لئے روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ:

”قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (البقرہ: 185) یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ اس میں امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو رکھے لے جس کا اختیار ہونہ رکھے۔ میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں اس لئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں مگر عِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔

اس پر مولوی نور الدین صاحب نے فرمایا کہ یوں بھی تو انسان کو مہینے میں کچھ روزے رکھنے چاہئیں۔ ہم اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت اقدس نے بھی فرمایا تھا کہ سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ اس کو اطاعت امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا۔ یہ غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نبی میں سچا ایمان ہے۔

(فقہ المسیح صفحہ 198-199)

دو تین کوس کے سفر میں بھی قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے۔ فرمایا

”میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں خواہ وہ دو تین کوس ہی ہو اُس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے۔ اِنَّمَا الْاِتِمَامُ بِالنَّيِّتِ لِبَعْضِ دَفْعِ هَمِّ دَوْدُو تَيْنِ تَيْنِ مِيلِ اِپْنِ دَوَسْتُوْنِ كِ سَاتْهُ سِيْر كِرْتِ هُوْنِ چلے جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں لیکن جب انسان اپنی گھڑی اٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو مسافر ہوتا ہے شریعت کی بنیاد دقت پر نہیں ہے جس کو تم عرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اُس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے۔“

(الحکم مؤرخہ 17 فروری 1901ء صفحہ 13۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ البقرہ، صفحہ 261)

### مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے

اللہ تعالیٰ نے مریض اور مسافر کو رخصت دی ہے کہ وہ مرض اور سفر کے دوران روزہ نہ رکھیں اور یہ گنتی دوسرے ایام میں پوری کر لیں۔ لوگ اس بحث میں پڑ جاتے ہیں کہ مرض کی کیا تعریف ہے اور سفر کی کیا حد ہے۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا... یعنی اگر تم مریض ہو یا کسی سفر قلیل یا کثیر پر ہو تو اسی قدر روزے اور دنوں میں رکھ لو۔ سو اللہ تعالیٰ نے سفر میں کوئی حد مقرر نہیں کی اور نہ احادیث نبوی میں حد پائی جاتی ہے بلکہ محاورہ عام میں جس قدر مسافت کا نام سفر رکھتے ہیں وہی سفر ہے ایک منزل (سے) جو کم حرکت ہو اس کو سفر نہیں کہا جاسکتا۔“

(مکتوبات۔ بنام حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود سورة البقرہ صفحہ 261)

### مسافر اور مریض روزہ نہ رکھیں

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معلوم کر کے کہ لاہور سے شیخ محمد چٹو آئے ہیں اور احباب بھی آئے ہیں۔ محض اپنے خلق عظیم کی بناء پر باہر نکلے۔ غرض یہ تھی کہ باہر سیر کو نکلیں گے۔ احباب سے ملاقات کی تقریب ہوگی۔ چونکہ پہلے سے لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت اقدس باہر تشریف لائیں گے اس لئے اکثر احباب چھوٹی مسجد میں موجود تھے۔ جب حضرت اقدس اپنے دروازے سے باہر آئے تو معمول کے موافق خدام پروانہ وار آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے شیخ صاحب کی طرف دیکھ کر بعد سلام مسنون فرمایا:

حضرت اقدس۔ آپ اچھی طرح سے ہیں؟ آپ تو ہمارے پر رانے ملنے والوں میں سے ہیں۔

بابا چٹو: شکر ہے۔

حضرت اقدس: (حکیم محمد حسین قریشی کو مخاطب کر کے) یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے کھانے، ٹھہرنے کا پورا انتظام کر دو۔ جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو اور میاں نجم الدین کو تاکید کر دو کہ ان کے کھانے کے لئے جو مناسب ہو اور پسند کریں وہ تیار کرے۔

حکیم محمد حسین: بہت اچھا حضور!۔ ان شاء اللہ! کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

حضرت اقدس: (بابا چٹو کو خطاب کر کے) آپ تو مسافر ہیں۔ روزہ تو نہیں رکھا ہو گا؟  
بابا چٹو: نہیں! مجھے تو روزہ ہے میں نے رکھ لیا ہے۔

حضرت اقدس: اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہیے۔ میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔ کیوں کہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (البقرہ: 185) اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔ میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔ چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں اور میں نے روزہ نہیں رکھا۔ چلنے پھرنے سے بیماری میں کچھ کمی ہوتی ہے اس لئے باہر جاؤں گا۔ کیا آپ بھی چلیں گے۔

بابا چٹو: نہیں! میں تو نہیں جاسکتا۔ آپ ہو آئیں۔ یہ حکم تو بے شک ہے مگر سفر میں کوئی تکلیف نہیں پھر کیوں روزہ نہ رکھا جاوے۔

حضرت اقدس: یہ تو آپ کی اپنی رائے ہے۔ قرآن شریف نے تو تکلیف یا عدم تکلیف کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اب آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ زندگی کا اعتبار کچھ نہیں۔ انسان کو وہ راہ اختیار کرنی چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاوے اور صراطِ مستقیم مل جاوے۔

بابا چٹو: میں تو اسی لئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ فائدہ اٹھاؤں۔ اگر یہی راہ سچی ہے تو ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت ہی میں مر جاویں۔

حضرت اقدس: ہاں یہ بہت عمدہ بات ہے۔ میں تھوڑی دور ہو آؤں۔ آپ آرام کریں۔  
(یہ کہہ کر حضرت اقدس سیر کو تشریف لے گئے۔)

(الحکم 31 جنوری 1907ء صفحہ 14)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے، مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

(فقہ المسیح صفحہ 199-201)

**ظہر کے وقت روزے کھلوادینے**

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ میاں رحمت اللہ صاحب ولد حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام لدھیانہ تشریف لائے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا.... ہم سب غوث گڑھ سے ہی روزہ رکھ کر لدھیانہ گئے تھے۔ حضور نے والد صاحب مرحوم سے خود دریافت فرمایا کسی اور سے معلوم ہوا (یہ مجھے یاد نہیں) کہ یہ سب غوث گڑھ سے آنے والے روزہ دار ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ میاں عبداللہ! خدا کا حکم جیسا روزہ رکھنے کا ہے ویسا ہی سفر میں نہ رکھنے کا ہے۔ آپ سب روزے افطار کر دیں۔ ظہر کے بعد کا یہ ذکر ہے۔

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 125)

**عصر کے بعد روزہ کھلوادیا**

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ آواکل زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں کوئی مہمان یہاں حضرت صاحب کے پاس آیا۔ اسے اس وقت روزہ تھا اور دن کا زیادہ حصہ گزر چکا تھا بلکہ شاید عصر کے بعد کا وقت تھا۔ حضرت صاحب نے اُسے فرمایا۔ آپ روزہ کھول دیں۔ اُس نے عرض کیا کہ اب تھوڑا سادان رہ گیا ہے۔ اب کیا کھولنا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ آپ سینہ زوری سے خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سینہ زوری

سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے۔ جب اُس نے فرمادیا ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھے تو نہیں رکھنا چاہیے۔ اس پر اُس نے روزہ کھول دیا۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 97)

### سفر میں روزہ رکھنے پر روزہ کھلوادیا

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی تحریر کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ میں اور حضرت منشی اروڑے خان صاحب اور حضرت خان صاحب محمد خاں صاحب لدھیانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ میں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور میرے رفقاء نے نہیں رکھا تھا۔ جب ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تھوڑا سا وقت غروب آفتاب میں باقی تھا۔ حضرت کو انہوں نے کہا کہ ظفر احمد نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت فوراً اندر تشریف لے گئے اور شربت کا ایک گلاس لے کر آئے اور فرمایا روزہ کھول دو۔ سفر میں روزہ نہیں چاہئے۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اور اس کے بعد بوجہ مقیم ہونے کے ہم روزہ رکھنے لگے۔ افطاری کے وقت حضرت اقدس خود تین گلاس ایک بڑے تھال میں رکھ کر لائے۔ ہم روزہ کھولنے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور منشی جی کو (منشی اروڑے خاں صاحب کو) ایک گلاس میں کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسکرائے اور جھٹ اندر تشریف لے گئے اور ایک بڑا لوٹا شربت کا بھر کر لائے اور منشی جی کو پلایا۔ منشی جی یہ سمجھ کر حضرت اقدس کے ہاتھ سے شربت پی رہا ہوں پیتے رہے اور ختم کر دیا۔

(روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 224 نیا ایڈیشن)

### سفر میں روزہ کھول دینا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میاں فضل محمد صاحب دکاندار محلہ دارالفضل نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ تھا اور اس کی ایک پیشی کے لئے موضع دھاریوال میں جانا پڑا۔ گرمی کا موسم تھا اور رمضان کا مہینہ تھا۔ بہت دوست اردگرد سے موضع دھاریوال میں گئے اور بہتوں نے روزے رکھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک مشہور سردار نے جو موضع کھنڈے میں مشہور سرداروں میں سے ہے حضور کی خدمت اقدس میں دعوت کا پیغام بھیجا۔

حضور نے دعوت منظور فرمائی۔ سردارنی نے بیٹھے چاول وغیرہ کی دعوت دی۔ بعض دوستوں نے حضور سے روزہ کے متعلق عرض کی۔ فرمایا سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔ چنانچہ اس وقت سب دوستوں نے روزے چھوڑ دیئے۔

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 303)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ لاہور سے کچھ احباب رمضان میں قادیان آئے۔ حضرت صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ مع کچھ ناشتہ کے ان سے ملنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ ان دوستوں نے عرض کیا کہ ہم سب روزے سے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

سفر میں روزہ ٹھیک نہیں اللہ تعالیٰ کی رخصت پر عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ ان کو ناشتہ کروا کے ان کے روزے تڑوادیئے۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 344-345 روایت 381)

سفر میں رخصت، ملامت کی پرواہ نہ کی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ ملک مولانا بخش صاحب پنشنر نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب ممبر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان شریف میں امرتسر میں تشریف لائے اور آپ کا لیکچر منڈوہ بابو گھنیا لعل (جس کا نام اب بندے ماترم پال ہے) میں ہوا۔ بوجہ سفر کے حضور کو روزہ نہ تھا لیکچر کے دوران مفتی فضل الرحمن صاحب نے چائے کی پیالی پیش کی۔ حضور نے توجہ نہ فرمائی پھر وہ اور آگے ہوئے۔ پھر بھی حضور مصروف لیکچر رہے۔ پھر مفتی صاحب نے پیالی بالکل قریب کر دی تو حضور نے لے کر چائے پی لی اس پر لوگوں نے شور مچا دیا۔ یہ ہے رمضان شریف کا احترام، روزے نہیں رکھتے اور بہت بکواس کرنا شروع کر دیا۔ لیکچر بند ہو گیا اور حضور پس پردہ ہو گئے۔ گاڑی دوسرے دروازے کے سامنے لائی گئی اور حضور اس میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے اینٹ پتھر وغیرہ مارنے شروع کئے اور بہت ہلڑ مچایا۔ گاڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا مگر حضور بخیر و عافیت قیام گاہ پر پہنچ گئے اور بعد میں سنا گیا کہ ایک غیر احمدی مولوی یہ کہتا تھا کہ ”آج لوکاں نے مرزے نوں نبی بنا دیا“۔ یہ

میں نے خود اس کے منہ سے نہیں سنا۔ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب کے ساتھ ہم باہر نکلے اور ان کی خدمت میں عرض کی کہ لوگ اینٹ پتھر مارتے ہیں۔ ذرا ٹھہر جائیں۔ تو آپ نے فرمایا وہ گیا جس کو مارتے تھے۔ مجھے کون مارتا ہے۔ چونکہ مفتی فضل الرحمن صاحب کے چائے پیش کرنے پر یہ سب گڑ بڑ ہوئی تھی۔ اس لئے سب آدمی ان کو کہتے تھے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ میں نے بھی ان کو ایسا کہا۔ وہ بیچارے تنگ آگئے اور بعد میں میاں عبدالخالق صاحب مرحوم احمدی نے مجھے بتلایا کہ جب یہ معاملہ حضور کے سامنے پیش ہوا کہ مفتی صاحب نے خواہ مخواہ لیکچر خراب کر دیا تو حضور نے فرمایا: مفتی صاحب نے کوئی بُرا کام نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے فعل سے اُس حکم کی اشاعت کا موقع پیدا کر دیا۔ پھر تو مفتی صاحب شیر ہو گئے۔

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 147)

مسافر کا حالت قیام میں روزہ رکھنا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

سوال پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزہ کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔ اُدھر الفضل میں میرا یہ اعلان شائع کیا گیا ہے کہ احمدی احباب جو سالانہ جلسہ پر آئیں وہ یہاں آکر روزے رکھ سکتے ہیں مگر جو نہ رکھیں اور بعد میں رکھیں ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔

اس کے متعلق اول تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا کوئی فتویٰ الفضل میں شائع نہیں ہوا۔ ہاں ایک فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا میری روایت سے چھپا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ زمانہ خلافت کے پہلے ایام میں ہمیں سفر میں روزہ رکھنے سے منع کیا کرتا تھا کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تھا کہ آپ مسافر کو روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا مرزا یعقوب بیگ صاحب رمضان میں آئے اور انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا لیکن عصر کے وقت جبکہ وہ آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہہ کر روزہ کھلوادیا کہ سفر میں روزہ رکھنا ناجائز

ہے۔ اس پر اتنی لمبی بحث اور گفتگو ہوئی کہ حضرت خلیفہ اول نے سمجھا کہ شاید کسی کو ٹھوکر لگ جائے۔ اس لئے آپ ابن عربی کا ایک حوالہ دوسرے دن تلاش کر کے لائے کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اس واقعہ کا مجھ پر یہ اثر تھا کہ میں سفر میں روزہ رکھنے سے روکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک رمضان میں مولوی عبداللہ صاحب سنوری یہاں رمضان گزارنے کے لئے آئے تو انہوں نے کہا۔ میں نے سنا ہے آپ باہر سے یہاں آنے والوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں مگر میری روایت ہے کہ یہاں ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے، یہاں ٹھہرنا ہے۔ اس دوران میں میں روزے رکھوں یا نہ رکھوں؟ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہاں آپ روزے رکھ سکتے ہیں کیونکہ قادیان احمدیوں کے لئے وطن ثانی ہے۔ گو مولوی عبداللہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے مقرب تھے مگر میں نے صرف ان کی روایت کو قبول نہ کیا اور لوگوں کی اس بارے میں شہادت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان کی رہائش کے ایام میں روزہ رکھنے کی اجازت دیتے تھے۔

البتہ آنے اور جانے کے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس وجہ سے مجھے پہلا خیال بدلنا پڑا۔ پھر جب اس دفعہ رمضان میں سالانہ جلسہ آنے والا تھا اور سوال اٹھا کہ آنے والوں کو روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں تو ایک صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب جلسہ رمضان میں آیا تو ہم نے خود مہمانوں کو سحری کھلائی تھی۔ ان حالات میں جب میں نے یہاں جلسہ پر آنے والوں کو روزہ رکھنے کی اجازت دی تو یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی فتویٰ ہے۔ پہلے علماء تو سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز قرار دیتے رہے ہیں اور آج کل کے سفر کو تو غیر احمدی مولوی سفر نہیں قرار دیتے، لیکن حضرت مسیح موعود نے سفر میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ پھر آپ نے ہی یہ بھی فرمایا کہ یہاں قادیان میں آکر روزہ رکھنا جائز ہے۔ اب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم آپ کا ایک فتویٰ تولے لیں اور دوسرا چھوڑ دیں۔

(الفضل 4، جنوری 1934ء صفحہ 3-4)

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

روزوں کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ  
 ”اگر کسی شخص نے ایک جگہ پر تین دن سے زائد اقامت کرنی ہو تو پھر وہ روزے رکھے اور اگر تین دن  
 سے کم اقامت کرنی ہو تو روزے نہ رکھے اور اگر قادیان میں کم دن ٹھہرنے کے باوجود روزے رکھ لے تو  
 پھر روزے دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔“

(فقہ المسیح صفحہ 205-208)

حضرت سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدد راسی نے اپنے کسی ضروری کام کے لیے مدراس واپس جانے کی اجازت  
 طلب کی کیونکہ ان کو واپسی کے لیے تار بھی آیا تھا۔ اس پر حضرت مسیح موعود نے فرمایا:  
 ”آپ کا اس مبارک مہینہ (رمضان) میں یہاں رہنا از بس ضروری ہے۔“  
 فرمایا:

”ہم آپ کے لئے وہ دعا کرنے کو تیار ہیں جس سے باذن اللہ پہاڑ بھی ٹل جائے۔ فرمایا: آج کل میں احباب  
 کے پاس کم بیٹھتا ہوں اور زیادہ حصہ اکیلا رہتا ہوں۔ یہ احباب کے حق میں از بس مفید ہے۔ میں تنہائی میں  
 بڑی فراغت کے ساتھ دعائیں کرتا ہوں اور رات کا بھی بہت سارے حصہ دعاؤں میں صرف ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 424، ایڈیشن 2016ء)

**بیماری میں روزہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کا معمول**

حضرت مصلح موعود سے سوال پوچھا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ بیمار رہتے تھے کیا روزہ  
 رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا:

حضرت صاحب خوب روزہ رکھتے تھے مگر چونکہ آخر میں کمزور زیادہ ہو گئے تھے اور مرض میں بھی زیادتی  
 تھی اس لئے تین سال کے روزے نہیں رکھے، یعنی 5، 6، 7 (1905ء، 1906ء اور 1907ء مراد ہے۔ ناقل)

(الفضل 12 جون 1922ء صفحہ 7)

”جب شروع شروع میں حضرت مسیح موعود کو دورانِ سر اور برد اطراف کے دورے پڑنے شروع ہوئے تو  
 اس زمانہ میں آپ بہت کمزور ہو گئے تھے اور صحت خراب رہتی تھی اس لئے جب آپ روزے چھوڑتے

تھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر دوسرے رمضان تک ان کے پورا کرنے کی طاقت نہ پاتے تھے مگر جب اگلا رمضان آتا تو پھر شوق عبادت میں روزے رکھنے شروع فرما دیتے تھے لیکن پھر دورہ پڑتا تھا تو ترک کر دیتے تھے اور بقیہ کا فدیہ ادا کر دیتے تھے۔ واللہ اعلم۔“

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 59)

بیمار ہونے پر روزہ کھول دینا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا مگر آپ نے فوراً روزہ توڑ دیا۔ آپ ہمیشہ شریعت میں سہل راستہ کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 637)

مزدور بھی مریض کے حکم میں ہے

بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشت کاروں سے جبکہ کام کی کثرت مثل تخم ریزی و درودگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گزارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا:

”الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ يَه لُوكَ اِبْنِي حَالَتُونِ كُو خَفِي رَكْهَتِي هِيْن۔ هِر شَخْصٌ تَقْوَى وَطَهَارَتِ سِي اِبْنِي حَالَتِ سُوْجِ لِي۔ اِگَر كُوْنِي اِبْنِي جَگَه مَز دُوْرِي پَر رَكْه سَكْتَا هِي تُو اِيْسَا كَرِي وَرَنَه مَرِيضِ كِي حَكْمِ مِيْلِي هِي۔ پْهْر جَب مِيْسِر هُو رَكْه لِي۔ اُوْر وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ (البقرة: 185) كِي نَسْبَتِ فَرْمَايَا:

”اس کے معنی یہ ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔“

(فقہ المسیح صفحہ 212)

## معمولی بیماری میں روزہ رکھنے کی اجازت

حضرت منشی حبیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے رمضان شریف کا آخری عشرہ قادیان میں گزارا۔ ان دنوں میں حضور علیہ السلام کو تپ لرزہ پومیہ آتا تھا۔ ظہر کے بعد لرزہ سے تپ ہو جاتا تھا۔ اس لئے ظہر کے وقت حضور جماعت میں شریک ہو کر تپتے تھے اور باقی نمازوں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ ظہر سے پہلے کبھی کبھی بانتظار نمازیاں بیٹھتے تھے۔ میری عادت تھی کہ میں ضرور اس جگہ پہنچ جایا کرتا تھا جہاں حضور بیٹھتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں دور رہا ہوں۔ اگر ایسا اتفاق ہوتا بھی جو صرف ایک دفعہ ہو تو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی سامان کر دیتا کہ میں قریب پہنچ جاؤں۔ غرض جب حضور ظہر کی نماز کے واسطے تشریف لاتے ہیں طبیعت کا حال دریافت کرتا تو فرماتے کہ سردی معلوم ہو رہی ہے۔ بعض دفعہ فرماتے کہ نماز پڑھو۔ سردی زیادہ معلوم ہو رہی ہے مگر باوجود عدالت کے حضور روزہ برابر رکھتے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کیا کہ تپ کی تکلیف ہے اور کئی دن ہو گئے ہیں۔ اگر روزہ افطار کر دیا (یعنی بوقت بخار کھول یا تو ڈلیا) کریں تو بہتر ہو) فرمایا کہ روزہ کی وجہ سے کچھ تکلیف محسوس نہیں ہوتی ہے بلکہ آرام معلوم ہوتا ہے۔ بھوک پیاس کچھ معلوم نہیں ہوتی۔ رات کو البتہ کچھ زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے روزہ رکھ لیتا ہوں۔ صبح کو تپ اتر جاتا تھا تو حضور سیر کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 397، 398 نیا ایڈیشن روایت حضرت منشی حبیب الرحمن صاحب)

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا کرتا رہے جنہوں نے قرآن اور احادیث کی روشنی میں علم و معرفت کا لامحدود خزانہ ہمارے لئے آور ہماری نسلوں کے لئے قیامت تک چھوڑا ہے جن پر عمل کرنے کے طفیل ہم اللہ تعالیٰ سے جنت کی امید رکھتے ہیں۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود اور مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات۔ 1092﴾

﴿6﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 184)

اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

بابِ رحمتِ خود بخود تم پہ وا ہو جائے گا

جب تمہارا قادر مطلق خدا ہو جائے گا

### رمضان کے روزوں کا فدیہ

جو لوگ پیر فرتوت یا دائم المریض ہونے یا کسی خاص مجبوری کی وجہ سے سارا سال کسی وقت بھی روزہ نہ رکھ سکتے ہوں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ حسبِ تقدیرت رمضان کے روزوں کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

اس حکم کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بنا آسانی پر رکھی ہے۔ جو مسافر اور مریض صاحبِ تقدیرت ہوں ان کو چاہئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔“

(الہدیر مؤرخہ 17 اکتوبر 1907ء صفحہ 7)

حضورؐ کے اس ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب ”بدر“ اخبار کے اگلے شمارہ میں لکھا: اس جگہ مریض اور مسافر سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کبھی کوئی امید نہیں کہ پھر روزہ رکھنے کا موقع مل سکے۔ مثلاً ایک نہایت بوڑھا ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بسبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی اور سال بھر اسی طرح گزر جائے گا۔ ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور فدیہ دیں۔ باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ فدیہ دے کر روزے کے رکھنے سے معذور سمجھا جاسکے۔

چونکہ اخبار ”بدر“ کی مذکورہ بالا عبارت صاف نہ تھی اس واسطے یہ مسئلہ دوبارہ حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپؐ نے فرمایا:

”صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے۔ ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دینا ہے۔ جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے لئے کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سرپر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ میری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو یہی ہدایت دی جاوے گی۔ فرمایا:

خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ صدقات، حج، ... دشمن کاذب اور دفع خواہ سبئی ہو۔ خواہ قلمی۔ یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں... کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔“

(الہدیر 24 اکتوبر 1907ء صفحہ 3 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ البقرہ صفحہ 263)

## فدیہ کی غرض

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جاوے اور یہ خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الہی! یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا طاقت بخش دے گا۔ اگر خدا چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں تو مجھے محروم نہ رکھ تو خدا سے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جاوے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔ جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی کہ کاش! میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ مجنونہ ہو تو خدا تعالیٰ ہر گز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کی کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہو گا اور وہ ہو گا تو ایسا آدمی جو خدا کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہو گا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور اس کا منتظر میں تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ مجنونہ ہیں اور

وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جیسے اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان وسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہے۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کے رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل ہی نہ رکھے مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاق سے رکھتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جو انسان تاویلیوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ ... کا مجھے ملا (کشف میں) اور انہوں نے کہا تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 563-564)

### رمضان اور شوق عبادت نیز فدیہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم اے تحریر فرماتے ہیں:

”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود کو دورے پڑنے شروع ہوئے تو آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا تو آپ نے روزے رکھنے شروع کئے مگر آٹھ نو روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ ہوا۔ اس لئے باقی چھوڑ دیئے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو آپ کا تیرھواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جتنے رمضان آئے آپ نے سب روزے رکھے۔ مگر پھر وفات سے دو تین سال قبل کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے اور فدیہ ادا فرماتے رہے۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ جب آپ

نے ابتداء دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضا کیا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں صرف فدیہ ادا کر دیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب شروع شروع میں حضرت مسیح موعود کو دوران سر اور برد اطراف کے دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس زمانہ میں آپ بہت کمزور ہو گئے تھے اور صحت خراب رہتی تھی اس لئے جب آپ روزے چھوڑتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھر دوسرے رمضان تک ان کے پورا کرنے کی طاقت نہ پاتے تھے۔ مگر جب اگلار رمضان آتا تو پھر شوق عبادت میں روزے رکھنے شروع فرما دیتے تھے لیکن پھر دورہ پڑتا تھا تو ترک کر دیتے تھے اور بقیہ کا فدیہ ادا کر دیتے تھے۔ واللہ اعلم۔“

(سیرت المہدی جلد 1 روایت نمبر 81 صفحہ 59)

(فقہ المسیح صفحہ 210-211)

**فدیہ کیسے دیں؟**

سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، اس کے عوض مسکین کو کھانا کھانا چاہیے۔ اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔“

(فقہ المسیح صفحہ 212)

☆ ایک شخص نے سوال کیا کہ میں نے آج سے پہلے روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فدیہ ادا کروں؟ فرمایا: ”خدا ہر شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گزشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے ضرور رکھوں گا۔“

(الہدیر مورخہ 16 جنوری 1903ء صفحہ 91-98)

**فدیہ دینے سے روزہ ساقط نہیں ہوتا**

حضرت مصلح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:

”فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہو جاتا بلکہ یہ محض اس بات کا فدیہ ہے کہ ان مبارک ایام میں وہ کسی جائز شرعی عذر کی بناء پر باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ عبادت ادا نہیں کر سکے۔“

آگے یہ عذر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک عارضی اور ایک مستقل۔ ندید بشرط استطاعت ان دونوں حالتوں میں دینا چاہئے۔ غرضیکہ خواہ کوئی فدیہ بھی دے دے بہر حال سال دو سال یا تین سال کے بعد جب بھی اُس کی صحت اجازت دے اُسے پھر روزے رکھتے ہوں گے۔ سوائے اس صورت کے کہ پہلے مرض عارضی تھا اور صحت ہونے کے بعد ارادہ ہی کرتا رہا کہ آج رکھتا ہوں کل رکھتا ہوں کہ اس دوران میں اس کی صحت پھر مستقل طور پر خراب ہو جائے۔ باقی جو بھی کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہو اگر وہ مریض یا مسافر ہے تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ رمضان میں ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دے اور دوسرے ایام میں روزے رکھے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب تھا اور آپ ہمیشہ فدیہ بھی دیتے تھے اور بعد میں روزے بھی رکھتے تھے اور اسی کی دوسروں کو تاکید فرمایا کرتے تھے۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 389)

### دو گنا ثواب

چوہدری حاکم علی صاحب نمبر دار سفید پوش نے بواسطہ مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ مجھ سے بیان کیا کہ 1898-99ء کے قریب ایک دفعہ میں قادیان میں رمضان شریف کے مہینہ میں بیمار ہو گیا اور روزے نہ رکھ سکا۔ میرا مکان اس وقت ڈھاب کے کنارے پر تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے طور پر وہاں ڈھاب کے کنارہ پر تشریف فرما ہیں۔ مجھے کمزوری تو بہت تھی۔ مگر میں افتان و خیزاں حضور تک پہنچا۔ اور افسوس کے ساتھ عرض کیا کہ میں بیماری کی وجہ سے اس دفعہ روزے نہیں رکھ سکا۔ حضور نے فرمایا۔ آپ کو دو گنا ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ کیسے۔ حضور نے فرمایا کہ ایک تو اس بات کا ثواب کہ آپ بیماری کی حالت میں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسرے جب دوسرے دنوں میں آپ روزے رکھیں گے تو اس کا ثواب ہو گا۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 130-132)

روزہ کس عمر سے رکھا جائے

حضرت خلیفہ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

”بارہ سال سے کم عمر کے بچے سے روزہ رکھوانا تو میرے نزدیک جرم ہے اور بارہ سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچے کو اگر کوئی روزہ رکھواتا ہے تو غلطی کرتا ہے۔ پندرہ سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں روزے فرض سمجھنے چاہئیں۔

مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے ہمیں بھی روزہ رکھنے کا شوق ہوتا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں روزہ نہیں رکھنے دیتے تھے اور بجائے اس کے کہ ہمیں روزہ رکھنے کے متعلق کسی قسم کی تحریک کرنا پسند کریں ہمیشہ ہم پر روزہ کا رعب ڈالتے تھے۔“

(الفضل 11 اپریل 1925، صفحہ 7)

☆ حضرت مصلح موعودؑ نے پہلا روزہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں رکھا۔ چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں:

”مجھے جہاں تک یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ تیرہ سال کی عمر میں دی تھی... مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی اجازت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔“

(الفضل 19 نومبر 1940ء)

☆ حضرت مصلح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں۔

”یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب انہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کرانی چاہئے۔ مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ تیرہ سال کی عمر میں دی تھی۔ لیکن بعض بے وقوف چھ سات سال کے بچوں سے روزہ رکھواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کا ثواب ہوگا۔ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ ظلم ہے کیونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے۔ ہاں ایک عمر وہ ہوتی ہے کہ بلوغت کے دن قریب ہوتے ہیں اور روزہ فرض ہونے والا ہی ہوتا ہے اُس وقت اُن کو روزہ کی ضرورت مشق کرانی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور سنت کو اگر دیکھا جائے تو بارہ تیرہ سال کے قریب کچھ کچھ مشق کرانی

چاہئے اور ہر سال چند روزے رکھوانے چاہئیں۔ یہاں تک کہ اٹھارہ سال کی عمر ہو جائے جو میرے نزدیک روزہ کی بلوغت کی عمر ہے۔ مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔ اس عمر میں تو صرف شوق ہوتا ہے۔ اس شوق کی وجہ سے بچے زیادہ روزے رکھنا چاہتے ہیں مگر یہ ماں باپ کا کام ہے کہ انہیں روکیں۔ پھر ایک عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں چاہیے کہ بچوں کو جرات دلائیں کہ وہ کچھ روزے ضرور رکھیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے رہیں کہ وہ زیادہ نہ رکھیں۔ اور دیکھنے والوں کو بھی اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے کہ یہ سارے روزے کیوں نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر بچہ اس عمر میں سارے روزے رکھے گا تو آئندہ نہیں رکھ سکے گا۔ اسی طرح بعض بچے خلتی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ اپنے بچوں کو میرے پاس ملاقات کے لئے لاتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ اس کی عمر پندرہ سال ہے حالانکہ وہ دیکھنے میں سات آٹھ سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ایسے بچے روزہ کے لئے شاید اکیس سال کی عمر میں بالغ ہوں۔ اس کے مقابلہ میں ایک مضبوط بچہ غالباً پندرہ سال کی عمر میں ہی اٹھارہ سال کے برابر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ میرے ان الفاظ ہی کو پکڑ کر بیٹھ جائے کہ روزہ کی بلوغت کی عمر اٹھارہ سال ہے تو نہ وہ مجھ پر ظلم کرے گا اور نہ خدا تو پر ظلم کرے گا اور نہ خدا تعالیٰ پر بلکہ اپنی جان پر آپ ظلم کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی عمر کا بچہ پورے روزے نہ رکھے اور لوگ اُس پر طعن کریں تو وہ اپنی جان پر ظلم کریں گے۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 385)

### کم عمری میں روزہ رکھنے کی ممانعت

حضرت نواب مبارک بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

”قبل بلوغت کم عمری میں آپ روزہ رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ بس ایک آدھ رکھ لیا کافی ہے۔ حضرت اماں جان نے میرا پہلا روزہ رکھوایا تو بڑی دعوت افطار دی تھی۔ یعنی جو خواتین جماعت تھیں سب کو بلایا تھا۔ اس رمضان کے بعد دوسرے یا تیسرے رمضان میں میں نے روزہ رکھ لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا کہ آج میرا روزہ پھر ہے۔ آپ حجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ پاس سٹول پر دوپان لگے رکھے تھے۔ غالباً حضرت اماں جان بنا کر رکھ گئی ہوں گی۔ آپ نے ایک پان اٹھا کر مجھے دیا کہ لویہ پان کھا لو۔ تم

کمزور ہو، ابھی روزہ نہیں رکھنا۔ توڑ ڈالو روزہ۔ میں نے پان تو کھالیا مگر آپ سے کہا کہ صالحہ (یعنی ممانی جان مرحومہ چھوٹے ماموں جان کی اہلیہ محترمہ) نے بھی رکھا ہے۔ اُن کا بھی تڑوادیں۔ فرمایا بلاؤ اس کو ابھی۔ میں بلائی۔ وہ آئیں تو اُن کو بھی دوسرا پان اٹھا کر دیا اور فرمایا لویہ کھالو۔ تمہارا روزہ نہیں ہے۔ میری عمر دس سال کی ہو گی غالباً۔“

(تحریرات مبارکہ صفحہ 227-228)

حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی تحریر کرتے ہیں کہ

”مجھے یاد ہے کہ ماہ رمضان مبارک تھا اور گرمی کا موسم تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس سردخانہ میں تھے جو قدیمی مکان کے شرقی دروازہ سے ڈیوڑھی کو عبور کرتے ہوئے بجانب شمال تھا۔ آپ صائم تھے اور میں نے روزہ نہیں رکھا تھا کیونکہ میری عمر ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچی تھی۔ اور ایک اور شخص جمال نامی جو میاں جان محمد صاحب مرحوم کا بھائی تھا وہاں تھا۔ ہم دونوں حضرت اقدس علیہ السلام کو دبا رہے تھے۔ جب سورج مغرب کی طرف مائل ہو گیا ہوا تھا اس وقت چنے سفید رنگ کے جو سردخانہ کے ایک کونے میں ایک گھڑے میں تھے نکلوائے اور بھنوا کر حضرت اقدس نے اپنے دست مبارک سے ہم دونوں کو تقسیم کر دیئے۔“

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 271 روایت نمبر 1489)

روزہ کی حالت میں آئینہ دیکھنا

حضرت اقدس کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں۔  
فرمایا: ”جائز ہے۔“

(بدر 7 فروری 1907، صفحہ 4)

روزہ کی حالت میں سریاداڑھی کو تیل لگانا

حضرت اقدس کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ حالت روزہ میں سر کو یاداڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟  
فرمایا:

(بدر 7 فروری 1907، صفحہ 4)

”جائز ہے۔“

روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنا

حضرت اقدس کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔“

(بدر 7 فروری 1907ء صفحہ 4)

روزہ دار کا خوشبو لگانا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”جائز ہے۔“

(بدر 7 فروری 1907ء صفحہ 4)

روزہ دار کا آنکھوں میں سرمہ ڈالنا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں یا میں سرمہ ڈالے یا نہ ڈالے؟

فرمایا:

”مکروہ ہے اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔ رات کو سرمہ لگا سکتا ہے۔“

(بدر 7 فروری 1907ء صفحہ 4)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن روزہ رکھنا

سوال: کیا آنحضرتؐ کے وصال کے دن روزہ رکھنا ضروری ہے کہ نہیں؟ فرمایا:

”ضروری نہیں۔“

(بدر 14 مارچ 1907ء صفحہ 5)

کیا محرم کے روزے ضروری ہیں؟

سوال پیش ہوا کہ محرم کے پہلے دس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے کہ نہیں؟ فرمایا:

”ضروری نہیں ہے۔“

(بدر 14 مارچ 1907ء صفحہ 5)

### جہاں چھ ماہ سورج نہیں نکلتا وہاں روزہ

ایک سوال کے جواب میں کہ جہاں چھ ماہ تک سورج نہیں چڑھتا روزہ کیونکر رکھیں؟

فرمایا: ”اگر ہم نے لوگوں کی طاقتوں پر ان کی طاقتوں کو قیاس کرنا ہے تو انسانی قویٰ کی جڑھ جو حمل کا زمانہ ہے مطابق کر کے دکھلانا چاہیے۔ پس ہمارے حساب کی اگر پابندی لازم ہے تو ان بلاد میں صرف ڈیڑھ دن میں حمل ہونا چاہیے اور اگر ان کے حساب کی تو دو سو چھیاسٹھ برس تک بچہ پیٹ میں رہنا چاہیے اور یہ ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ حمل صرف ڈیڑھ دن تک رہتا ہے لیکن دو سو چھیاسٹھ برس کی حالت میں یہ تو ماننا کچھ بعید از قیاس نہیں کہ وہ چھ ماہ تک روزہ بھی رکھ سکتے ہیں کیونکہ ان کے دن کا یہی مقدار ہے اور اس کے مطابق ان کے قویٰ بھی ہیں۔“

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 277)

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا کرتا رہے جنہوں نے قرآن اور احادیث کی روشنی میں علم و معرفت کا لامحدود خزانہ ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے قیامت تک چھوڑا ہے جن پر عمل کرنے کے طفیل ہم اللہ تعالیٰ سے جنت کی امید رکھتے ہیں۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود اور مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1093﴾

﴿7﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 4)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ

الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ: 186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے جیسے تم سے کسی شخص کے پاس لڑائی کی ڈھال ہو۔

(سنن نسائی: کتاب الصیام)

اے سونے والو! جاگو کہ وقت بہار ہے

اب دیکھو آکے در پہ ہمارے وہ یار ہے

نماز تراویح

اکمل صاحب آف گولڈی نے بذریعہ تحریر حضرت سے دریافت کیا کہ رمضان شریف میں رات کو اٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے لیکن عموماً محنتی، مزدور، زمیندار لوگ جو ایسے اعمال کے بجالانے میں غفلت دکھاتے ہیں اگر اول شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخر شب کے پڑھادی جائیں تو کیا یہ

جائزہ ہو گا۔

حضرت اقدسؒ نے جواب میں فرمایا:  
”کچھ حرج نہیں، پڑھ لیں۔“

(بدر 18 اکتوبر 1906ء صفحہ 4)

### تراویح کی رکعات

تراویح کے متعلق عرض ہوا کہ جب یہ تہجد ہے تو اس میں رکعات پڑھنے کی نسبت کیا ارشاد ہے کیونکہ تہجد تومع وتر گیارہ یا تیرہ رکعت ہے۔ فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دائمی تو وہی آٹھ رکعات ہے اور آپ تہجد کے وقت ہی پڑھا کرتے تھے اور یہی افضل ہے مگر پہلی رات بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رات کے اوّل حصے میں اُسے پڑھا۔ اس میں رکعات بعد میں پڑھی گئیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہی تھی جو پہلے بیان ہوئی۔

(بدر مورخہ 6 فروری 1908ء صفحہ 7)

### تراویح دراصل نماز تہجد ہی ہے

ایک صاحب نے حضرت اقدسؒ کی خدمت میں خط لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سفر میں نماز کس طرح پڑھنی چاہیے اور تراویح کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا:

”سفر میں دو گانہ سنت ہے۔ تراویح بھی سنت ہے پڑھا کریں اور کبھی گھر میں تنہائی میں پڑھ لیں کیونکہ تراویح دراصل تہجد ہے کوئی نئی نماز نہیں۔ وتر جس طرح پڑھتے ہو بیشک پڑھو۔“

(بدر 26 دسمبر 1907ء صفحہ 6)

### نماز تراویح میں غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر لقمہ دینا

رمضان شریف میں تراویح کے لئے کسی غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر حافظ کو بتلانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت خلیفہ المسیح الثانیؒ نے فرمایا:

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ اس کے متعلق نہیں دیکھا۔ اس پر مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

فرمایا:

جائز ہے تو اس سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے اور اس کے لئے یہ انتظام بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص تمام تراویح میں بیٹھ کر نہ سنتا رہے بلکہ چار آدمی دو دو رکعت کے لئے سینیں اس طرح ان کی بھی چھ رکعتیں ہو جائیں گی۔

عرض کیا گیا فقہ اس صورت کو جائز ٹھہراتی ہے؟ فرمایا:

اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن کریم سننے کی عادت ڈالی جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فتویٰ تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہے جیسے کوئی کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو وہ بیٹھ کر ہی پڑھ لے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے یا جس طرح کسی شخص کے کپڑے کو غلاظت لگی ہو اور وہ اسے دھو نہ سکے تو اسی طرح نماز پڑھ لے، یہ کوئی مسئلہ نہیں بلکہ ضرورت کی بات ہے۔

(الفضل 21 فروری 1930ء صفحہ 12)

### اعتکاف

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ میں نے کبھی حضرت مسیح موعود کو اعتکاف بیٹھتے نہیں دیکھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب سنوری نے بھی مجھ سے یہی بیان کیا ہے۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 62)

### اعتکاف کے دوران بات چیت کرنا

سوال: جب آدمی اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں؟  
جواب: سخت ضرورت کے سبب کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروری کے واسطے باہر جاسکتا ہے۔

(بدر 21 فروری 1907ء صفحہ 5)

## اعتکاف کے متعلق بعض ہدایات

ڈاکٹر عباد اللہ صاحب امرتسر اور خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر (جو دونوں مختلف تھے) کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جاتے ہی نہ۔ چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے اور ہر ایک ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہئے اور یوں تو ہر ایک کام (مومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔“

(الہدیر 2 جنوری 1903 صفحہ 74)

## اعتکاف چھوڑ کر مقدمہ کی پیشی پر جانے کو ناپسند فرمایا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مولوی شیر علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے زمانہ میں حکیم فضل الدین صاحب بھیروی اعتکاف بیٹھے مگر اعتکاف کے دنوں میں ہی ان کو کسی مقدمہ میں پیشی کے واسطے باہر جانا پڑ گیا۔ چنانچہ وہ اعتکاف توڑ کر عصر کے قریب یہاں سے جانے لگے تو حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ”اگر آپ کو مقدمہ میں جانا تھا تو اعتکاف بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟“

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 97)

## لیلیۃ القدر کے تین معنی

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے لیلیۃ القدر کے تین معنی بیان فرمائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: قرآن شریف میں جو لیلیۃ القدر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہاں لیلیۃ القدر کے تین معنی ہیں۔ اول تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلیۃ القدر کی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی ایک لیلیۃ القدر تھا یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی کے وہ زمانہ میں آیا جبکہ ملائکہ کا نزول ہوا۔ کیونکہ نبی دنیا میں اکیلا نہیں آتا۔ بلکہ وہ بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے۔ جو ملائکہ اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم۔ لیلیۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقت اصغیٰ ہے۔ تمام وقت یکساں نہیں ہوتے۔ بعض وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

و سلم عائشہؓ کو کہتے ہیں کہ اَرَحْنَا يَا عَائِشَةَ یعنی اے عائشہ! مجھ کو راحت و خوشی پہنچا اور بعض وقت آپ بالکل دعائیں مصروف ہوتے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 336)

### لیلیۃ القدر کی علامات

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں:

”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ رمضان کی لیلیۃ القدر کی بابت حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس رات کچھ بدل یا ترشح بھی ہوتا ہے اور کچھ آثار انوار و برکات سماویہ کے محسوس ہوتے ہیں۔“

(سیرت المہدی جلد 1 روایت نمبر 594 صفحہ 565)

”بیان کیا مجھ سے میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے کہ..... میں نے حضرت صاحب سے سنا ہوا تھا کہ جب رمضان کی ستائیس (27) تاریخ اور جمعہ مل جاویں تو وہ رات یقیناً شب قدر ہوتی ہے۔“

(سیرت المہدی جلد 1 روایت نمبر 100 صفحہ 73)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری عشرہ کی اس مقدس رات کے بارے میں فرماتے ہیں:

”لیلیۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقتِ اصفیٰ ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 536 ایڈیشن 1988ء)

### شب قدر

15 نومبر 1906ء کو فرمایا کہ

”آج رات ستائیسویں رمضان المبارک تھی اور اس پر یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ یہ رات شب قدر کی ہوتی ہے۔ میں نے سوچا کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں شاید پھر یہ رات نصیب ہو یا نہ ہو۔ پس میں اٹھا اور میں نے نماز پڑھ کر دعا کی۔ بعد میں مفضلہ ذیل الہامات ہوئے:

(1) قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹونا کام بناوے

بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

(2) کمترین کا بیڑہ غرق ہو گیا (یعنی کسی کے قول کی طرف اشارہ ہے) اور یا شاید کمترین سے مُراد کوئی شدید مخالف ہے۔

(3) تیری دعا قبول کی گئی۔

اصل میں یہ ہر سہ الہام پیشگوئیاں ہیں خواہ ایک شخص کیلئے ہوں اور خواہ تین جُدا شخصوں کے حق میں ہوں۔“

(بدر جلد 2 نمبر 47-22، نومبر 1906ء صفحہ 3 - الحکم جلد 10 نمبر 39-17، نومبر 1906ء صفحہ 2)

### قادیان میں عید الفطر

اخبار البدر قادیان نے عید الفطر کی تقریب سعید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ننگر خانہ میں نماز عید سے پیشتر احباب کے لئے بیٹھے چاول تیار کروائے اور سب احباب نے تناول فرمائے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ایک دو ماسٹروں نے مدرسہ کے مکین اور یتیم طلباء کے واسطے صدقہ فطر جمع کیا جو کہ عید کی نماز سے پیشتر ہی ہر ایک مومن کو ادا کر دینا چاہئے۔ گیارہ بجے کے قریب خدا کا برگزیدہ جبرئیل اللہ فی حُلِّ الْأَنْبِيَاءِ سادے لباس میں ایک چوغہ زیب تن کئے ہوئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لایا جس قدر احباب تھے انہوں نے دوڑ دوڑ کر حضرت اقدس کی دست بوسی اور عید کی مبارک باد دی۔ اتنے میں حکیم نور الدین صاحب تشریف لائے اور آپ نے نماز عید کی پڑھائی اور ہر دو رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پیشتر سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور ہر تکبیر کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام نے گوش مبارک تک حسب دستور اپنے ہاتھ اٹھائے۔

(البدر 9 جنوری 1903ء صفحہ 85)

### عیدین کی تکبیرات

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب ”پیارے احمد کی پیاری پیاری باتیں“ کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

مجھے خوب یاد ہے نماز عیدین تو حضرت خلیفہ اول ہی پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے بڑے درخت کے نیچے جا کر فرمایا کہ ہمیشہ تو مولوی نور الدین صاحب نماز پڑھاتے ہیں۔ آج

سید محمد احسن صاحب کو کہہ دیں کہ یہ نماز پڑھادیں اور خطبہ بھی یہی پڑھادیں۔ میں نے یہ بات خلیفہ اول سے کہہ دی، انہوں نے فرمایا کہ بہتر ہے۔ پھر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب (امر وہی) آج تم نماز پڑھاؤ۔ پس مولوی صاحب نے نماز پڑھائی۔ نماز سے پہلے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بخاری میں اول رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں بھی آئی ہیں۔ ارشاد ہو تو کروں؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے، بے شک اب ایسا ہی کرو۔ بات یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح سے عید کی نماز پڑھی جاتی تھی جیسے کہ حنفی تین تکبیریں کہتے ہیں۔ مگر اس سال سے سات اور پانچ تکبیریں عام رائج ہو گئیں۔

(الحکم مورخہ 14 تا 21 مئی 1919 صفحہ 6)

**خطیب اور امام الگ الگ ہو سکتے ہیں**

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ میں پہنچ کر حسب معمول مندر و منا حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی اقتداء میں نماز عید ایک خاصے مجمع سمیت ادا فرمائی مگر خطبہ عید حضرت اقدس نے دیا۔

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 367)

(فقہ المسیح صفحہ 169)

**خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کے لیے ایک موقع پر ”ہدیہ عید“**

یکم جنوری 1903ء بروز پنجشنبہ۔ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام بطور ہدیہ عید سنایا۔ فرمایا

وحی الہی کی ایک پیشگوئی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے چاہئے کہ ہر ایک شخص اس کو خوب یاد رکھے۔

اول۔ ایک خفیف خواب جو کشف کے رنگ میں تھا مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے۔ پھر وہ کشفی حالت وحی الہی کی طرف منتقل ہو گئی۔ چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

يُبْدِي لَكَ الرَّحْمَنُ شَيْئًا۔ اِنِّي اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلْهُۗ بِسَارَّةٍ تَلْقَاهَا النَّبِيُّونَ: ترجمہ:- خدا جو رحمان ہے تیری سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائے گا۔ خدا کا امر آرہا ہے تم جلدی نہ کرو یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔

صبح پانچ بجے کا وقت تھا۔ یکم جنوری 1903ء و یکم شوال 1320ھ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی۔ اس سے پہلے 25 دسمبر 1902ء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے حکایت تھی اور وہ یہ ہے۔

اِنِّیْ صَادِقٌ صَادِقٌ وَ سَيَشْهَدُ اللّٰهُ لِیْ: ترجمہ: میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دے گا۔

یہ پیشگوئیاں باواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونے والا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہوگی اور ایک وجاہت اور قبولیت ظہور میں آئے گی اور وہ خدا تعالیٰ کا نشان ہو گا تا دثمنوں کو شرمندہ کرے اور میری وجاہت اور عزت اور سچائی کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دے۔

نوٹ۔ چونکہ ہمارے ملک میں یہ رسم ہے کہ عید کے دن صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرتے ہیں سو میرے خداوند نے سب سے پہلے یعنی قبل از صبح پانچ بجے مجھے اس عظیم الشان پیشگوئی کا ہدیہ بھیج دیا ہے۔ اس ہدیہ پر ہم شکر کرتے ہیں اور ناظرین کو یہ بھی خوشخبری دیتے ہیں کہ ہم عنقریب ان نشانوں کے متعلق بھی ایک اشتہار شائع کریں گے جو اخیر دسمبر 1902ء تک گزشتہ سالوں میں ظہور میں آچکے ہیں۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 625-627)

### شوال کے روزے

ایک موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نوافل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اور ان کی افادیت کی بابت فرماتے ہیں:

”نادان انسان بعض اوقات وقت عدم قبول دعا سے مراد ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے کہ نوافل سے مومن میرا مقرب ہو جاتا ہے۔ ایک فرائض ہوتے ہیں دوسرے نوافل۔ یعنی ایک تو وہ احکام

ہیں جو بطور حق واجب کے ہیں اور نوافل وہ ہیں جو زائد از فرائض ہیں اور وہ اس لئے ہیں کہ تا فرائض میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہو، تو نوافل سے پوری ہو جائے۔

لوگوں نے نوافل صرف نماز ہی کے نوافل سمجھے ہوئے ہیں۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔ ہر فعل کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ انسان زکوٰۃ دیتا ہے تو کبھی زکوٰۃ کے سوا بھی دے۔ رمضان میں روزے رکھتا ہے کبھی اس کے سوا بھی رکھے۔ قرض لے تو ساتھ کچھ زائد بھی دے۔ کیونکہ اس نے مرثیٰ کی ہے۔ نوافل مستم فرائض ہوتے ہیں۔ نفل کے وقت دل میں ایک خشوع اور خوف ہوتا ہے کہ فرائض میں جو قصور ہوا ہے وہ اب پورا ہو جائے۔ یہی وہ راز ہے جو نوافل کو قرب الہی کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے گویا خشوع اور تدلل اور انقطاع کی حالت اس میں پیدا ہوتی ہے اور اسی لئے تقرب کی وجہ میں ایام بیض کے روزے۔ شوال کے چھ روزے یہ سب نوافل ہیں۔

پس یاد رکھو کہ خدا سے محبت تام نفل ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فرماتا ہے کہ میں پھر ایسے مقرب اور مومن بندوں کی نظر ہو جاتا ہوں، یعنی جہاں میرا امشاء ہوتا ہے، وہیں اس کی نظر پڑتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 437، ایڈیشن 1988ء)

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا کرتا رہے جنہوں نے قرآن اور احادیث کی روشنی میں علم و معرفت کا لامحدود خزانہ ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے قیامت تک چھوڑا ہے جن پر عمل کرنے کے طفیل ہم اللہ تعالیٰ سے جنت کی امید رکھتے ہیں۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود اور مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1094﴾

﴿8﴾

## ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات و ارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

شَهْرٌ مَمَّضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ: 186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینہ کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے۔

چل	رہی	ہے	نسیم	رحمت	کی
جو	دعا	کیجئے	قبول	ہے	آج

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے 19 اکتوبر 1906ء کو مسندِ خلافت پر متمکن ہونے سے قبل رمضان کی اہمیت، فضیلت، برکات اور افادیت پر ایک جامع خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس میں رمضان اور روزوں میں اسلامی فلسفہ اور ان کے فوائد و برکات کے علاوہ اس کے مسائل پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ آج 2026ء کے رمضان میں خاکسار اس خطبہ کو اپنی تقریر کا حصہ افادہ عام کے لیے بنانے جا رہا ہے۔ جس میں رمضان اور روزے کے متعلق متعدد مسائل ملیں گے۔

سامعین! آپ نے تشہد، تعویذ کے بعد سورۃ البقرہ کی آیت 186 کی تلاوت فرمائی اور فرمایا:

”ماہِ رمضان ایسا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ درانحالیکہ تمام لوگوں کے لئے وہ بڑا ہدایت نامہ ہے اور روشن حجتیں ہیں۔ ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کرنے والے دلائل ہیں۔ پس جو تم میں سے پاوے

اس مہینہ کو تو اُس کو چاہئے کہ اس میں روزے رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو تو اور دنوں میں گن کر روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ تمہارے لئے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور دشواری کو نہیں چاہتا اور تاکہ تم پوری کر لو گنتی قضا شدہ روزوں کی اور تاکہ بڑائی بیان کرو اللہ کی اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

واضح ہو کہ یہ آیت دوسرے پارہ کے رکوع میں واقع ہے اور تترتہ ہے اُن آیات کا جو اس سے پہلے فضیلتِ صیام میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** (البقرہ: 184-185) احادیث میں فضائل روزہ رکھنے کے بہت کثرت سے مکتوب ہیں جن کو محبِ صادق کسی قدر بدر میں شائع فرما رہے ہیں۔ لہذا میں اس وقت بحولہ و قوتہ تعالیٰ صرف قرآن مجید ہی سے کچھ فضائل صیام و ماہ رمضان کے بیان کروں گا۔ الا ما شاء اللہ۔ لیکن واسطے تفقہ ان آیات کے اوّل چند امور کا بیان کر دینا ضروری ہے امید کہ ان کو توجہ سنا جاوے گا۔

(1)۔ اس آیت سے پہلی آیات میں اگر صیام سے مراد الہی رمضان شریف ہی کے روزے لئے جاویں تو تشبیہ بلغظ کا بخوبی چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ اُمم سابقہ پر رمضان شریف کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے بلکہ مختلف ایام کے روزوں کا رکھنا بغیر کسی خاص تعین کے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے الفاظ **أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ** بھی اس کی طرف ناظر ہیں۔ دیکھو! کتاب خروج کا باب 34 اور کتاب دانیال کا باب دہم جس میں تین ہفتہ کے روزوں کا رکھنا حضرت دانیال کا ثابت ہوتا ہے اور کتاب سلاطین 19:8 چالیس دن کا روزہ رکھنا معلوم ہوتا ہے اور اعمال کے 2:9 سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بھی یہ روزے **أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ** رکھا کرتے تھے۔ غرض کہ تعین ایک ماہ رمضان کا کتب بائبل سے روزوں کے لئے نہیں پائی جاتی۔ ہاں صرف **أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ** کے روزے بغیر تعین شہر رمضان کے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر یہاں پر صرف ایک ادنیٰ امر میں ایجاب میں ہی حرف کما تشبیہ کے لئے تسلیم کر لیا جاوے تو دوسرا امر یہ ہے کہ **وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ** سے رمضان کے روزے رکھنے اور نہ رکھنے میں اختیار ثابت

ہو گا۔ ہاں البتہ صرف ایک فضیلت ہی روزہ رکھنے کی ثابت ہو سکتی ہے۔ کہا قال تعالیٰ وَ أَنْ تَصُومُوا حَيْثُ لَكُمْ۔ لیکن در صورتیکہ مراد کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ سے رمضان کے ہی روزے ہوں تو یہ مخالف ہے آگے کی آیت کے جو بصیغہ امر فُلْيَصُّهُ وَاورد ہے اور نیز مخالف ہے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ کے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم عدت صیام شہر رمضان کا اکمال کر لو، نہ یہ کہ صیام اور فدیہ کے درمیان تم کو اختیار ہو اور اگر یُطِيقُونَهُ کے پہلے لا مقدر مانا جاوے جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے تو اس طرح سے محذوفات کے ماننے میں مخالف کو بڑی گنجائش مل جاوے گی کہ جس آیت کو اپنے خیال کے مطابق نہ پایا اُس کو اپنے خیال کے مطابق کوئی کلمہ محذوفات کا مان کر بنا لیا۔ ہاں البتہ اس امر کا انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن سے جملہ کلاموں میں اور نیز قرآن مجید میں اکثر محذوفات مان لئے جاتے ہیں اور اگر ہمزہ باب افعال کا سلب کے لئے کہا جاوے تو اَطَاقَ يُطِيقُ کا محاورہ بمعنی عدم طاقت کے عرب عرباء سے ثابت کرنا ضروری ہو گا۔ مختار الصحاح میں تو لکھا ہے۔ وَالطَّوْقُ أَيْضًا الطَّاقَةُ وَأَطَاقَ الشَّيْءَ أَطَاقَةً وَهُوَ فِي طَوْقِهِ أَمَى فِي وَسْعِهِ اور یہی محاورہ مشہور ہے۔ پس ہمزہ سلب کے لئے اس میں ماننا غیر مشہور ہے اور الفاظ قرآن مجید کے معانی حتیٰ الوسع مشہور ہیں یعنی مناسب ہیں نہ غیر مشہور اور اگر یہ سب کچھ تسلیم بھی کر لیا جاوے تو اَنْ تَصُومُوا حَيْثُ لَكُمْ اس کے منافی ہے کیونکہ اس کا مفہوم صرف روزے رکھنے کی فضیلت ہے نہ لزوم روزوں کا۔ حالانکہ رمضان کے روزے فرض و لازم ہیں نہ غیر لازم یا اختیاری۔ جیسا کہ فُلْيَصُّهُ اور وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ سے ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر یُطِيقُونَهُ کی ضمیر فدیہ کی طرف راجع کی جاوے تو بلاوجہ توجیہ کے اضمار قبل الذکر لازم آوے گا اور اگر پھر اضمار قبل الذکر بھی تسلیم کر لیا جاوے تو ضمیر مذکر کی لفظ فدیہ کی طرف جو مونث ہے راجع ہوگی پھر اس میں تاویل در تاویل یہ کرنی پڑے گی کہ مراد فدیہ سے چونکہ طعام ہے اس لئے ضمیر مذکر لائی گئی اور یہ سب امور تکلفات سے خالی نہیں ہیں۔

تیسرا امر یہ ہے کہ مریض اور مسافر کا حکم پہلے ایک مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ پھر آیت شَهْرٍ مَمَّصَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے آگے اُس کا مکڑ لانا کسی فائدہ کے لئے ہے۔ اگر کہا جاوے کہ واسطے تاکید کے تو اس پر کہا جاوے گا کہ یہاں پر مقصود تاکید کب ہے۔ کیونکہ اول تو ”بین الفدیہ والصیام“ اجازت دی گئی

ہے اور ثانیاً وَأَنْ تَصُومُوا حَيْثُ كُنْتُمْ فرما کر صرف روزے کی فضیلت بیان فرمائی ہے نہ لزوم جس کی تاکید کے لئے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ دوبارہ فرمایا جاتا۔ اندریں صورت تکرار بے سود لازم آتا ہے اور اگر مکرر ہی فرمانا تھا تو وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ كُوْبھی مکرر لایا جاتا۔ خلاصہ یہ کہ ایک جگہ تَوْفَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کے آگے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ بھی فرمایا گیا اور أَنْ تَصُومُوا حَيْثُ كُنْتُمْ بھی ارشاد ہوا اور دوسری جگہ پَرَفَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کے آگے وَلِتَكْتَلِمُوا الْعِدَّةَ ارشاد ہوا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں دو قسم کے روزے ہیں جن کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ یہ بیان تو اس صورت میں تھا کہ مراد الصیام سے صیام رمضان ہی ہووے۔

شق دوم۔ اور اگر پہلی آیت سے علاوہ رمضان کے دوسرے روزے مراد لئے جاویں مثلاً ایام بیض کے روزے یا سب سے شوال وغیرہ جن کی فضیلت بھی کتب معتبرہ احادیث میں لکھی ہوئی ہے اور علماء و فقہاء نے ان روزوں کی فضیلت میں یہاں تک لکھا ہے کہ جس نے رمضان اور سب سے شوال کے روزے رکھے اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھ لئے اور اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک نیکی کا ثواب وہ اللہ، رحمن و رحیم دس گنا عطا فرماتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَهْمًا لَهَا (الانعام: 19) یعنی جو شخص ایک نیکی بجالاوے گا تو اس کو اس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا۔ تو تمہیں روزوں کا ثواب تین سو روزوں کا ثواب ہوا اور چھ روزوں کا ثواب ساٹھ روزوں کا ثواب ہوا اور سال تمام کے قمری دن بھی تین سو ساٹھ (360) ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اگر ایام بیض کے تین روزے دس ماہ کے لئے جاویں تو بھی تین روزے ہوتے ہیں جس کے تین سو ہوئے اور پھر سب سے شوال بھی لیا جاوے جس کے ساٹھ ہوئے تو بھی تین سو ساٹھ روزوں کا ثواب حاصل ہو گیا اور صیام فرض رمضان کے اس پر علاوہ رہتے ہیں اور صرف دس ماہ ہی کے ایام بیض اس واسطے لئے گئے کہ ایک ماہ رمضان کا علیحدہ رہا اور چونکہ سب سے شوال کا بھی لے لیا گیا ہے لہذا اس حساب میں شوال کے ایام بیض بھی نہیں لئے گئے بلکہ صرف دس ماہ کے ایام بیض لے لئے گئے ہیں۔ الحاصل اندریں صورت چونکہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (البقرہ: 184) سے ان کی فرضیت مفہوم ہوتی ہے حالانکہ یہ روزے ایام بیض وغیرہ کے لازم نہیں ہیں۔ اس لئے اس شق کی صورت میں مفسرین اس آیت کو دوسری آیت فَلْيَصُومُوا اور يَا وَلِتَكْتَلِمُوا الْعِدَّةَ سے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ مگر ایک کلام کے سلسلہ میں

ایسا ناخ و منسوخ ماننا عظمت شان کلام الہی کے بالکل منافی ہے۔ چہ جائیکہ بموجب مسلک اُن مفسرین کے جو کسی آیت قرآنی کو منسوخ مانتے ہی نہیں۔ پھر ایک ایسے کلام کے سلسلہ میں جو متصل ہے ناخ منسوخ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اب خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کوئی ایسی توجیہ صرف نظم قرآن مجید سے ہی پیدا کرنی چاہئے جس سے نہ تو کوئی محذوف ماننا پڑے نہ اضمار قبل الذکر لازم آوے نہ ضمیر مذکر کی مونث کی طرف راجح ہونہ تاریخ منسوخ کا ماننا پڑے نہ کسی قسم کا تخالف آیات مذکورہ کے مفہومات میں لازم آدے اور نہ عدم فرضیت روزوں رمضان کے مفہوم ہووے کیونکہ عدم فرضیت صیام رمضان کی اولہ شرعیہ کے محض خلاف ہے۔ اگر کسی توجیہ سے یہ تکلفات رفع ہو جائیں تو البتہ تلخ صدر ان آیات کے تفتقہ میں حاصل ہو سکتا ہے۔ اب اس جلسہ خطبہ میں صرف ایک توجیہ بیان کی جاتی ہے۔ اگر اہل علم حاضرین جلسہ کے نزدیک یہ پسند آجائے تو زہے عز و شرف ورنہ وہ خود بعد خطبہ کے بیان فرمادیں اور اگر بعد خطبہ کے کسی صاحب نے اہل علم میں سے کوئی تطبیق اور توجیہ دیگر بیان نہ فرمائی تو یہی ثابت ہو گا کہ یہی تطبیق اُن کو پسند ہے اور وہ تطبیق یہ ہے کہ اسلام میں دو قسم کے روزے ہیں جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ ایک لازم اور دوسرے غیر لازم۔ چونکہ روزہ جو بہ نسبت دیگر عبادات کے ایک عمدہ عبادت ہے جس سے مومن متبع انوار الہی کو حاصل کر سکتا ہے اور مکالمات الہی کا تجلی گاہ ہو سکتا ہے جیسا کہ کلام نبوت میں وارد ہوا ہے کہ

الضَّوْمِرِيُّ وَأَنَا أَجْزِي بِهِ (بخاری کتاب الصوم) یعنی بصیغہ مجہول ترجمہ روزہ مومن کا خاص میرے ہی لئے ہوتا ہے جس میں ریا وغیرہ کو کچھ دخل نہیں اور اُس کی جزا میں خود ہو جاتا ہوں۔ یا آنا اجْزِي بِهِ بصیغہ معروف کہ میں بلا وساطت غیرے خود اُس کی جزا دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ من الاحادیث الصحیحہ۔ یہ احادیث اس امر پر صریح دال ہیں اور سراسر میں یہی ہے کہ انسان روزے میں فجر سے لے کر شام تک تینوں خواہشوں، کھانے پینے، جماع سے رکارتا ہے اور پھر اُس کے ساتھ اپنے آپ کو ذکر الہی، تلاوت، نماز، درود شریف کے پڑھنے میں مشغول رکھتا ہے تو پھر اُس کی روح پر عالم غیب کے انوار کی تجلی اور ملاء علیٰ تک اُس کی رسائی کیونکر نہ ہوگی۔ اور یہ جو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رمضان شریف میں شیطان زنجیروں میں بند کئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور علم غیبی آواز دیتا ہے کہ اے طالب نیکی کے! اس طرف کو آ اور اے برائی کے کرنے والے! کو تباہی کر۔ یہ سب ایسی احادیث اسی

امر لطیف کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ ظلماتِ جسمانیہ کے دُور کرنے کے لئے روزہ سے بہتر اور افضل کوئی عبادت نہیں اور انوار و کمالاتِ الہیہ کی تحصیل کے لئے روزہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں اور حضرت موسیٰ نے جب کوہِ طور پر تیس بلکہ چالیس روزے رکھے تب ہی اُن کو تورات ملی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غارِ حرا کے اعتکاف میں روزوں کا رکھنا ثابت ہے جس کے برکات سے نزولِ قرآن کا شروع ہوا اور خود قرآن مجید بھی اس طرف ناظر ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اور مسیح موعود نے بھی چھ ماہ یا زیادہ مدت تک روزے رکھے ہیں جن کی برکات سے ہزاروں الہامات کے وہ مورد ہو رہے ہیں۔ بدیں وجوہ موجہ قرآن اور اسلام نے جو جامع تمام صد اُمّتوں اور معارف کا ہے دونوں قسم کے روزوں کو واسطے حاصل ہونے مزید تصفیہ قلب کے ثابت و برقرار رکھا۔ ہاں دونوں قسموں کے حکم جداگانہ فرمائیے گئے۔ صیام غیر لازم کا حکم تو یوں فرمایا کہ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ اور صیام لازم کا حکم یوں ارشاد ہوا کہ فَلْيَصُمْهُ اور وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ آگے رہا لفظ كَتَبَ، جس کے معنی مفسرین فرض لکھتے ہیں۔ اس کی نسبت یہ گزارش ہے کہ کچھ ضروری نہیں کہ اس کے معنی فرضیت ہی کے لئے جاویں بلکہ جو حکم شرعی لازم یا غیر لازم ہو اس کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ شرع اسلام میں مکتوب یا لکھا ہوا ہے خواہ وہ حکم لازم ہو یا غیر لازم۔ یہ اصطلاح علماء ہی کی ہے نہ قرآن مجید کی اصطلاح کیونکہ لفظ کتاب یا اس کی مشتقات قرآن مجید میں صدا جگہ آئے ہیں، تاہم وہاں پر مراد الہی فرضیت نہیں ہے۔ کما قال تعالیٰ وَتِيكَتَبُ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ (البقرہ: 283) أَيْضًا۔ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ (البقرہ: 81) وَعَبِيرُ ذَلِكَ مِنَ الْآيَاتِ الْكَثِيرَةِ آگے رہا حکم شیخ فانی، مُرْضِعُهُ، بِرِضْعِ يَاجُونَ نَهَايَتِ لَاحِرٍ وَنَحِيفٍ وَغَيْرِهِمْ کا جن پر روزہ رکھنا نہایت درجہ پر شاق معلوم ہوتا ہے۔ سو یہ سب لوگ بایں شرط مشقت حکم مریض میں داخل ہیں کیونکہ تعریف مریض کی اُن پر صادق آتی ہے کہ اُن کے جملہ قوی کے افعال اپنی حالت اصلی پر باقی نہیں رہے۔ اگر یہ لوگ فدیہ بھی دیوں تو مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ پر قیاس کئے جاسکتے ہیں مگر فدیہ بھی اُس شخص پر ہے جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتا ہو۔ ورنہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کا روزہ افطار کرنے والے نے خود الناساٹھ مسکینوں کا طعام فدیئاً لے لیا ہے کما فی المشکوٰۃ اور خود قرآن مجید ہی

فرماتا ہے کہ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْإِيسَاءَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَ (البقرہ: 8) اور لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ: 387) وغیرہ وغیرہ من الآیات۔

اس توجیہ سے وہ تکلفات جو مذکور ہوئے نہیں لازم آتے وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ اب واضح ہو کہ جس قدر احکام شرع اسلام میں مقرر ہیں ان میں اسرار عجیبہ اور لطائف غریبہ غور کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہاں پر جو شَهْرٌ مَصَّنٌ واسطے صیام کے اللہ تعالیٰ کے کلام میں مخصوص فرمایا گیا اُس میں ایک عجیب برّیہ ہے کہ یہ مہینہ آغاز سنہ ہجری سے نواں (9) مہینہ ہے۔ یعنی 1۔ محرم 2۔ صفر 3۔ ربیع الاول 4۔ ربیع الثانی 5۔ جمادی الاول 6۔ جمادی الثانی 7۔ رجب 8۔ شعبان 9۔ رمضان اور ظاہر ہے کہ انسان کی تکمیل جسمانی عظیم مادر میں نو ماہ میں ہی ہوتی ہے اور عدد نو کا فی نفسہ بھی ایک ایسا کامل عدد ہے کہ باقی اعداد اسی کے احاد سے مرتب ہوتے چلے جاتے ہیں، لا غیر۔ پس اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہوا کہ انسان کی روحانی تکمیل بھی اس نویں مہینہ رمضان ہی میں ہونی چاہئے اور وہ بھی اس تدریج کے ساتھ کہ آغاز شہور ہجری سے ہر ایک ماہ میں ایام بیض وغیرہ کے روزے رکھنے سے بتدریج تصفیہ قلب حاصل ہوتا رہا۔ جیسا کہ شیخ نے کہا ہے کہ

صفائی	بدرتج	حاصل	کنی
تامل	در	آئینہ	دل
			کنی

حتیٰ کہ نواں مہینہ رمضان شریف کا آگیا تو اس کے لئے یہ حکم ہوا کہ قَبْنٌ شَهْدٌ مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُفُّهُ (البقرہ: 184) یہاں تک کہ مومن قبیح کو روزے رکھتے رکھتے آخر عشرہ رمضان شریف کا بھی آگیا۔ پس اب تو ظلماتِ جسمانیہ اور نکدّراتِ ہولانیہ سے پاک و صاف ہو گیا تو عالم ملکوت کی تجلیات بھی اُس کو ہونے لگیں اور طاق تاریخوں میں مکالماتِ الہیہ کا مورد ہو گیا اور یہی حقیقت ہے لیلیۃ القدر کی جو آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور اس لئے شارع اسلام نے تعیین لیلیۃ القدر کی 27 شب مقرر فرمادی کیونکہ در صورت 29 دن ہونے شہر رمضان کے وہی 27 شب آخری طاق شب ہو جاتی ہے، جس میں تکمیل روحانی انسان متبع کے

حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ شب 27 کی ایک عجیب مبارک شب ہے جس میں قرآن مجید بھی نازل ہوا۔  
 كما قال الله تعالى إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرِيكَ مَا كَيْفَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ  
 (القدر: 3-13) - اَيْضاً قَالَ تَعَالَى - إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ (الدخان: 3) اور چونکہ یہ شب مبارک  
 اور لیلیۃ القدر دونوں رمضان شریف ہی میں ہوتی ہیں لہذا ان تینوں آیتوں میں کوئی اختلاف بھی باقی نہیں  
 رہا۔ اور اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں ضمیر مذکر غائب کا مرجع اس لئے مذکور نہیں ہوا ہے کہ جملہ  
 اہل کتاب یہود و نصاریٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد درجہ منتظر تھے کیونکہ تمام کتب  
 میں آپ کی بشارات اور صفاتِ حمیدہ موجود تھیں اور اب تک موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام آپ کے منہ  
 میں ڈالا جانا بھی بائبل میں اب تک پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کلام الہی کے نزول کا بھی ان کو سخت انتظار تھا  
 اور نیز مشرکین عرب اپنے باپ دادوں سے سنتے چلے آتے تھے کہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے بنی  
 اسمعیل میں ایک نبی عظیم الشان مبعوث ہونے والا ہے۔ لہذا جملہ اہل مذاہب اور اہل کتاب کو اس نبی  
 آخر الزمان اور نزول کلام الہی کا انتظار تھا اور اُن میں آپ کی بعثت کا ذکر خیر رہتا تھا جیسا کہ سورہ بینہ کی  
 ہماری تفسیر سے واضح ہے۔ اس لئے اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ کے مرجع کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ مرجع  
 کے ذکر کرنے میں وہ نکتہ حاصل نہ ہوتا تھا جو اس کے عدم ذکر کرنے میں ایک لطیفہ حاصل ہوا۔ اس لئے  
 مرجع ضمیر ”اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ“ کا ذکر سابق میں نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس کا ذکر توکل اہل کتاب اور مشرکین عرب  
 میں موجود ہے... پھر دیکھو! رمضان شریف اور موسم حج کو اور لیلیۃ القدر وغیرہ کو کہ ہر سال ایک مرتبہ  
 ان کا دورہ ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ اسی لئے کہ مومنین کا ایمان اُن کی برکات سے تازہ ہوتا رہے اور  
 تجلیات الہیہ کا ورود جن میں مکالمات الہیہ ہیں، مومن تنبیح پر ہوتا رہے۔ اسی طرح ہر ایک صدی پر  
 واسطے تجدید دین اسلام کے مجددین کا دورہ ہوتا رہتا ہے گناہی الْحَدِيثِ الصَّحِيح - چنانچہ اس چودہویں  
 صدی میں دورہ مسیح موعود کا ہو رہا ہے۔ یہ مسیح موعود عند اللہ قمر بھی ہے اور ایک لحاظ سے شمس بھی ہے۔

گمنا ثَبَّتَ فِي مَحَلِّهِ۔ یہ شمس و قمر کا دورہ رمضان شریف کے ساتھ بڑی مناسبتیں رکھتا ہے۔ یعنی جس طرح پر رمضان شریف میں ایک قسم کی نفس کشی بسبب امساک کے اکل و شرب سے اور جماع سے کی جاتی ہے اسی طرح پر اس دور قمر میں مومنین متبعین کو کسی قدر صعوبتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ بلکہ بعض متبعین کو ترک اکل و شرب و جماع کا بھی تائید اسلام اور تبلیغ دین حق کے لئے کرنا پڑا ہے کہ اکثر جگہ پر ازواج میں باہم تفریق واقع ہو گئی اور مخالفین اکثر مخلصین کے اکل و شرب میں بھی خارج ہوئی۔ دوسری مناسبت رمضان کو اس قمر کے ساتھ یہ ہے کہ جو معارف قرآنی بذریعہ اس شمس و قمر کے دنیا پر منکشف ہوئے وہ پچھلی صدیوں میں نازل نہیں ہوئے تھے اور رمضان کی خصوصیات سے ضروری ہے کہ هُدَى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ (البقرہ: 186) کا نزول ضرور ہو۔ یہ تینوں امور نزول قرآن مجید کے لئے اس لئے ضروری ہیں کہ ایک تو ہدایت عام ہوتی ہے تمام آدمیوں کے لئے۔ دوسرے اس ہدایت کے دلائل قطعیہ اور شواہد یقینیہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا مصدق کسوف و خسوف ماہ رمضان 1311ھ اور دیگر بینات واقع ہوئے۔ تیسرے اس ہدایت عامہ کے لئے الفرقان ہونا چاہئے جیسا کہ واقعہ لیکھرام اور چراغ دین کے اس کے شواہد ہیں وغیرہ وغیرہ جو اس خطبہ میں مفصل بیان نہیں ہو سکتے۔ پس جب ان ہر سہ امور کا نزول اس دور شمس و قمر میں ہم کو مشاہد ہو رہا ہے تو پھر ہم کیونکر تسلیم نہ کریں کہ زمانہ بعثت اس مسیح موعود کو ساتھ شہر رمضان کے بالضرور ایک مناسبت قوی ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔ شَهْرٌ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ۔ پس اگر یہ زمانہ مسیح موعود کا شہر رمضان کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا تو پھر یہ نزول قرآن یعنی ردِّ شہادت تمام فرق باطلہ کا قرآن مجید سے کیوں ہو رہا ہے؟ ہر ایک اہل بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ علت کے وجود سے معلول کا وجود سمجھا جاتا ہے اور معلول کے وجود سے علت کا وجود سمجھ میں آ جاتا ہے اور جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بہشت کا ایک عظیم الشان لیلۃ القدر تھا کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا

أَذْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (القدر: 13) اسی طرح پر یہ آخری زمانہ یعنی دور شمس و قمر کا زمانہ ایک قسم کی لیلیۃ القدر ہے کہ اس میں بھی اس مسیح موعود علیہ السلام پر نزول ملائکہ اور روح یعنی جبرائیل کا ہورہا ہے جس کو کوئی مخالف نہیں ٹال سکتا کیونکہ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ (القدر: 16) ہے اور اسی لئے یہ مسیح موعود سلامتی کا شہزادہ ہے کِنَافِي الْإِنهَامِ وَكِنَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى سَلَّمَ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر) چونکہ معارف الہامات مسیح موعود کے بے نہایت ہیں، اس لئے میں اب اس خطبہ کو یہیں ختم کرتا ہوں۔

بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَنَفَعْنَا وَإِيَّاكُمْ بِالآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ إِنَّهُ تَعَالَى حَوَادِثٌ قَدِيمٌ كَرِيمٌ مَلِكٌ رُءُوفٌ رَحِيمٌ۔“

(خطبات نور صفحہ 226-235)

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1095﴾

﴿9﴾

## ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)  
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اُسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں  
پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے  
ہیں، اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

(بخاری: 1899، مسلم: 1079)

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو  
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

رمضان کی علتِ غائی بقائے نفس اور بقائے نسل ہے۔

حضرت الحاج حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سورۃ البقرہ آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184) کی تفسیر میں  
بقائے شخصی (غذا کی) اور بقائے نوعی (نسل کی) کی تفصیل میں فرماتے ہیں:

”روزوں کی فلاسفی یہ ہے کہ انسان کو دو چیزوں کی بہت ضرورت ہے۔ ایک بقاءِ شخصی کے لئے غذا کی۔  
دوم۔ بقاءِ نوعی کے لئے بیوی کی۔ اب دیکھو! انسان گھر میں تنہا بیٹھا ہے۔ پیاس بڑی شدت سے محسوس

ہو رہی ہے۔ دودھ موجود ہے، برف موجود ہے۔ شربت حاضر ہے کوئی روکنے والا بھی نہیں مگر پھر بھی سچا روزہ دار مطلق ان چیزوں کے کھانے کا ارادہ تک نہیں کرتا۔ اسی طرح بیوی پاس ہے کوئی چیز مانع بھی نہیں مگر پھر بھی وہ اس سے محترز ہے۔ یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ روزہ دار ہے اور اس کے مولیٰ کا حکم ہے کہ ان دونوں چیزوں سے رُکار ہے۔ یہ مشاقی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ باوجود سامانوں کے مہیا ہونے اور ضرورت کے ہم ان چیزوں سے رُکے رہیں جن سے رُکے رہنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اسلام میں ہر سال ایک ماہ تو بالالتزام یہ مشق کرائی جاتی ہے اور ایک طرح سے چار ماہ کے لئے یہ مشق ہوتی ہے کیونکہ عادت نبویؐ تھی کہ ہر دو شنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتے پھر ایام بیض (12-13-14) میں بھی روزہ رکھتے۔ گویا ہر مہینے میں بالا و وسط دس دن۔ اس حساب سے روزہ کے لئے سال کے چار ماہ ہوتے ہیں۔ اب خیال کرو کہ جو لوگ چار ماہ یہ مشق کرتے ہیں وہ رشوت کیونکر لیں گے۔ اکل بالباطل کیوں کریں۔ کوئی ضرورت انسان کو ان ضرورتوں سے بڑھ کر پیش نہیں آسکتی جو بقاء شخصی و بقاء نوعی کے لئے ضروری ہیں۔ جب ان ضرورتوں میں باوجود سامانوں کے مہیا ہونے اور کسی روک کے نہ ہونے کے صرف اللہ کی فرمانبرداری کے لئے محترز رہا ہے تو پھر ایک صریح حرام امر کا کیوں مرتکب ہونے لگا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادریان 8/ اپریل 1909ء)

سب کے بعد تقویٰ کی وہ راہ ہے جس کا نام روزہ ہے جس میں انسان شخصی اور نوعی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک وقت معین تک چھوڑتا ہے۔ اب دیکھ لو کہ جب ضروری چیزوں کو ایک وقت ترک کرتا ہے تو غیر ضروری کو استعمال کیوں کرے گا۔ روزہ کی غرض اور غایت یہی ہے کہ غیر ضروری چیزوں میں اللہ کو ناراض نہ کرے اسی لئے فرمایا **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**۔ (الحکم 24 جنوری 1903ء صفحہ 15)

روزہ کی حقیقت کہ اس سے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے اور انسان متقی بن جاتا ہے۔ اس سے پیشتر کے رکوع میں رمضان شریف کے متعلق یہ بات مذکور ہے کہ انسان کو جو ضرورتیں پیش آتی ہیں ان میں سے بعض تو شخصی ہوتی ہیں اور بعض نوعی اور بقائے نسل کی شخصی ضرورتوں میں سے بعض تو جیسے کھانا پینا ہے اور نوعی ضرورت جیسے نسل کے لئے بیوی سے تعلق۔ ان دونوں قسم کی طبعی ضرورتوں پر قدرت حاصل کرنے کی راہ روزہ سکھاتا ہے اور اس کی حقیقت یہی ہے کہ انسان متقی بننا سیکھ لیوے۔ آجکل تو دن چھوٹے

ہیں۔ سردی کا موسم ہے اور ماہ رمضان بہت آسانی سے گزرا مگر گرمی میں جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بھوک پیاس کا کیا حال ہوتا ہے اور جوانوں کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ان کو بیوی کی (بیویوں کی) کس قدر ضرورت پیش آتی ہے۔ جب گرمی کے موسم میں انسان کو پیاس لگتی ہے۔ ہونٹ خشک ہوتے ہیں۔ گھر میں دودھ، برف، مزہ دار شربت موجود ہیں مگر ایک روزہ دار ان کو نہیں پیتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اُس کے مولیٰ کریم کی اجازت نہیں کہ اُن کو استعمال کرے بھوک لگتی ہے ہر ایک قسم کی نعمت زدہ، پلاؤ، تورمہ، فرنی وغیرہ گھر میں موجود ہیں اگر نہ ہوں تو ایک آن میں اشارہ سے تیار ہو سکتے ہیں مگر روزہ دار اُن کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس کے مولیٰ کریم کی اجازت نہیں۔ شہوت کے زور سے پٹھے پٹھے جاتے ہیں... بیوی بھی حسین، نوجوان اور صحیح القویٰ موجود ہے مگر روزہ دار اس کے نزدیک نہیں جاتا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر جاؤں گا تو خدا تعالیٰ ناراض ہو گا۔ اُس کی عدول حکمی ہوگی۔ ان باتوں سے روزہ کی حقیقت ظاہر ہے کہ جب انسان اپنے نفس پر یہ تسلط پیدا کر لیتا ہے کہ گھر میں اس کی ضرورت اور استعمال کی چیزیں موجود ہیں مگر اپنے مولیٰ کی رضا کیلئے وہ حسب تقاضائے نفس اُن کو استعمال نہیں کرتا تو جو اشیاء اُس کو میسر نہیں اُن کی طرف نفس کو کیوں راغب ہونے دے گا۔ رمضان شریف کے مہینہ کی بڑی بھاری تعلیم یہ ہے کہ کیسی ہی شدید ضرورتیں کیوں نہ ہوں مگر خدا کا ماننے والا خدا ہی کی رضا مندی کیلئے ان سب پر پانی پھیر دیتا ہے اور ان کی پرواہ نہیں کرتا۔ قرآن شریف روزہ کی حقیقت اور فلاسفی کی طرف خود اشارہ فرماتا اور کہتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ** **كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** (البقرہ: 184)۔ روزہ تمہارے لئے اس واسطے ہے کہ تقویٰ سیکھنے کی تم کو عادت پڑ جاوے۔ ایک روزہ دار خدا کے لئے اُن تمام چیزوں کو ایک وقت ترک کرتا ہے جن کو شریعت نے حلال قرار دیا ہے اور اُن کے کھانے پینے کی اجازت دی ہے صرف اس لئے کہ اس وقت میرے مولیٰ کی اجازت نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پھر وہی شخص ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کوشش کرے جن کی شریعت نے مطلق اجازت نہیں دی اور وہ حرام کھاوے پیوے اور بدکاری میں شہوت کو پورا کرے۔

صوم ایک محبت الہی کا بڑا نشان ہے۔ روزہ دار آدمی کسی کی محبت میں سرشار ہو کر کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور بیوی کے تعلقات اُس سے بھول جاتے ہیں۔ یہ روزہ اسی حالت کا اظہار ہے۔ یہ بھی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔ (بدر 12 جنوری 1910ء)

روزے داری کا بڑا یہ ہے کہ سلیم الفطرت پیاس کے وقت گھر میں دودھ، بالائی، برف رکھتا ہے کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ بھوک کے وقت گھر میں انڈے مرغیاں، پلاؤ موجود ہے اور کوئی روکنے والا نہیں۔ قوت شہوانیہ موجود گھر میں آپس ادِلرُبا موجود۔ پھر اُس کے نزدیک نہیں جاتا۔ صرف الہی حکم کی پابندی سے وہ رکتا ہے۔ اِس مشق سے وہ حرام کاری حرام خوری سے کسی قدر بچے گا۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 301-303)

☆ حضورؐ نے سورۃ البقرہ آیت 190 کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

” یہ رکوع شریف جو میں نے ابھی پڑھا ہے۔ یہ رمضان شریف کی تاکیدوں اور اُس کے احکام اور فضائل اور فوائد کے بیان کے بعد نازل فرمایا گیا ہے۔ اِس رکوع کا مضمون اور مطلب، رمضان کے بعد ہی سے بلا فصل شروع ہوتا ہے جو آج کی تاریخ ہے۔ یہ مہینہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ بہ نسبت اور مہینوں کے ایک خاص فضل اور انعام مسلمانوں پر اِس میں نازل ہوا ہے گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یہی مہینہ ابتدائی سال ہے۔ آخر رمضان میں جو وحی نازل ہوئی ہے تو تبلیغ شوال ہی سے شروع فرمائی ہے۔ وہ جو نور تاریکیوں سے دُور کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور جس کا ذکر اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُورًا میں کیا ہے اِس کا شروع یہی مہینہ ہے..... رمضان میں تقویٰ کا سبق یوں ملتا ہے سخت سے سخت ضرورتیں بھی جو بقائے نفس اور بقائے نسل کے لئے ضروری ہیں اُن کو بھی روکنا پڑتا ہے۔ بقائے نفس کے لئے کھانا پینا ضروری چیز ہیں اور بقائے نسل کے لئے بیوی سے تعلق ایک ضروری شے ہے مگر رمضان میں کچھ عرصہ کے لئے یعنی دن بھر ان ضرورتوں کو خدا کی رضامندی کی خاطر چھوڑنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس میں یہ سبق سکھایا ہے کہ انسان جب بڑی ضروری خواہشوں اور ضرورتوں کو ترک کرنے کا عادی ہو گا تو غیر ضروری کے چھوڑنے میں اُس کو کیسی سہولت ہوگی۔ دیکھو! ایک شخص کے گھر میں تازہ دودھ، ٹھنڈے شربت، انگور، نارنگیاں موجود ہیں۔ پیاس کے سبب سے ہونٹ خشک ہو رہے ہیں۔ کوئی روکنے

والا نہیں۔ باوجود سہولت اور ضرورت کے اس لئے ارتکاب نہیں کرتا کہ مولیٰ کریم ناراض نہ ہو جائے اور اسی طرح عمدہ عمدہ کھانے پلاؤ، کباب اور دوسری نعمتیں میسر ہیں اور بھوک سے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور پھر کوئی نہیں جو ان کھانوں سے روکنے والا ہو مگر یہ اس لئے استعمال نہیں کرتا کہ مولیٰ کریم کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔ جبکہ یہ حال ہے کہ ایسی حالت اور صورت میں کہ اس کی عمدہ سے عمدہ نعمتیں جو اس کے بقائے نفس کے لئے اشد ضروری ہیں یہ صرف مولیٰ کریم کے حکم کی رضامندی کی خاطر ان کو چھوڑتا ہے اور پھر دیکھتا ہے کہ چھوڑ سکتا ہے تو بھلا ایسا انسان جو خدا کے لئے ضروری چیزیں چھوڑ سکتا ہے وہ شراب کیوں پینے لگا اور خنزیر کیوں کھانے لگا جس کی کچھ بھی ضرورت نہیں ہے یا مثلاً کوئی رشوت خوری کرنے یا چور یا ایسا انسان جو قرض لیتا ہے کہ ادا کرنے کی نیت نہیں ہے جبکہ دیانت داری سے کام لیتا ہے اور مولیٰ کریم کی اجازت اور پروا لگی کے سوا کچھ نہیں کرتا وہ ایسا خبیث مال لینے میں کیوں جرأت کرے گا؟ ہر گز نہیں۔ اسی طرح گھر میں حسین جو ان بیوی موجود ہے مگر اللہ ہی کی رضا کے لئے تیس دن چھوڑ سکتا ہے تو بد نظری کے لئے جی کیوں لپٹائے گا۔ غرض رمضان شریف ایک ایسا مہینہ تھا جو انسان کو تقویٰ، طہارت، خدا ترسی، صبر و استقلال، اپنی خواہشوں پر غلبہ، فتحمندی کی تعلیم عملی طور پر دیتا تھا۔ ان ترقیوں کو دیکھ کر جو صحابہؓ نے رمضان میں تقویٰ میں کی تھیں انہوں نے دوسرے مہینوں کے فضائل و فوائد سننے کی خواہش ظاہر کی اور سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا جواب یوں دیا تھا۔ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ۔ کہہ دو لوگوں کے فائدہ کے لئے یہ وقت مقرر فرمائے ہیں۔ کیسا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جس کو صحت، فرصت، پھر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے علم بھی عطا ہوا ہے اور اگر نہیں تو کوئی درد دل سے سنانے والا موجود ہے۔ عاقبت اندیشی کی عقل دی ہے مگر باوجود اس قدر اسباب اور سہولتوں کے میسر آجانے پر بھی اگر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی فکر نہیں کرتا اور منافع اٹھانے کی سعی میں نہیں لگتا تو اس سے بڑھ کر بد قسمت کون ہو سکتا ہے۔

مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ: کیا عجیب وقت بنایا ہے تمہارے فائدہ کے لئے اور نفع اٹھانے کا بہت بڑا موقع دیا ہے اور اس لئے بھی کہ تم حج کرو۔ یاد رکھو! حج اللہ کی سنن میں سے ہے۔

یہ ایک سچی بات ہے کہ جہاں بدکاریاں کثرت سے ہوں وہاں غضبِ الہی نازل ہوتا ہے اور جہاں عظمت اور ذکرِ الہی ہو وہاں فیضانِ الہی کثرت سے نازل ہوتا ہے۔ قومی روایات سے متفقہ یہ شہادت ملتی ہے کہ بیت اللہ کا وجود تو بہت بڑے زمانہ سے ہے لیکن حضرت ابوالہتلمۃ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے جس کی تاریخ صحیح موجود ہے۔ اَبَا عَن جَدِّ قَوْمُوں کا مرکز اور جائے تعلیم چلا آیا ہے اور پتہ ملتا ہے کہ رات دن میں کوئی ایسا وقت بیت اللہ میں نہیں آتا کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کے اور ادنیٰ پڑھے جاتے ہوں۔ مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات کا زندہ اور بین ثبوت موجود ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْغِبْيَتِ الْاَنْبِيَا۟ (المائدہ: 98) یعنی اس الہی گھر کو معزز گھر بنایا۔ اُس کو لوگوں ک قیام اور نظام کا محل بنایا اور قربانیوں کو مقرر کیا کہ تم کو سمجھ آ جائے کہ خدا ہے اور وہ علیم وخبیر خدا ہے کیونکہ جس طرح اس نے فرمایا اسی طرح پورا ہوا۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 316-317)

رمضان کے دن بڑے بابرکت دن ہیں۔ فرمایا:

”رمضان کے دن بڑے بابرکت دن ہیں۔ اب یہ گزرنے کو ہیں۔ یہ دن پھر ہم کو اسی رمضان میں نہیں آئیں گے۔ نہیں معلوم آسندہ رمضان تک کس کی حیاتی ہے اور کس کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں خاص احکام دیے ہیں اور ان پر عمل کرنے کی خاص تاکید کی ہے۔ جو لوگ مسافر ہیں یا بیمار ہیں اُن کو تو سفر کے بعد اور بیماری سے صحتیاب ہو کر روزے رکھنے کا حکم ہے مگر دوسرے لوگوں کو دن کے وقت کھانا پینا اور بیوی سے جماع کرنا منع ہے۔ کھانا پینا بقائے شخص کے لئے نہایت ضروری ہے اور جماع کرنا بقائے نوع کے لئے سخت ضروری ہے۔ اس مہینہ میں خدا تعالیٰ نے دن کے وقت ایسی ضروری چیزوں سے رُکے رہنے کا حکم دیا تھا۔ ان چیزوں سے بڑھ کر اور کوئی چیزیں ضروری نہیں۔ بیشک سانس لینا ایک نہایت ضروری چیز ہے مگر انسان اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ اسی واسطے بنایا ہے کہ جب انسان گیارہ مہینے سب کام کرتا ہے اور کھانے پینے، بیوی سے جماع کرنے میں مصروف رہتا ہے تو پھر ایسی ضروری چیزوں کو دن کے وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک ماہ کے لئے ترک کر دے تو پھر دیکھو! جہاں ایک طرف ان ضروری اشیاء سے منع کیا ہے دوسری طرف تدریس قرآن، قیام رمضان اور صدقہ وغیرہ کا حکم دیا ہے اور اس میں

یہ بات سمجھائی ہے کہ جب ضروری چیزیں چھوڑ کر غیر ضروری چیزوں کو خدا کے حکم سے اختیار کیا جاتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کے برخلاف غیر ضروری چیزوں کو حاصل کیا جاتا ہے۔ رمضان کے مہینہ میں دعاؤں کی کثرت، تدریس قرآن، قیام رمضان کا ضروری خیال رکھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں لکھا ہے مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

مگر افسوس کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رمضان میں خرچ بڑھ جاتا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ روزہ کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ سحرگی کے وقت اتنا پیٹ بھر کر کھاتے ہیں کہ دوپہر تک بد ہضمی کے ڈکار ہی آتے رہتے ہیں اور مشکل سے جو کھانا ہضم ہونے کے قریب پہنچا بھی تو پھر افطار کے وقت عمدہ عمدہ کھانے پکوانے کے وہ اندھیر مارا اور ایسی شہم پڑی کی کہ وحشیوں کی طرح نیند پر نیند اور سستی پر سستی آنے لگی۔ اتنا خیال نہیں کرتے کہ روزہ تو نفس کے لئے ایک مجاہدہ تھانہ یہ کہ آگے سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر خرچ کیا جاوے اور خوب پیٹ پُر کر کے کھایا جاوے۔ یاد رکھو! اسی مہینہ میں ہی قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تھا اور قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت اور نور ہے۔ اسی کی ہدایت کے بموجب عمل درآمد کرنا چاہیے۔ روزہ سے فارغ البالی پیدا ہوتی ہے اور دنیا کے کاموں میں سکھ کرنے کی راہیں حاصل ہوتی ہیں۔ آرام یا تو مر کر حاصل ہوتا ہے یا بدیوں سے بچ کر حاصل ہوتا ہے اور اس سے انسان قُرب حاصل کر سکتا اور متقی بن سکتا ہے اور اگر لوگ پوچھیں کہ روزہ سے کیسے قرب حاصل ہو سکتا ہے تو کہہ دے فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِلَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ یعنی میں قریب ہوں اور اس مہینہ میں دعائیں کرنے والوں کی دعائیں سنتا ہوں۔ چاہئے کہ پہلے وہ ان احکام پر عمل کریں جن کا میں نے حکم دیا اور ایمان حاصل کریں تاکہ وہ مراد کو پہنچ سکیں۔ اور اس طرح سے بہت ترقی ہوگی۔

بہت لوگ اس مہینہ میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے مگر خدا تعالیٰ چوں کہ جانتا تھا کہ قوی آدمی ایک مہینہ تک صبر نہیں کر سکتا اس لئے اس نے اجازت دے دی کہ رات کے وقت اپنی بیویوں سے تم لوگ صحبت کر سکتے ہو۔ بعض لوگ ایک مہینہ تک کب باز رہ سکتے ہیں اس لئے خدا نے صبح صادق تک بیوی سے جماع کرنے کی اجازت دے دی۔ بد نظری، شہوت پرستی، کینہ، بغض، غیبت اور دوسری

بد باتوں سے خاص طور پر اس مہینہ میں بچے رہو۔ اور ساتھ ہی ایک اور حکم بھی دیا کہ رمضان میں اس سنت کو بھی پورا کرو کہ رمضان کی بیسویں صبح سے لے کر دس دن اعتکاف کیا کرو۔ ان دنوں میں زیادہ توجہ الی اللہ چاہئے۔“

(خطبات نور صفحہ 262-263)

روزہ بڑی بابرکت چیز ہے۔ فرمایا:

”توحید اصل ہے اسلام کا اور اس امر کو پورا کرنے کے لئے بہ آواز بلند اذان میں اللہ اکبر، اللہ اکبر رکھا ہے اور اکبر ایسا کلمہ ہے کہ اس میں خدا کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے۔ اکبر سے بڑھ کر اور کیا لفظ ہو سکتا ہے پھر اسلام کا دوسرا پہلو شفقت علی خلق اللہ ہے۔ سوز کواۃ اور حج کا حکم کر کے عام لوگوں پر شفقت کرنا سکھایا اور نماز، روزہ کا حکم کر کے اپنی جان پر شفقت کرنا سکھایا۔ روزہ بڑی بابرکت چیز ہے اور اس میں انسان کو مشق کرائی جاتی ہے کہ وہ اپنی جان کے لئے ناجائز طور پر کوئی چیز استعمال نہ کرے کیونکہ جب روزہ میں جائز چیزوں کو چھوڑنا سیکھے گا تو محمد رسول اللہ کو سچا سمجھتا ہو اُس کی ناجائز کردہ چیزوں کو تو ضرور ہی چھوڑ دے گا۔ غرض نتیجہ کلمہ شہادت سے یہ نکلا کہ اللہ کے سوائے کسی اور کو معبود نہ جانو اور محمد، اللہ کا رسول اور بندہ ہے اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں انسان کی اپنی جان کی بھلائی اور دیگر عام مخلوق کی بھلائی ہے ورنہ کسی کو اپنے مذہب میں داخل کرتے وقت پانی چھڑکنے سے کیا فائدہ اور دنیا کے متعلق تو حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا آسان ہے لیکن دو تلمند کا خدائی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔“

(خطبات نور صفحہ 562)

روزوں کے فوائد۔ فرمایا:

”وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۗ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۗ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ“

یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں کہ وہ کہاں ہے پس جواب یہ ہے کہ ایسا نزدیک ہوں کہ مجھ سے زیادہ کوئی نزدیک نہیں جو شخص مجھ پر ایمان لا کر مجھے پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ (نور الدین صفحہ 43)

وَإِذَا سَأَلَكَ: اگر لوگ یہ سوال کریں کہ روزوں سے کیا فائدہ ہوتا ہے تو ایک تو یہاں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184) اور دوم یہ کہ انسان کو خدا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہت قریب ہو جاتا ہوں اور دعائیں قبول کرتا ہوں۔

أُحِبُّ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ: اس کے یہ معنی نہیں کہ جو مانگو وہی ملے کیونکہ دوسرے مقام پر فرمادیا۔ جواب سورہ انعام (آیت 42) میں ہے۔ بَلْ آيَا تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ يَعْنِي اِغْرَ چاہے تو اُس مصیبت کو ہٹا دیتا ہے۔ یہاں بھی اُن کے ساتھ اسی طرف اشارہ ہے۔

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي: فرمایا ہے یعنی جس قدر تم میرے فرمانبردار ہوتے جاؤ گے ایمان میں ترقی کرتے جاؤ گے اُسی قدر میں دعائیں قبول کروں گا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان 8 اپریل 1909ء)

روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قرب الہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔

یہ ماہ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سزا الہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس ماہ میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا لیکن اُن کو چاہیے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔ انسان جس قدر خدا کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ویسے ہی اُس کی باتیں مانتا ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو رشد سے بھی خاص تعلق ہے اور اس کا ذریعہ خدا پر ایمان، اُس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے اور بھی باتیں ہیں جن سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔ (الحکم 24 جنوری 1904ء صفحہ 12)

اگر لوگ پوچھیں کہ روزہ سے کیسے قرب حاصل ہو سکتا ہے تو کہہ دے فَإِنَّ قَرِيبًا أَجِيبٌ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا ۗ فَلَيْسَتْ جِيبًا بِي وَ لَيْسَ مَنُوبًا لِعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ یعنی میں قریب ہوں اور اس مہینہ میں دعائیں کرنے والوں کی دعائیں سنتا ہوں۔ چاہیے کہ پہلے وہ ان احکاموں پر عمل کریں جن کا میں نے حکم دیا اور ایمان حاصل کریں تاکہ وہ مراد کو پہنچ سکیں اور اس طرح سے بہت ترقی ہوگی۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 307-308)

رمضان کی فضیلت قرآن کا نزول ہے۔ فرمایا:

” شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ: قرآن شریف کا طرز ہے کہ پہلے عام فضائل سکھاتا ہے پھر خاص فضیلت کی بات۔ اسی طرح پہلے عام رذائل سے ہٹاتا ہے پھر ارذل الرذائل شرک سے۔ پہلے عام بات کا حکم ہوتا ہے پھر خاص کا مثلاً پہلے عمرہ وغیرہ کا ذکر ہے پھر حج کا۔ پہلے صدقات کی ترغیب ہے پھر زکوٰۃ کی۔ اسی طرح پہلے یہاں عام طور پر نفلی و فرضی روزوں کا حکم دیا ہے پھر رمضان کے روزوں کا حکم دیتا ہے۔ پہلے شہر رمضان کی فضیلت بیان کی ہے کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا۔ چونکہ قرآن کا اطلاق جزو سورہ پر بھی ہو سکتا ہے اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا ہے بلکہ صرف ایک جزو سورہ کا نزول بھی کافی ہے۔ میں نے جو تحقیق کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم جن دنوں غار حرا میں عبادت فرمایا کرتے تھے وہ دن رمضان کے تھے اور وہیں پہلی سورہ کا جزو نازل ہوا۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر رمضان اس لئے فضیلت کا مہینہ ہے کہ اس میں قرآن کا کوئی جزو نازل ہوا تو اس فضیلت میں دوسرے مہینے بھی شامل ہیں۔ اس لئے گویہ دوسرے معنی بھی بہت سچے ہیں کہ وہ رمضان جس کے بارے میں قرآن شریف نازل ہوا مگر شروع نزول ایک رنگ رکھتا ہے۔

الْقُرْآنُ: قرآن سے مجھے اس کے یہ معنی معلوم ہوئے کہ فرقان نام ہے اُس فتح کا جس کے بعد دشمن کی کسر ٹوٹ جائے اور یہ بدر کا دن تھا۔ غزوہ بدر بھی ماہ رمضان میں ہوا ہے۔ غرض رمضان المبارک کیا بلحاظ فتوحات دنیاوی اور کیا باعتبار ابتداء نزول قرآنی یا تاکید قرآنی ہر طرح قابلِ حرمت ہے۔

أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ: اسی کے متعلق قرآن نازل ہوا۔ قرآن میں روزے کی تاکید ہے۔ قرآن روزوں میں شروع ہوا۔ دونوں معنی صحیح۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 305-306)

قرآن رمضان میں نازل ہوا۔ فرمایا:

”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرة: 187) کے معنی حضرت خلیفہ المسیح نے یہ فرمائے ہیں کہ رمضان کا مہینہ ایسا بابرکت ہے کہ اُس کے متعلق قرآن شریف میں ذکر ہوا ہے اور اس میں خاص عبادت کے احکام نازل ہوئے ہیں۔

کیا ہی سچے اور صحیح معنی ہیں۔ بعض مفسرین نے اس کلمہ طیبہ کے یہ معنی کئے ہیں کہ قرآن شریف سارا ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا تھا۔ پھر اس تفسیر کو قرآن شریف کے تئیس سالہ نزول مختلف اوقات و مختلف مقامات کے مخالف پا کر اپنی تفسیر کی۔ یوں تفسیر کی ہے کہ پہلے رمضان کے مہینہ میں قرآن شریف اکٹھا کسی آسمان پر نازل ہوا تھا وہاں سے رفتہ رفتہ تئیس 23 سال کے عرصہ میں زمین پر آیا۔ بعض اصحاب نے کچھ اور توجیہات بھی نکالی ہیں۔ مثلاً یہ کہ قرآن شریف کا کچھ حصہ ماہ رمضان میں بھی نازل ہوا اور یہ صحیح بات ہے لیکن میری رائے میں قرآن شریف کے ماہ رمضان میں نازل ہونے کی ایک صحیح تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس مبارک مہینہ میں قرآن شریف کے پڑھنے اور سننے اور اُس پر عمل کرنے کا اس قدر موقع ہوتا ہے کہ گویا اس ماہ میں ہر سال نئے طور پر قرآن شریف نازل ہوتا ہے۔ مجھے جنٹلمینوں کی تو خبر نہیں جو ملاقاتوں، تماشوں اور ناول خوانی وغیرہ سے فارغ ہو کر رات کے 2 بجے بستر پر گرے تو صبح کے دس بجے اٹھ کر چائے پی کر پُرانے لوگوں میں اتنی نیکی اب تک چلی آتی ہے کہ گیارہ مہینے کیسی ہی غفلت میں گزرے ہوں۔ رمضان کے روزے ضرور اہتمام سے رکھے جاتے ہیں اور اس ماہ میں نمازوں کی پابندی بھی کی جاتی ہے اور صدقہ و خیرات کا دروازہ بھی حسبِ مقدور کھولا جاتا ہے۔ یہ تو عام اسلامی دنیا کا رنگ ہے ہی لیکن قادیان کا رمضان قرآن شریف کے پڑھنے اور سننے کے لحاظ سے ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ تہجد کے وقت مسجد مبارک کی چھت پر اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ صوفی تصور حسین صاحب خوش الحانی سے قرآن شریف تراویح میں سناتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب میاں محمود احمد صاحب بھی قرآن شریف سننے کے لئے اسی جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ تراویح ختم ہوئیں تو تھوڑی دیر میں الصَّلَاةُ حَيَّرُ مِنَ النُّوْمِ کی آواز بلند ہوتی ہے۔ زاہد و عابد تو تہجد کی نماز کے بعد اذان فجر کے انتظار میں جاگ ہی رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے بھی بیدار ہو کر حضرت صاحبزادہ صاحب کے لُحْن میں کسی محبوب

کی آواز کی خوشبو سے اپنے دماغوں کو معطر کرتے ہوئے فریضہ صلوٰۃ فجر کو ادا کرتے ہیں۔ جس کے بعد مسجد کی چھت قرآن الفجر سے مجھین سے گونجنے لگتی ہے۔ مگر چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح جلد اپنے مکان کے صحن میں درس دینے والے ہوتے ہیں اس واسطے ہر طرف سے معلمان درس بڑے اور چھوٹے بچے اور بوڑھے پیارا قرآن بغلوں میں دبائے حضرت کے مکان کی طرف دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں صحن مکان بھر جاتا ہے۔ حضرت کے انتظار میں کوئی اپنی روزانہ منزل پڑھ رہا ہے، کوئی کل کے پڑھے ہوئے کو دہرا رہا ہے۔ کیا مبارک فجر ہے مومنوں کی تھوڑی دیر میں حضرت کی آمد اور قرآن خوانی سے ساری مجلس بفقہ نور نظر آنے لگتی ہے۔ نصف پارہ کے قریب پڑھا جاتا ہے۔ اُس کا ترجمہ کیا جاتا ہے تفسیر کی جاتی ہے۔ سائلین کے سوالات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔ تقویٰ و عمل کی تائید بار بار کی جاتی ہے۔ لطیف مثالوں سے مطالب کو عام فہم اور آسان کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اندرون مکان میں عورتوں کو درس قرآن دیا جاتا ہے۔ پھر ظہر کے بعد سب لوگ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں حضرت خلیفۃ المسیح تشریف لے جاتے ہیں اور صبح کی طرح وہاں پھر درس ہوتا ہے۔ بعد مغرب مسجد اقصیٰ میں حافظ جمال الدین صاحب تراویح میں قرآن شریف سناتے ہیں اور حضرت کے مکان پر حافظ ابو الیث محمد اسماعیل صاحب سناتے ہیں۔ غرض اس طرح قرآن شریف کے پڑھنے پڑھانے اور سننے کا ایسا شغل ان ایام میں دن رات رہتا ہے کہ گویا اس مہینہ میں قرآن شریف کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اپنے درد مند دل کی دعاؤں کے ساتھ قرآن شریف سناتے ہیں۔ ہر درس کے بعد سامعین کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ اس واسطے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس درس رمضان کو کلام امیر میں درج کیا جائے اور اُس کے صفحات بھی دو یا چار ہفتے الگ رکھے جائیں تاکہ جو احباب چاہیں ان صفحات کو بعد میں الگ کر کے ایک کتاب بنا سکیں۔ اس اخبار میں دو صفحات لگائے گئے ہیں۔ اگلے میں انشاء اللہ تعالیٰ چار لگائے جائیں گے تاکہ جلد یہ کاپی الگ ختم ہو جائے۔ کلام امیر قرآن رمضان کی شان کے لحاظ سے خوشخطی اور خوبصورتی اور خوشمنائی کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اخباری مسطر کی گنجانی نہیں رکھی گئی کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کو سب دوست سال کے آخر میں جلد کر کے اپنے پاس محفوظ رکھنا ضروری خیال کریں گے۔

ضمیمہ درس جو پہلے اخبار کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور اب آخری پارہ چھپ رہا ہے اور عنقریب ختم ہونے والا ہے اُس کے پورا ہونے پر ایک دور قرآن شریف کے نوٹوں کا مکمل ہو جائے گا۔ لیکن اُس میں حضرت خلیفۃ المسیح کی علالت کے ایام میں چند پارے ایسے ہیں جن کا درس حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے دیا تھا۔ اُن پاروں کا درس اُس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی دیا تھا اور وہ نوٹ محفوظ ہیں اس واسطے اُس دور کے ختم ہونے پر اخبار کے ساتھ وہ پارے بطور ضمیمہ کے شائع ہوتے رہیں گے تاکہ ایک دفعہ سارا قرآن شریف حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ العزیز کا بیان کردہ احباب کو پہنچ جائے۔ اُس کے بعد پھر ضمیمہ درس میں دوسرا دور شروع کیا جائے گا جس میں صرف وہ باتیں لکھی جائیں گی جو کہ پہلے دور میں درج نہیں ہوئیں اور اس طرح یہ سلسلہ ضمیمہ کا برابر جاری رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بعض دوستوں کی یہ بھی رائے ہے کہ نئے دور میں ایک ورق قرآن شریف کا اور ایک ورق کتاب حدیث صحیح بخاری کے نوٹ ہوں۔ اس کے واسطے ناظرین کی رائے طلب کی جاتی ہے۔

اب ہم درس قرآن رمضان کو شروع کرتے ہیں اور سب سے اوّل حضرت ارشادات مزید خلیفۃ المسیح کی تمہیدی تقریر کو لکھتے ہیں جو کہ حضور نے اس درس کے شروع میں کی۔ (ایڈیٹر) نوٹ۔ اس درس میں سپاروں کے نمبر اور سپاروں کے رکوع کے نمبر دیے جائیں گے۔

یاد رہے کہ قرآن شریف پر رکوع کا نمبر رکوع کے خاتمہ پر دیا جاتا ہے، رکوع کے شروع میں نہیں دیا جاتا۔ مثلاً جہاں قرآن شریف میں لکھا ہو گا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ سورۃ کا دوسرا رکوع ختم ہوا ہے اور سپارے کا ساتواں رکوع ختم ہوا ہے اور اس رکوع میں چھ آیات پڑھی گئی ہیں۔ ”ع“ کے درمیان کا نمبر تعداد آیت کا ہوتا ہے اوپر کا نمبر سورۃ کا ہوتا ہے اور نیچے کا نمبر سپارے کا ہوتا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہاں سے رکوع شروع ہوتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہاں رکوع ختم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ پہلے ہی پارہ میں اَلَمْ - ذَلِكَ اَنْكَبْتَب کے حاشیہ پر کوئی علامت رکوع کی نہیں لگائی گئی ہے۔ سب سے پہلا ”ع“ جو قرآن شریف کے حاشیہ پر لکھا گیا ہے وہ سورہ بقرہ کی ساتویں آیت کے خاتمہ پر لفظ عظیم کے بعد ہے۔ ”ع“ اس کا یہ مطلب ہے کہ سورہ بقرہ کا پہلا رکوع یہاں پورا ہوا اور پہلے پارہ کا پہلا

رکوع یہاں پورا ہوا اور اس پہلے رکوع میں سات آیات ہیں۔ رکوع شماری میں سورہ الحمد کو پہلے پارے میں شمار نہیں کیا جاتا۔ الفاظ کی تشریح میں رکوع کی آیات کا نمبر بھی دیا جائے گا تاکہ تلاش میں آسانی ہو۔“

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 85-88)

### رمضان میں درس

3 اگست کو ہلال نظر نہیں آیا اس لیے 5 اگست سے روزہ شروع ہو گا۔ حضورؐ نے اعلان فرمایا ہے کہ میں بعد نماز فجر ایک پارہ روز درس قرآن مجید دیا کروں گا۔ بیرونی قلیل الفرصۃ احباب کے لیے اچھا موقع ہے۔ بخاری کا درس نہیں ہو سکے گا۔ ہم کتاب الشہادت تک پہنچے ہیں۔

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 232)

### قرآن مجید کا دور مکمل کیا کریں

”حضرت جبرائیل قرآن شریف کا دور رمضان میں کیا کرتے تھے۔ میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہر رمضان شریف میں قرآن مجید کا دور خصوصیت سے کیا کریں۔“

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 442)

اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ رمضان کی برکات سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزر: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1096﴾

﴿10﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)  
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں  
پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْجَنَّةَ لَتُنزَّلُ مِنَ النُّحُولِ إِلَى النُّحُولِ لَشَهْرِ رَمَضَانَ

(باب فی الصیام۔ شعیب الایمان)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یقیناً جنت رمضان کے استقبال کے لیے ایک سال سے  
دوسرے سال تک سجائی جاتی ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتنا ہے  
”اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے“

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلَةِ كِي شَانِ نَزُولِ

حضور رمضان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جب صحابہؓ نے دیکھا کہ ایک ماہ رمضان کی یہ عظمت اور شان ہے اور اس قرب الہی کے حصول کے  
بڑے ذرائع موجود ہیں تو ان کے دل میں خیال گزرا کہ ممکن ہے کہ دوسرے چاندوں و مہینوں میں بھی کوئی  
ایسے ہی اسرارِ مخفیہ اور قرب الہی کے ذرائع موجود ہوں وہ معلوم ہو جاویں اور ہر ایک ماہ کے الگ الگ  
احکام کا حکم ہو جاوے اسی لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دوسرے چاندوں

کے احکام اور عبادات خاصہ بھی بتا دیے جاویں... صحابہ کرامؓ کے اس سوال پر کہ اور چاندوں کے برکات و انوار سے ان کو اطلاع دی جاوے اللہ جلّ شانہ نے یہ جواب دیا قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ یعنی جیسے ماہ رمضان تقویٰ سکھانے کی ایک شئے ہے ویسے ہر ایک مہینہ جو چڑھتا ہے وہ انسان کی بہتری کے لئے ہی آتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ نئے چاند کو دیکھ کر اپنی عمر رفتہ پر نظر ڈالے اور دیکھے کہ میری عمر میں سے ایک ماہ اور کم ہو گیا ہے اور نہیں معلوم کہ آئندہ چاند تک میری زندگی ہے کہ نہیں۔ پس جس قدر ہو سکے وہ خیر و نیکی کے بجالانے میں اور اعمالِ صالحہ کرنے میں دل و جان سے کوشش کرے اور سمجھے کہ میری زندگی کی مثال برف کی تجارت کی مانند ہے۔ برف چونکہ پگھلتی رہتی ہے اور اُس کا وزن کم ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اس کے تاجر کو بڑی ہوشیاری سے کام کرنا پڑتا ہے اور اس کی حفاظت کا وہ خاص اہتمام کرتا ہے۔ ایسے ہی انسان کی زندگی کا حال ہے جو برف کی مثال ہے کہ اس میں سے ہر وقت کچھ نہ کچھ کم ہوتا ہی رہتا ہے اور اس کا تاجر یعنی انسان ہر وقت خسارہ میں ہے۔ 64-65 سال جب گزر گئے اور اس نے نیکی کا سرمایہ کچھ بھی نہ بنایا تو وہ گویا سب کے سب گھاٹے میں گئے۔ ہزاروں نظارے تم آنکھ سے دیکھتے ہو۔ اپنے بیگانے مرتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے تم اُن کو دفن کر کے آتے ہو اور یہ ایک کافی عبرت تمہارے واسطے وقت کی شناخت کرنے کی ہے اور نیا چاند تمہیں سمجھاتا ہے کہ وقت گزر گیا ہے اور تھوڑا باقی ہے اب بھی کچھ کر لو۔ لمبی لمبی تقریریں اور وعظ کرنے کا ایک رواج ہو گیا ہے اور سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے ایک لفظ ہی کافی ہے۔ کسی نے اسی کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے۔

مجلس	واعظ	رقننت	ہوس	است
مرگ	ہمسایہ	واعظ	تو	بس
				است

پس ان روزانہ موت کے نظاروں سے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہارے ہاتھوں میں ہوتے ہیں عبرت پکڑو اور خدا تعالیٰ سے مدد چاہو اور کاہلی اور سُستی میں وقت کو ضائع مت کرو۔ مطالعہ کرو اور خوب کرو کہ بچے سے لے کر جوان اور بوڑھے تک اور بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ جس قدر جاندار چیزیں ہیں سب کرتے ہیں اور تم نے بھی ایک دن مرنا ہے پس وہ کیا بد قسمت انسان ہے جو اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقت کی کیسی قدر کرتے ہیں کہ جب ان کو رمضان کے فضائل معلوم ہوئے تو معاً دوسرے مہینوں کے لئے سوال کیا کہ قرب الہی کے اگر آرزو ذرائع بھی ہوں تو معلوم ہو جاویں۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 318-320)

روزے رمضان میں کیوں رکھے جاتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

” مجھ پر اعتراض کیا گیا کہ روزہ کیوں رکھا جاتا ہے اور پھر رمضان ہی میں کیوں رکھا جاتا ہے؟ میں نے اس کو اولاً یہی جواب دیا کہ تم بتاؤ تمہاری کسی کتاب نے منع کیا کہ روزہ نہ رکھو؟ اور پھر اس منع کے دلائل کیا دیے ہیں؟ میں تو بتاؤں گا کہ روزہ کیوں رکھنا چاہیے اور رمضان میں کیوں فرض کیا گیا۔ اُسے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ میں نے اس مضبوط اور محکم اصل کو لے کر کہا کہ دیکھو! ہماری کتاب قرآن شریف روزہ کا حکم دیتی ہے تو اس کی وجہ بھی بتاتی ہے۔ کہ کیوں روزہ رکھنا چاہیے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ روزہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم دکھوں سے بچ جاؤ گے اور شکھ پاؤ گے۔ رمضان ہی میں کیوں رکھیں؟ اس کی وجہ بتائی شہرُ رَمَضَانَ الَّذِي اُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرۃ: 186) چونکہ اس میں قرآن نازل ہوا یہ برکات الہیہ کے نزول کا موجب ہے۔ اس لئے وہ اصل غرض جو لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ میں ہے، حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح پر جس امر کو لویا جس نہی کو لو قرآن نے اُس کے اسباب اور نتائج کو واضح طور پر بیان کیا ہے اور نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ اُن کے نتائج سے بہرہ مند کر کے دنیا کو دکھا دیا ہے۔ آخرت کے وعدے تو آخرت میں پورے ہوں گے اور ضرور ہوں گے مگر اس دنیا میں اُن سے حصہ دیا اور ایسا حصہ دیا کہ اربعہ متناسبہ کے قاعدہ کے موافق وہ آخرت پر بطور دلائل اور حُجج کے ٹھہرے۔ جن کو دیکھ کر اب کوئی آخرت کا انکار نہیں کر سکتا۔ صحابہؓ ہی تک وہ فیض اور فضل محدود اور مخصوص نہ تھا۔ اب بھی اگر کوئی قرآن شریف پر عمل کرنے والا خلوص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آوے۔ وہ اُن انعامات اور فضلوں سے حصہ لیتا ہے اور ضرور لیتا ہے۔ اس وقت بھی لیتا ہے۔ دیکھو! ہمارا امام ان وعدوں اور فضلوں کا کیسا سچا نمونہ اور گواہ موجود ہے!“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 103)

روزہ کی غرض متقی بنانا ہے۔ فرمایا:

”غرض روزہ جو رکھا جاتا ہے تو اس لئے کہ انسان متقی بننا سیکھے۔ ہمارے امام فرمایا کرتے ہیں کہ بڑا ہی بد قسمت ہے وہ انسان جس نے رمضان تو پایا مگر اپنے اندر کوئی تغیر نہ پایا۔ پانچ سات روزے باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں بہت کوشش کرو اور بڑی دعائیں مانگو۔ بہت توجہ الی اللہ کرو اور استغفار اور لاجول کثرت سے پڑھو۔ قرآن مجید سن لو، سمجھ لو، سمجھا لو۔ جتنا ہو سکے صدقہ اور خیرات دے لو اور اپنے بچوں کو بھی تحریک کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں توفیق دے۔ آمین“

(خطبات نور صفحہ 265)

روزہ سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔

روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قرب الہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ. أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرہ: 187)۔

یہ ماہ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سرالہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس ماہ میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا۔ لیکن ان کو چاہئے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔ انسان جس قدر خدا کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ویسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو رشد سے بھی خاص تعلق ہے اور اس کا ذریعہ خدا پر ایمان، اس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے۔ اور بھی باتیں ہیں جن سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔

(خطبات نور صفحہ 146-147)

روزے اور غیبت

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ سورۃ الحجرات آیت 13 کی تشریح میں فرماتے ہیں

”غرض خوب یاد رکھو! سوء ظن سے تجسس اور تجسس سے غیبت کی عادت شروع ہوتی ہے اور چونکہ آج کل ماہ رمضان ہے اور تم لوگوں میں سے بہتوں کے روزے ہوں گے اس لیے یہ بات میں نے روزہ پر بیان کی ہے۔ اگر ایک شخص روزہ بھی رکھتا ہے اور غیبت بھی کرتا ہے اور تجسس اور نکتہ چینوں میں مشغول رہتا

ہے تو وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ جیسے فرمایا اِيْحَبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا؟ فَكِرْهُتُمْوَلًا۔ اب جو غیبت کرتا ہے وہ روزہ کیار کھتا ہے۔ وہ تو گوشت کے کباب کھاتا ہے اور کباب بھی اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کے اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ غیبت کرنے والا حقیقت میں ہی ایسا بد آدمی ہوتا ہے جو اپنے مُردہ بھائی کے کباب کھاتا ہے۔ مگر یہ کباب ہر ایک آدمی نہیں دیکھ سکتا۔ ایک صوفی نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک شخص نے کسی کی غیبت کی۔ تب اُس سے فے کرائی گئی تو اُس کے اندر سے بوٹیاں نکلیں جن سے بُو بھی آتی تھی۔

یاد رکھو! یہ کہانیاں نہیں۔ یہ واقعات ہیں۔ جو لوگ بدظنیاں کرتے ہیں جب تک اپنی نسبت بدظنیاں نہیں سن لیتے۔ نہیں مرتے! اس لئے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور درد دل سے کہتا ہوں کہ غیبتوں کو چھوڑ دو۔ بُغض اور کینہ سے اجتناب اور بکلی پرہیز کرو اور بالکل الگ تھلگ رہو۔ اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 6-7)

لیلیۃ القدر کے حوالے سے فرمایا:

” لَيْلٍ۔ ظلمت اور قدر والی کے سکون کے ساتھ معنی مرتبہ۔ یہ دونوں صفتیں ایک جگہ اکٹھی کی گئی ہیں۔ لیلیۃ القدر۔ ایک خاص رات رمضان شریف کے آخر دھاکا میں ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الفجر میں وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْمُرُ (فجر: 5) میں بھی کیا گیا ہے اور ایک جگہ فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي اُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (بقرہ: 186) اور دوسری جگہ بیان فرمایا اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (القدر: 2) ان دونوں آیتوں کے ملانے سے بھی معلوم ہوا کہ لیلیۃ القدر رمضان شریف میں ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بھی زیادہ تشریح کر کے یہ پتہ دیا ہے کہ لیلیۃ القدر رمضان شریف کے آخر دھاکا کی طاق راتوں میں ہوا کرتی ہے۔

کسی سال اکیسویں شب کو۔ کسی سال 23 یا 25 یا 27 یا 29 ویں شب کو۔ اس شب کے فضائل صحیح حدیثوں میں بے حد بیان فرمائے ہیں۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ كَمَا رَجَعِ جَسَ طَرَحِ قُرْآنِ شَرِيفِ سَمَجَا غَايَا هِي۔ اسی طرح اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک بھی مراد ہے۔ اسی لئے اَنْزَلْنَاهُ فرمایا کہ قرآن اور منزل علیہ القرآن دونوں ہی مرجع ٹھہریں۔ ورنہ اَنْزَلْنَاهُ هَذَا الْقُرْآنَ فرمانا کوئی بعید بات نہ تھی۔ لیل وہ ظلمت کا

زمانہ ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت سے پہلے کا زمانہ تھا۔ جس کو عام طور پر ایام جاہلیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور قَدْر دَال کی سکون کے ساتھ وہ قابلِ قدر زمانہ ہے۔ جس زمانہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شروع ہوئی اور اُس کی مدت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں سے 23 سال کی مدت تھی جس میں ابتداء الی آخر سارے قرآن شریف کا نزول ہوا۔ ایک طرف ظلمت کے ایام ختم ہوئے اور دوسری طرف قابلِ قدر زمانہ شروع ہوا۔ اس لئے یہ متضاد صفت لیل اور قدر یہاں آکر اکٹھے ہو گئے۔ شب قدر اور لیلۃ القدر دَال کی حرکت کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ قرآن شریف میں بھی شہر اور فجر کی طرح قَدْر کی دَال متحرک نہیں ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اس وقت اُن کی بعثت کی بڑی ضرورت تھی۔ لوگ نہ اسماء الہیہ کو جانتے تھے نہ صفات الہیہ کو۔ نہ افعال سے آگاہ تھے، نہ جزاء و سزا کے مسئلہ کو مانتے تھے۔ انسان کی بد بختی اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے مالک، اپنے خالق کے نہ اسماء کو جانے، نہ صفات کو۔ غرض لوگ اس کی رضامندی سے آگاہ تھے، نہ اسکے غضب سے۔ ایسا ہی انسانی حقوق سے بے خبر سب سے بڑا مسئلہ جو انسان کو نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے وہ جزا و سزا کا مسئلہ ہے۔ اگر شریف الطبع انسان کو یہ معلوم ہو کہ اس کام کے کرنے سے میری ہتک ہوگی یا مجھے نقصان پہنچے گا تو وہ کبھی اُس کے قریب نہیں پھٹکتا۔ بلکہ ہر فعل میں نگرانی کرتا ہے۔ مختلف طبائع کے لوگ اپنے مالک کے اسماء، صفات کے علم اور جزاء و سزا کے مسئلہ پر یقین کرنے سے نیکیوں کی طرف توجہ کرتے اور بد افعالوں سے رُکتے ہیں چنانچہ ملک عرب میں شراب کثرت سے پی جاتی اور اَلْخَمْرُ جَمَاءُ الْإِثْمِ صحیح بات ہے۔ پھر فرمایا اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ - سوم - ملک میں کوئی قانون نہیں تھا۔ ایسا اندھیر پڑا ہوا تھا۔ جن سعادت مندوں نے نبی کریمؐ کے ارشاد پر عمل کیا وہ پہلے بے خانماں تھے۔ پھر بادشاہ ہو گئے۔ خشن پوش تھے حریر پوش بن گئے۔ نہ مفتوح تھے نہ فاتح۔ مگر اُس اطاعت کی بدولت دنیا میں فاتح قوموں کے امام خلفاء راشدین اور اعلیٰ مرتبت سلاطین کہلائے۔

یہ سب اُس کتاب کی برکت تھی جسے اللہ نے ایسی اندھیری رات میں جسے كَيْلَةُ الْقَدْرِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اپنے بندے پر نازل کیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایسے ہی حالات میں ہم میں ایک مجدد کو بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شرک کا زور تھا۔ سو اس کی تدبیر میں آپ نے پوری کوشش کی۔ قرآن مجید

کا کوئی رکوع شرک کی تردید سے خالی نہیں۔ اس زمانہ کے لوگوں میں یہ مرض عام ہے کہ دنیا پرستی غالب ہے۔ دین کی پرواہ نہیں۔ اس لئے آپ نے بیعت میں یہ عہد لینا شروع کیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ کیونکہ دنیا پرستی کا یہ حال ہے جیسے کہ چوہڑے کا چھرا حلال و حرام جانور دونوں پر یکساں چلتا ہے۔ اسی طرح لوگوں کی فکر اور عقل حرام حلال کمائی کے حصول پر ہر وقت لگی رہتی ہے۔ فریب سے ملے۔ دغا سے ملے۔ چوری سے ملے۔ سینہ زوری سے ملے۔ کسی طرح روپیہ ملے سہی۔ ملازم ایک دوسرے سے تنخواہ کا سوال نہیں کرتے۔ بلکہ پوچھتے ہیں بلائی آمدنی کیا ہے۔ گویا اصل تنخواہ آمد میں داخل نہیں۔“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 427-428)

لَيْلَةُ الْقَدْرِ حَيَّرَ مِنَ الْإِنْفِ شَهْرٍ كَعَمَلِ النَّاسِ فِيهِ

لیلۃ القدر کے اگر صرف اسی قدر معنی ہوتے کہ رمضان شریف کے آخری دہاکہ میں طاق راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے، و بس۔ اس کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں۔ تو اس صورت میں بارہ مہینے ہی بجائے ہزار مہینے کے کافی تھے۔ کیونکہ دوسرے رمضان شریف میں تو لیلۃ القدر پھر دوبارہ بالیقین موجود ہے۔ پھر اس سے آگے اور آئندہ رمضان شریف فَهَلُمَّ جَزَاءً۔

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ کسی سال تو رمضان شریف میں لیلۃ القدر ہوتی ہے اور کسی سال نہیں ہوتی بلکہ بالیقین رمضان شریف میں ہر سال کسی نہ کسی طاق رات میں لیلۃ القدر ضرور ہوتی ہے۔ خواہ ستائیسویں کو ہو یا اکیسویں کو مگر پہلی آیت میں اس قرآن شریف کے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ أَنْزَلْنَاهُ كَامْرَجٍ مَنْزِلًا عَلَيْهِ الْقُرْآنَ بَعَثْنَا فِيهِ رُسُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكُنَّا لَكَ خَالِقِينَ يُؤْتُونَكَ الْهَدْيَ وَكَانُوا خَائِعِينَ (الطلاق: 1) اس جگہ ذمہ کا بدل رَسُولًا واقع ہوا ہے۔ یعنی ذکر بھی نازل ہوا اور رسول بھی نازل ہوا۔ قرآن شریف رَسُولًا يَتْلُوهُنَّ لَمْ يَكُن لهنَّ سُلْطَانٌ عَلَيْهِنَّ وَكُنَّ هَائِلَاتٍ عَلَى الْمُرْسَلِينَ (سجده: 3) میں لیلیٰ نے قرآن شریف کی بعثت کے انوار پوری آب و تاب کے ساتھ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر تک تھے۔ ہزار مہینے گزرنے تک دنیا نے ظلماتی حالت پھر اختیار کر لی اور پھر وعدہ الہی لَيْلَةُ الْقَدْرِ حَيَّرَ مِنَ الْإِنْفِ شَهْرٍ كَعَمَلِ النَّاسِ فِيهِ جَزَاءً۔ اسی طرح سے ہزار مہینے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے اس قرآنی وعدہ کے موجب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے دین کی تجدید کیلئے ہر صدی پر جو قریباً ہزار مہینے کے بعد آتی ہے مجددین کو نازل فرماتا رہا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذَا الِامَّةِ عَلٰی رَاسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَادِدُ لِهٰدِيٰنَهَا۔ حدیث نبوی اور آیت قرآنی دونوں متفق ہو گئے۔ قرآن شریف میں پیغمبروں کی نسبت جبکہ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (المومن: 79) تو مجددین کی تفتیش کہ کون کون تھے۔ یہ عبث ہے۔ لوگ جن جن کو مجدد قرار دیں گے ہم ان کو مان لیں گے مگر دیکھنا تو یہ ضروری ہے کہ ہماری اس صدی چہار دہم میں یہ وعدہ قرآن شریف کا اور حدیث شریف کا وقوع میں آیا بھی یا نہیں۔ اگر آو صدیوں میں وقوع میں آتا رہا اور اس صدی میں وقوع میں نہیں آیا تو ہمارے جیسا بد بخت اور کوئی نہیں کہ ظلمت میں چھوڑ دیا گیا۔“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 429-430)

حضرت مسیح موعودؑ کے وقت کو لیلۃ القدر قرار دیتے ہوئے حضورؐ فرماتے ہیں۔

”جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک جمعہ کے ترک سے بڑا حصہ دل کا سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر یہ بھی مسلم بات ہے کہ خدا کی وحی کے انکار سے سلبِ ایمان ہو جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے مامور و مرسَل مسیح موعود کے انکار سے سلبِ ایمان ہونا یقینی ٹھہرا اور پھر جمعہ میں ایک وقت ایسا ہے جو قبولیت دعا کا ہے۔ اسی طرح پر جب خدا تعالیٰ کا کوئی برگزیدہ بندہ اصلاح خلق کیلئے آتا ہے تو وہ لیلۃ القدر کا وقت ہوتا ہے۔ جس کی بابت قرآن شریف میں آچکا ہے حَيَّرْنَا مِنْ آلِفِ شَهْرٍ ہوتی ہے۔ ان سارے امور کو اکٹھا کرو اور پھر سوچو اور دیکھو کہ کیا اب یہ وہ وقت نہیں ہے؟ میں ایمان سے کہتا ہوں اور پھر اس پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ یہ وہی وقت ہے! تجال بھی موجود ہے! اور مسیح موعود بھی ہے!!“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 125)

اسلامی اصطلاحات بشمول صوم کے لغوی معانی۔ فرمایا:

”اِنَّ اللّٰهَ نُورٌ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ مِثْلُ نُورِ كَيْسِكُوَّةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ (النور: 36) اللہ تعالیٰ آسمانوں زمینوں کا نور ہے۔ اور اُس کا نور ایسا ہے جیسے چینی میں چراغ اور وہ رکھا ہے طاق میں اور روشن ستارہ کی طرح چمکتا ہے... تمام قرآن شریف ایسی مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ بلکہ غور کرو تو آپ کو معلوم ہو گا صلوة، صوم، زکوٰۃ، حج،

اسلام، ایمان، فسق، نفاق تمام الفاظ مجاز ہیں کیونکہ عام مولوی صلوٰۃ کے معنی تحریک صلویں، چوڑھلانا کرتے ہیں اور لغت میں لکڑی کو سیدھا کرنے کے لیے گرم کر کے سیدھا کرنا، اس کے معنی ہیں۔

صوم کے معنی کسی چیز سے رکنا، زکوٰۃ کے معنی بڑھنا اور حج کے معنی ہیں قصد کرنا۔ اب بتاؤ! کیا یہاں حقیقی معنی اگر لیتے جاویں تو شرع شریف اجازت دے گی؟ ہرگز نہیں۔ کیا چوڑھلا دیئے اور نماز ہو گئی؟ یا لکڑی کو سیدھا کر دیا تو نماز ہو گئی؟ یا ہم کسی چیز سے رک گئے تو صائم ہو گئے؟ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی واسطے علماء میں اختلاف ہوا ہے بعض کہتے ہیں قرآن میں حقیقی لغوی معنی ہیں، ہی نہیں اور بعض نے کہا قرآن میں مجاز نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ حقیقت و مجاز دونوں قرآن میں ہیں۔ غرض یہ بحث بہت طویل ہے۔ غور کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (البقرہ: 1) اور اس کے معنی ہیں فلاح پانے والا۔ کیا یہاں لغوی معنی مراد ہیں۔“

(ارشادات نور جلد اول صفحہ 119)

ماہ رمضان کی شب اور دن کو کیا کرے؟۔ فرمایا

1۔ بار بار تہجد پڑھے تاکہ بار بار عرض کا موقع ملے۔ 2۔ ایسے اضطراب سے کہ گویا آخری فیصلہ ہے۔ 3۔ پورے اُبال اور جوش سے۔ 4۔ خلوت میں گریہ، خشیت، غذا، غذا میں تغیر کرو کہ آسمان سے آپ کے لیے برکات کا نزول ہو میرے نزدیک إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمِهِ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (الرعد: 12) دلیل ہے۔ بڑا بد نصیب ہے جس نے رمضان پایا اور تغیر نہ پایا۔

رمضان کے دن میں سبت و شتم، غیبت، لغو، بد نظری اور کثرت کام سے بچے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ پر رہے۔ منزل قرآن اور مجاہدہ اور قرآن پڑھتے وقت ہر ایک آیت کو اپنے اوپر چسپاں کر کے دیکھے، جو بندہ یا بندہ، دعا، توبہ نصوح کرے۔“

(ارشادات نور جلد اول صفحہ 343)

روزے کا حکم

فرمایا:

”روزہ کا حکم قرآن کریم میں صاف صاف موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (البقرة: 184) فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 262)

رمضان کی غرض

فرمایا:

”رمضان شریف تو اس واسطے ہوتا ہے کہ لوگ بھوک پیاس کی برداشت کریں اور صابر بننے کی مشق کریں۔ مگر ہمارے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ رمضان میں اُلٹے اُن کے خرچ پہلے سے دگنے چوگنے بڑھ جاتے ہیں۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 457)

عیدین میں تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ

مثلاً عید کا میلہ ہے۔ آپ نے اس میں اول تو تکبیر کو لازم ٹھہرایا اور خدا کی تعظیم کے اظہار کے لئے وہ لفظ مقرر کیا جس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں۔ صفات میں اَلْجَبْرُ سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں اور جامع جمیع صفاتِ کاملہ ہونے کے لحاظ سے اللہ سے بڑھ کر اس مفہوم کو کوئی ظاہر نہیں کر سکتا۔ مخلوق پر شفقت کرنے کے لئے رمضان کی عید میں صدقۃ الفطر کو لازم ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ نماز میں جب جاوے تو اس کو ادا کر لے اور پھر یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرے تاکہ مساکین کو یقین ہو جائے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔

پھر یہ عید ہے۔ اس میں مساکین وغیرہ کے لئے سَيِّدُ الطَّعَامِ لَحْمٌ (ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمہ) یعنی گوشت کی مہمانی کی ہے۔ پس کیا ہی مستحق ہے صلوة و سلام کا وہ رسول جس نے ہمیں ایسی عمدہ راہ دکھائی۔ یہ چیزیں صرف اسی بات کے لئے تھیں کہ اللہ کی نسبت فرائض جو انسان کے ہیں اور جو فرائض مخلوق کی

نسبت ہیں ان کو پورا کریں۔ مگر دنیا کے کسی میلے کو دیکھ لو ان میں یہ حق و حکمت کی باتیں نہیں جو عیدین میں ہیں۔

(خطبات نور صفحہ 430)

### عید الفطر

”یہ ایک موقع ہے مسلمانوں کے اجتماع کا... جب کہ لوگ رمضان شریف کے روزوں سے فارغ ہو کر ان انوار اور برکات سے متمتع ہو جاتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک ماہ میں رکھے ہیں۔ اس کا نام عید الفطر ہے۔ اس میں خوشی کا موقع یہ ہے کہ اس ماہ میں تقویٰ کے مراتب طے کرنے کا اور قرب الہی کے حاصل کرنے کا، پھر سحری کے وقت بذریعہ نوافل اور دعاؤں کے خدا کے فضل کو طلب کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے اس خوشی میں لوگ صدقہ فطر کے ذریعہ غریب لوگوں کو خوش کیا کرتے ہیں۔“

(خطبات نور صفحہ 181-182)

اللہ کرے ہم رمضان کی برکتوں سے اپنی سے اپنی جھولیاں بھرنے والے ہوں۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1097﴾

﴿11﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185)

ترجمہ: اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ابن آدم کا ہر نیک عمل بڑھا دیا جاتا ہے یعنی دس گنا سے سات سو گنا تک وہ اجر پاتا ہے مگر روزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے میرے لیے ہیں اور میں خود اس کی جزا دیتا ہوں کیونکہ روزہ دار اپنی خواہشات اور اپنا کھانا پینا میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں ایک تو افطاری کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔“

(مسلم کتاب الصوم)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار  
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار  
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب  
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

روزہ کس عمر میں فرض ہے؟

ایک شخص نے سوال کیا کہ کس عمر میں روزہ لڑنے کے واسطے فرض ہو جاتا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے فرمایا کہ بالغ ہو جانے پر روزہ فرض ہو جاتا ہے اور بلوغ کا نشان یہ ہے کہ زیر ناف بال پیدا ہو جاوے یا نیند میں جماع کرے۔

فرمایا۔ صحابہ بچوں کو کبھی روزہ رکھوا لیتے تھے۔  
فرمایا۔ غالباً پندرہ برس کے لڑکے بالغ ہوتے ہیں۔

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 51)

فرمایا:

”روزہ بالغ عقلمند پر ہے۔ یہ اجماع اسلام کا ہے مگر صحابہ کرام دس گیارہ برس کے بچوں کو عادت ڈالنے کے لیے روزے رکھواتے تھے۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 143)

نماز تراویح کی نسبت فرمان۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا:

”میرے خیال میں ماہ رمضان میں ایک تو روزوں کا حکم ہے دوسرے حسب طاقت دوسروں کو کھانا کھلانے کا، تیسرے تدارس قرآن کا، چوتھے قیام رمضان کا، کیا معنی نماز میں معمول سے زیادہ کوشش۔ صحابہؓ میں تین طریقے قیام رمضان کے رائج تھے۔ بعضے تو بیس رکعتیں باجماعت پڑھتے تھے۔ بعضے آٹھ رکعتیں اور بعض صرف تہجد ہی گھر میں پڑھ لیتے۔ اس پر نووارد صاحب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو نماز تراویح کا پڑھنا تین چار دن سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا اس لئے بعض لوگ اسے بدعت عمریؓ کہتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ خواہ آنحضرتؐ نے صرف ایک دن ہی نماز تراویح پڑھی ہو سنت تو ہوگی۔ دوام نہ کرنے سے سنت تو نہیں ٹوٹی۔ ہاں فرضیت ثابت نہیں ہوتی مگر سنت پر عمل کرنا بھی تو چاہیے اور یہ جو آپ نے بدعت عمریؓ کہی ہے اس میں ہرج کیا ہے؟ چلو! بدعت عمریؓ ہی سہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالسَّبِقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ (التوبة: 101) اس آیت سے عمرؓ کی اتباع کا بھی تو حکم ہے ان کے سینکڑوں احکام کی اتباع جو صحابہ رضی اللہ عنہم کرتے تھے تو صرف اسی واسطے کہ اللہ کریم کا حکم ہے وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ۔ اُس پر صاحب موصوف بولے کہ آپ کا اپنا عمل کس طرح سے ہے؟ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اپنے فتویٰ کے برخلاف عمل میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ تراویح کے متعلق میرا فتویٰ تو یہی ہے جو میں نے بتادیا۔ اگر کوئی عمدہ قرآن پڑھنے والا ہو تو اس کے پیچھے بیس رکعت

بھی پڑھ لیتا ہوں اور کبھی آٹھ رکعت بھی پڑھ لیتا ہوں اور کبھی صرف تہجد ہی پڑھتا ہوں۔ یہاں تو کل سنت صحابہ کی پوری کی جاتی ہے اور شاید آپ کو تو معلوم نہیں۔ میں کوئی تین برس سے بیمار رہتا ہوں اس لئے آج کل بڑی مسجد میں جا نہیں سکتا۔“

(ارشادات نور جلد اول صفحہ 345-346)

پھر نماز تراویح کے حوالے سے فرمایا:

”رمضان شریف میں تہجد، قیام رمضان کی تاکید ہے اور خود نبی کریمؐ نے تین روز جماعت سے پڑھے اسی کا نام تراویح ہے۔ صحابہ کرام نے لوگوں کو سست ہوتے دیکھا تو ابی ابن کعب نے جماعت کے ساتھ اول وقت جماعت کرائی۔ مگر صحابہ کرام آخر وقت کو پسند کرتے تھے۔ میں خود آخری وقت میں سحر کی روٹی سے پہلے گیارہ رکعت پڑھتا ہوں اور اُس میں قرآن مجید سنایا جاتا ہے اور ہماری جامع مسجد میں بعد العشاء گیارہ رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ یہ قیام رمضان ہے جس کا دوسرا نام تراویح پڑ گیا۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 36-37)

ایک اور موقع پر فرمایا:

”رمضان شریف میں تراویح کا پڑھنا ضروری ہے اور باجماعت پڑھنی چاہئیں کیونکہ اب فرضیت کا ڈر نہیں رہا۔ تراویح میں محدثین اور فقہاء کا بڑا اختلاف ہے۔ مالکیوں کے ہاں 36 رکعت ہیں اور حنفیوں میں 20 رکعت ہیں۔ محدثین میں گیارہ رکعت سے زیادہ ثابت نہیں۔ میں خود بھی گیارہ رکعت کو پسند کرتا ہوں لیکن مخالف کسی کا نہیں ہوں۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 489)

رمضان میں قرآن شریف کس وقت سنایا جائے؟

سوال: مفتی صاحب کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ مسجد اقصیٰ میں سحری کے وقت قرآن شریف سنایا جاتا ہے۔ قرآن پاک جس وقت سنایا جائے بہتر ہے اور بالخصوص صبح کا وقت پچھلا حصہ شب کا بہت ہی مناسب ہے۔ لیکن یہاں ایک صاحب نے یہ دریافت کیا کہ کیا تراویح کے قائم مقام یہ نماز ہے۔ اگر ایسا ہے تو معمول کے یہ خلاف کیوں ہے؟

جواب۔ فرمایا۔ تین روز میں نبی کریم نے تہجد میں قرآن سنایا ہے اور ابی ابن کعب نے مسجد نبوی میں عشاء کے بعد قرآن سنایا ہے۔ میں حیران ہوا ہوں کہ یہ دونوں تعامل کے کس طرح خلاف ہوئے۔ ہر دو وقت جائز ہے۔ 8 رکعت یا 20 رکعت ہر دو جائز ہے۔

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 466-467)

صدقۃ الفطر بارے ہدایت۔ فرمایا:

” وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ: اور جو صوم کی طاقت رکھتے ہیں یعنی جنہیں روزے رکھنے میسر آجائیں۔

فِدْيَةُ طَعَامٍ مِّنْ سَبِيحٍ: وہ ایک مسکین کا کھانا بطور صدقہ دیں۔ یہ صدقۃ الفطر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ تعامل سے ثابت ہے کہ ہر روزہ دار نماز عید سے پہلے ایک مسکین کا کھانا صدقہ دیتا ہے اور میرا اپنا طرز پسندیدہ جو آثارِ سلف کے مطابق ہے یہ ہے کہ خود روزہ رکھا اور اپنی روٹی کسی غریب کو کھلا دی اور جو لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ جو لوگ طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ دیں یہ بھی ٹھیک ہے۔ نفلی روزوں میں ایسا کر لیں کہ ہر دو شنبہ و جمعہ و ایام بیض کو روزہ نہیں رکھ سکتے تو اس روز مسکین کو کھانا کھلا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا کیونکہ آپ تو ماہِ صیام میں موسم بہار کی ہوا سے بڑھ کر جو دوسخا میں ہوتے تھے۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ: جو شخص کوئی نیکی خوش دلی سے کرے وہ بہت اچھی ہے اور یہ کہ روزہ رکھنا تو بہت ہی مفید ہے اس سے دعا کی قبولیت ہوتی ہے۔ صبر و استقلال اور نواہی سے بچنے کی مشق ہوتی ہے اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ کمزور لوگوں کے لئے اس قسم کے مجاہدات منع ہیں جن میں روزہ رکھتے ہوں اور وہ اخیر میں خشکی دماغ سے نیم سودائی ہو جائیں اور کسی کام کے نہ رہیں۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا: ایک آدمی کے کھانے کے بدلے تین چار کا کھانا دے دے۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 304-305)

صدقہ فطر کون لوگوں پر دینا واجب ہے اور کیا مسکین گروہ پر بھی صدقہ فطر واجب الادا ہے اور مسکین میں کون کون لوگ شامل ہیں؟

فرمایا۔

”صدقہ فطر بموجب حدیث کے سب پر ہے۔ غنی ہو یا فقیر، بالغ ہو یا نابالغ۔ جو ایسا نادر ہے کہ اُس کو ممکن نہیں تو لَا يَكْفُفُ اللَّهُ نَفْسًا (البقرہ: 287) کے ماتحت ہے۔ مسکین وہ ہے جو کام نہیں کر سکتا۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 47)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

جنہوں نے روزہ رکھا ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صدقۃ الفطر دیں۔ یہ حکم قرآن مجید میں ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَعَلَى الَّذِينَ يُبْطِلُونَ فِي ذِيئَةِ طَعَامِ مَسْكِينٍ (بقرہ: 185) اور جو لوگ اس فدیہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ طعام مسکین دیں۔ رسول کریمؐ نے تین رنگوں میں اس کی تفسیر فرمائی ہے۔

اول یہ کہ انسان عید سے پہلے صدقۃ الفطر دے۔

دوم، جو روزہ نہ رکھے وہ بدلے میں طعام مسکین دے۔ دائم المرض ہو یا بہت بوڑھا یا حاملہ یا مرضہ (یعنی دودھ پلانے والی عورت۔ ناقال) ان سب کے لئے یہ حکم ہے۔

سوم یہ کہ یہ الہی ضیافت کا دن ہے۔ پس مومن کو چاہئے کہ کھانے میں توسیع کر دے اور غرباء کی خبر گیری کرے۔

ہر قوم میں کوئی نہ کوئی دن ایسا ضرور ہوتا ہے جس میں عام طور سے خوشی منائی جاتی ہے۔ بہت عمدہ لباس پہنا جاتا ہے اور عمدہ کھانا کھاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں بھی ہے لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدٌ فَهَذَا عِيْدُنَا (بخاری کتاب العیدین) ہر قوم کی ایک عید ہے ہماری بھی ایک عید ہو تو مناسب ہے۔

(خطبات نور صفحہ 411)

صدقۃ الفطر کہاں جمع ہو۔ فرمایا

پس وحدت کی ضرورت ہے۔ اسی لئے صدقۃ الفطر بھی ایک ہی جگہ جمع ہونا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید سے پہلے یہ صدقہ جمع ہو جاتا اور ایسے ہی زکوٰۃ کے اموال بڑی احتیاط سے اکٹھے کئے جاتے یہاں تک کہ منکرین کے لئے قتل کا فتویٰ دیا گیا۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے بھائیوں میں ابھی یہ وحدت پیدا نہیں ہوئی یا ہوتی ہے تو بہت کمزور ہے۔

(خطبات نور صفحہ 126-127)

### رمضان میں اعتکاف بیٹھنے کا وقت

حضور نے 24 اگست 1913ء عصر کے بعد بیسواں پارہ ختم کر دیا اور فرمایا۔

”میرے نزدیک آج انیسویں تاریخ نہیں بلکہ بیسویں ہے۔ (بیرون جات سے ایسی ہی خبریں آئی ہیں۔ بنارس میں، کشمیر میں، افغانستان میں سوموار ہی کو پہلا روزہ ہوا۔ مصر کے اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پہلا روزہ اتوار کو ہوا) اس لئے جنہوں نے اعتکاف بیٹھنا تھا وہ آج صبح سے (چاہیے تھا کہ) بیٹھ جاتے۔ میرا یہی مذہب ہے کہ بیسویں کی صبح سے اعتکاف بیٹھا جائے لیکن خیر حنفی مذہب کے مطابق اب عصر کے بعد ہی سہی جنہوں نے اعتکاف کرنا ہے نیت کر لیں۔“

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 337)

پھر ایک اور موقع پر اعتکاف کے متعلق فرمایا۔

الہ آباد سے ایک دوست نے دریافت کیا کہ یہاں احمدیوں کی مسجد تو کوئی نہیں۔ میں نے ایک مکان اپنی رہائش کے واسطے کرایہ پر لیا ہوا ہے اسی کے ایک کمرے میں احمدی برادران نماز اور جمعہ پڑھ لیتے ہیں کیا ماہ رمضان میں وہاں اعتکاف کر سکتا ہوں؟  
فرمایا: ہاں آپ وہیں اعتکاف کر لیں۔

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 161)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”ساتھ ہی ایک اور حکم بھی دیا کہ رمضان میں اس سنت کو بھی پورا کرو کہ رمضان کی بیسویں صبح سے لے کر دس دن اعتکاف کیا کرو۔ ان دنوں میں زیادہ توجہ الی اللہ چاہئے۔“

(الحکم 17 نومبر 1907ء صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”شیخ محمد صاحب کو صحاح ستہ خوب آتی تھیں۔ سادہ سادہ پڑھاتے تھے۔ مباحثات کی طرف سے ان کی طبیعت بالکل متنفر تھی۔ ایک دفعہ میں ابوداؤد پڑھتا تھا۔ اعتکاف کے مسئلہ میں حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ صبح کی نماز پڑھ کر انسان معتکف میں بیٹھے۔ مجھے اشارہ کیا کہ تم حاشیہ کو پڑھو یہ حدیث بہت مشکل

ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حدیث تو بہت آسان ہے۔ حکماً میں دیکھ لیتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بہت مشکل ہے۔ میں نے سرسری طور پر اس کا حاشیہ دیکھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ حدیث بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اکیس تاریخ کی صبح کو بیٹھیں تو ممکن ہے اکیسویں رات لیلۃ القدر ہو۔ اگر اس کے لحاظ سے عصر کو بیٹھیں تو رسول اللہ سے ثابت نہیں۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ ذرا بھی مشکل نہیں۔ یہ حاشی کی غلطی ہے۔ میں ایسی راہ عرض کرتا ہوں جس میں ذرا بھی اشکال نہیں یعنی بیس کی صبح کو بیٹھے۔ انہوں نے کہا یہ تو اجماع کے خلاف ہے۔ میں نے کہا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال آپ پڑھیں۔ یہ اجماع محض دعاوی ہیں۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی کثرت کو دیکھ کر لفظ اجماع بول لیا کرتا ہے۔ اس پر وہ بہت ہی تند ہو گئے۔ میری عادت تھی کہ سبق کو پڑھ کر کسی بڑے کتب خانہ میں اس کتاب کی شرح دیکھا کرتا تھا اور کوئی لغت اٹک جاتا تھا تو لغت کی کتاب میں دیکھ لیتا تھا۔ میں نے ان کی تیزی کی طرف دھیان نہ کر کے سبق کو بہت تیزی سے پڑھنا شروع کر دیا۔ صبح سے لیکر دوپہر کے قریب تک پڑھتا ہی چلا گیا۔ مگر وہ چپ ہی بیٹھے رہے۔ جب ظہر کی اذان کی آواز آئی تو اتنا فرمایا کہ جماعت مشکل سے ملے گی۔ سوائے اس کے انہوں نے اس وقت تک کوئی کلام نہیں کیا۔ میں نے کتاب کو بند کر دیا۔ عبد اللہ حلوائی ایک شخص کے مکان پر یہ سبق ہوا کرتا تھا اور دن کا کھانا میرا اور شیخ صاحب کا اسی کے یہاں ہوتا تھا۔ میں وضو کر کے ظہر کی نماز کو چلا گیا۔ ظہر کے بعد مولوی رحمت اللہ صاحب کے خلوت خانہ میں جا پہنچا۔ انہوں نے فرمایا کہ آج تمہارا اپنے شیخ سے مباحثہ ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ تلمیذ اور استاد کا کوئی مباحثہ نہیں ہو سکتا۔ میں طالب علم آدمی ہوں میرا مباحثہ ہی کیا۔ ہمارے شیخ تو بڑے آدمی ہیں۔ ہاں یوں طالب علم اساتذہ سے کچھ پوچھا ہی کرتے ہیں۔ فرمانے لگے نہیں کوئی بڑا مسئلہ ہے۔ میں نے کہا مسئلہ تو کوئی نہیں ایک جزوی بات تھی۔ مولوی صاحب کی طرز سے مجھ کو معلوم ہو گیا کہ ان کو ساری خبر پہنچ گئی ہے۔ مگر میں حیران تھا کہ سوائے میرے اور شیخ کے وہاں اور کوئی نہ تھا۔ خبر کیسے پہنچی۔ اتنے میں مولوی صاحب نے خود ہی فرمایا کہ تمہارے شیخ آئے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ بعض طالب علم بہت دلیر آجاتے ہیں۔ اور ان کے مشکلات کا خمیازہ ہمیں اٹھانا پڑتا ہے۔ اور پھر انہوں نے سارا واقعہ ہمیں سنایا۔ میں نے جب سمجھ لیا کہ اب اخفا کا کوئی موقع نہیں تو ان سے عرض کیا کہ یہ ایک جزوی مسئلہ ہے۔ اکیس کی صبح کو نہ بیٹھے بیس کی صبح کو بیٹھ گئے۔ اس طرح حدیثوں میں تطبیق

ہو جاتی ہے۔ مولوی رحمت اللہ صاحب نے فرمایا کہ بات اجماع کے خلاف ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ اس چھوٹی سی بات پر بھلا اجماع کیا ہو گا۔ تب انہوں نے فرمایا کہ سبق کل پڑھائیں گے۔ اب تم ہمارے ساتھ ہمارے مکان پر چلو۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب خلوت خانہ سے نکل کر مسجد کے صحن میں پہنچ گئے میں نے عرض کیا حضرت لوگ اس کو ٹھے کی طرف سجدہ کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ میں نے کہا کہ انبیاء کا اجماع قبلہ تو بیت المقدس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اہل کتاب کی کتابوں سے بہت آگاہ فرمایا ہے۔ آپ ایک شخص کے فرمان پر اجماع انبیاء بنی اسرائیل کو کیوں چھوڑتے ہیں۔ آپ نے تو اتنے بڑے اجماع کو چھوڑ دیا۔ میں نے اگر جزوی مسئلہ میں ایک حدیث کے معنی میں اختلاف کیا تو حرج کیا ہوا۔ فرمایا۔ دل دھڑکتا ہے۔ میں نے کہا جس کا دل نہ دھڑکے وہ کیا کرے۔ پھر فرمایا دل دھڑکتا ہے اور کھڑے ہو گئے۔ تب میں نے بہت دلیری سے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ محقق اور عالم ہیں۔ ہر مسئلہ میں شخص واحد کا اتباع۔ اس کے متعلق آپ مجھے ارشاد کریں۔ فرمایا ہم تو امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ مگر ہر مسئلہ میں تو ہم فتویٰ نہیں دیتے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کے فرمانے سے تقلید شخصی کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ فرمایا تقلید کا مسئلہ بہت سہل اور بہت مشکل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کلام کو سمجھا نہیں۔ فرمایا ہر جزوی مسئلہ میں ایک ہی شخص کی تقلید نہ کسی نے کی نہ کوئی کر سکتا ہے۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تقلید شخصی کوئی بڑی بات نہیں اور مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔۔۔

ہم علی العموم ان باتوں کے دشمن نہیں۔ تمہاری شفاعت تمہارے شیخ سے کر دی ہے۔ تم سبق پڑھتے جاؤ وہ روکیں گے نہیں اور آزادی سے پڑھو ہم نے شیخ کو مطمئن کر دیا ہے۔ ہم تمہارا مذاق خوب جانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا ہمارے شیخ حدیث کا بڑا ادب کرتے ہیں۔ اگر میں ان کے حضور پڑھتا ہوں تو وہ کبھی مجھ کو بند نہ کریں گے۔ فرمایا۔ وہ ڈرے تھے۔ ہم نے مطمئن کر دیا ہے۔ چنانچہ میں دوسرے دن گیا۔ گو شیخ صاحب اس دن تو نہ بولے۔ مگر میں نے سبق پڑھ لیا۔ میں نے نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ ان سے پڑھ لیں۔ ان دنوں مولوی ابوالخیر صاحب دہلوی خلیف الرشید حضرت محمد عمر نقش بندی مجددی مجھ سے درالمختار پڑھا کرتے تھے۔ کچھ مدت کے بعد حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مدینہ سے مکہ تشریف لائے۔ شہر

میں بڑی دھوم دھام مچی۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ حرم میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہزاروں آدمی ان کے گرد موجود تھے۔ سب سے پہلے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ اعتراف کب بیٹھا جائے۔ طالب علمانہ زندگی بھی عجیب ہوتی ہے۔ وہی ایک مسئلہ اتنے بڑے وجود کے سامنے میں نے پیش کیا۔ آپ نے بے تکلف فرمایا کہ بیس کی صبح کو۔ میں تو سن کر حیران رہ گیا۔ ان کی عظمت اور رعب میرے دل میں بہت پیدا ہوا۔ مگر پھر بھی جرأت کر کے پوچھا کہ حضرت میں نے سنا ہے کہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔ ان کے علم پر قربان ہو جاؤں۔ بڑے عجیب لہجہ میں فرمایا کہ جہالت بڑی بری بلا ہے۔ حنیفوں میں فلاں فلاں۔ شافعیوں میں فلاں۔ حنابلہ میں فلاں۔ مالکیوں میں فلاں۔ کئی کئی آدمیوں کے نام لے کر کہا کہ ہر فرقہ میں اس بیس کے بھی قائل ہیں۔ میں اس علم اور تجربہ کے قربان ہو گیا۔ ایک وجد کی کیفیت طاری ہو گئی کہ کیا علم ہے، تب وہاں سے ہٹ کر میں نے ایک عرضی لکھی کہ میں پڑھنے کے واسطے اس وقت آپ کے ساتھ مدینہ جا سکتا ہوں؟ اس کاغذ کو پڑھ کر یہ حدیث مجھے سنائی۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِعٌ۔ پھر فرمایا کہ تمام کتابوں سے فارغ ہو کر مدینہ آنا چاہیے۔ میں نے یہ قصہ جا کر حضرت مولانا رحمت اللہ کے حضور پیش کیا اور عرض کیا کہ علم تو اس کو کہتے ہیں۔ یہ بھی عرض کیا کہ ہمارے شیخ تو ڈر گئے تھے مگر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نے تو حرم میں بیٹھ کر ہزار ہا مخلوق کے سامنے فتویٰ دیا۔ مگر کسی نے چوں بھی نہ کی۔ فرمایا شاہ صاحب بہت بڑے عالم ہیں۔“

(مرقاۃ الیقین صفحہ 112-115)

**قضاء شدہ روزے ساتھ ہی رکھنے ضروری ہیں یا بعد میں رکھے جاسکتے ہیں؟۔ فرمایا**

”مریض اور مسافر کے لئے قضاء رمضان علی الاتصال ضروری نہیں جب چاہے بتدریج عدت کو پوری کرے۔ جولائی کے روزے دسمبر میں رکھ سکتا ہے یہی شرع اسلام کا حکم ہے۔ یہی معمول امام کا تھا۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 47)

**روزہ قضا کرنے کے متعلق فتویٰ۔ فرمایا:**

”مجھ کو ایک صاحب لکھتے ہیں کہ بموجب آیت فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ (البقرہ: 185) فدیہ کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ پھر جب سے یہ آیت نازل ہوئی کہ شَهَادَةُ الشَّهْرِ فَلْيُصِمْهُ

(البقرۃ: 182) اُس وقت سے اِس آیت کا حکم صرف شیخ فانی و حاملہ و مُرضعہ کے لئے باقی رہ گیا۔ مریض و مسافر اور حیض و نفاس والی کو قضا لازم ہوگی فدیہ نہ رہا۔ آپ لوگ اِسی کو مانتے ہیں یا کیا؟ شیخ فانی کے لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عملدراآمد اور ضعیفہ و حاملہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس کا فتویٰ بابت فدیہ جس طرح ثابت ہے اِسی طرح اگر مریض و مسافر کے متعلق کوئی بات لکھیں تو صحابہ کرام کے عملدراآمد کا بھی پتہ دیں۔ حضور اپنے دست مبارک سے اِس کے جواب میں کچھ لکھ دیں۔ حدادب۔ حضور کا ناچیز غلام اکبر شاہ خان کیم مارچ 1909ء

**جواب:**

آپ کے صاحب نے جو لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ یہی ہمارا عملدراآمد ہے۔ مریض، مسافر، حیض اور نفاس والی قضا کریں۔ یہی سچ ہے۔ اِس کے خلاف ہرگز صحیح نہیں۔

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 92-93)

**مریض کا روزہ**

مریض کو یا جس کو روزہ رکھنے سے کوئی مرض ہو جاتا ہے روزہ نہ رکھے۔ وہ شخص روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلاوے۔ یہ حکم اسلام کا ہے۔

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 462)

**روزے میں تھوک**

سوال۔ جب کبھی میں روزہ رکھتا ہوں تو مجھے بہت تھوک آتی ہے اور بعض دفعہ تو نماز پڑھتے ہوئے منہ میں تھوک جمع ہو جاتی ہے اور کسی وقت نلگی جاتی ہے۔ تو کیا تھوک نلگنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ فرمایا۔ تھوک نلگا جاوے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 462)

**نکسیر اور قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ فرمایا:**

”نکسیر اور قے سے وضو ٹوٹنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ میری تحقیق میں وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ قبضہ سے۔ ہاں احتیاط اور بات ہے۔ نکسیر اور قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ آپریشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ نہ مالش روغن سے

اور نہ سوکھنے سے اور نہ خوشبو سے نہ سر میں تیل ڈالنے سے نہ سرمہ سے نہ کلوروفارم سے۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی روزہ نہ رکھے۔“

(ارشادتِ نور جلد اول صفحہ 274)

### عید کے احکام

1- یہ باتیں عید والے دن مسنون ہیں۔

(1) مسواک (2) غسل (3) عمدہ کپڑا، سرمہ، تیل، کنگھی (4) خوشبو لگائے (5) سویرے اٹھے (6) عید گاہ میں جائے (7) کچھ کھا کر جائے۔ رسول کریم طاق کھجوریں کھا کر تشریف لے جاتے (8) جس راہ سے جائے اس سے دوسری راہ آئے (9) تکبیر کہتا جائے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَبِلِلَّهِ الْحَمْدُ۔ الْحَمْدُ يَا كَلِمَةَ شَهَادَاتِ بَعِي۔

(10) نماز دو رکعت (11) مستورات کا بھی عید گاہ میں جانا امر مسنون ہے۔

2- صدقہ الفطر۔ اس لئے مشروع ہے کہ عید کے دن مساکین کی امداد اور روزہ رکھنے میں جو کچھ نقص رہ گئے ہیں۔ ان کا جبر ہو۔

یہ صدقہ غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے بڑے، غنی فقیر پر ہے۔ جو نماز پڑھنے سے پہلے ادا ہونا چاہیے۔ جو اور اس قسم کا غلہ پورا صاع اور گندم نصف صاع یعنی..... ایک سیر چھ چھٹانک..... غلہ کے عوض نقدی بھی جائز ہے۔

3- اس نماز میں اذان و اقامت نہیں اور اول و آخر کوئی اور نماز نہیں۔ طریق نمازیوں ہے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے ثناء پڑھ کر پھر سات تکبیریں کہیں جائیں۔ اللہ اکبر کے ساتھ ہر تکبیر پر ہاتھ کانوں تک لے جا کر کھلے چھوڑے جائیں۔ ساتویں تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں بھی قبل قرأت پانچ تکبیریں کہیں ماسوائے اس تکبیر کے جو سجدہ سے اٹھتے وقت کہی جاتی ہے۔ پانچویں تکبیر پر ہاتھ باندھیں۔

آثار سے یہ بھی ثابت ہے کہ پہلی رکعت میں قبل قرأت علاوہ تکبیر تحریمہ تین تکبیر اور دوسری رکعت میں بعد قرأت تین تکبیریں کہے۔ اس نماز میں علی العموم حضور علیہ الصلوٰۃ سَبَّحِ اسْمُ۔ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ پڑھتے۔

بعد نماز، خطبہ سب کو سننا چاہیے۔ ایک ہی خطبہ ہے بیٹھ کر پھر نہیں اٹھتے۔ بچے بھی عید گاہ میں جائیں۔

عید کی نماز باجماعت ایک ہے۔ کئی جماعتیں نہیں ہونی چاہئیں اور عید کی نماز میں جمع ہونے کے لئے ڈونڈی پیٹنا ثابت نہیں اور نہ نماز کے بعد مصافحہ و معانقہ امر مسنون ہے۔

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 338-339)

ایک ہی خطبہ ہے بیٹھ کر پھر نہیں اٹھتے

سوال۔ اخبار الفضل بابت 13 ستمبر 1913ء میں زیر عنوان ”عید کے احکام“

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”عید میں صرف ایک ہی خطبہ ہے بیٹھ کر پھر نہیں اٹھتے تھے۔ چونکہ یہ ایک نئی بات تھی اس لئے میں نے ابن ماجہ، نسائی، مشکوٰۃ میں حدیثوں کا مطالعہ کیا۔

ابن ماجہ میں ہے (حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ صَلَّى يَوْمَ فَطْرٍ أَوْ أَصْحَى فَخَطَبَ قَائِلًا لَكُمْ قَعْدَةٌ قَعْدَةٌ ثُمَّ) (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنة فیہا حدیث میں بھی حدیث میں ہے خط النساء فی العین)۔ یہ استدلال قعدہ مسنون۔

صاحب تلخیص الجبیر نے بیہقی اور ابن ابی شیبہ سے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔

جواب از خلیفۃ المسیح۔ ”عید کے دو خطبے میں نے کہیں احادیث صحیحہ میں نہیں دیکھے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں اسمعیل بن مسلم ضعیف ہے اور نسائی کی حدیث میں عید کے دو خطبوں کا ذکر نہیں۔ ہاں جہاں دو خطبے ہوں جیسے جمعہ میں وہاں ہم خود بیٹھے ہیں۔ نسائی کا خلاف نہیں کرتے اوّل شافعی والی حدیث میں عبد الرحمن بن سعد بن عمار سعد ضعیف ہے فرمایے ہم کہاں صحیح حدیث کے تارک ہوئے۔“

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 352-353)

## عیدین کی حکمت

”عید میں تنگی نہیں کی بلکہ فرمایا کہ اگر جمعہ و عید اکٹھے ہو جائیں تو گاؤں کے لوگوں کو جو باہر سے شریک ہوئے ہیں جمعہ کے لئے انتظار کی تکلیف نہ دی جائے۔ وحدت کا مسئلہ بھی خوب سکھایا ہے۔ پہلے تو ہر محلے کے لوگوں کو پانچ بار مسجد میں اکٹھے ہو کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔ پھر ہفتہ میں ایک دفعہ تمام گاؤں کے لوگوں کو جمع ہو کر دعا کرنے کا ارشاد کیا۔ پھر سال میں عیدین ہیں جن میں مومنوں کا اجتماع لازم ٹھہرایا۔ پھر ساری دنیا کے لئے مکہ مقرر فرمایا جہاں کل جہان کے اہل استطاعت مسلمان مل کر دعا کریں۔“

(خطبات نور صفحہ 430-431)

## عید کے دن کرنے کے کام

”آج عید کا دن ہے اور رمضان شریف کا مہینہ گزر گیا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ایام تھے جبکہ اس نے اس ماہ مبارک میں قرآن شریف کا نزول فرمایا اور عامہ اہل اسلام کے لئے اس ماہ میں ہدایت مقدر فرمائی۔ راتوں کو اٹھنا اور قرآن شریف کی تلاوت اور کثرت سے خیرات و صدقہ اس مہینہ کی برکات میں سے ہے۔ آج کے دن ہر ایک کو لازم ہے کہ سارے کنبہ کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبر گیری کرے۔ دو بک گیہوں کے یا چار جو کے ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ نماز سے پیشتر ضرور ادا کیا جاوے اور جن کو خدا نے موقع دیا ہے وہ زیادہ دیویں۔ اس جگہ مختلف ضرورتیں ہیں کہ جن کے لئے لوگوں کے خیرات کے روپیہ کی ضرورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کا کل روپیہ ایک جگہ جمع ہوتا تھا اور پھر آپؐ اسے مختلف مدوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک یہاں مدرسہ ہے اور اس وقت اسے بڑی ضرورت امداد کی ہے۔ مہمانوں کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں۔ بعض وقت دیکھا گیا ہے کہ ان بیچاروں کا سفر خرچ کسی گناہ کے باعث یا کسی مصلحت الہی سے جاتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی نے چرایا اگر گیا وغیرہ۔ پھر غور کرو کہ مسافرت اور اجنبیت میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے ہی ایک گروہ مساکین کا رہتا ہے۔ تو ان سب کے لئے اخراجات کی ضرورت ہے۔“

یہاں رہنے والے تین طرح کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو حصول ایمان کے لئے رہتے ہیں اور ان کو متواتر تجربہ سے علم ہو گیا ہے کہ ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خبر گیری کرتا ہے۔ بعض لوگ

ملازم ہیں اور ان کی معاش کی سہیل قائم ہے۔ اور ایک گروہ وہ ہے جو صرف محبت کی وجہ سے رہتا ہے مگر اپنی ضرورتوں کو رفع نہیں کر سکتا۔ پس میری رائے یہ ہے کہ تم میں سے ایک جماعت قائم ہو جو ان سب کی خبر گیری کیا کرے اور اس قسم کے صدقہ اور خیرات کے روپیوں کو مناسب مقام پر تقسیم کر دیا کرے۔ بعض طالب علم مدرسہ کے اور بعض ہمارے پاس بھی اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے خبر گیری کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس اگر جماعت قائم ہو تو وہ اس کی بھی خبر لے سکتی ہے۔ انسانی ہمدردی اور باہمی تعاون کے بہت برکات اور افضال ہیں اور اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر وعدہ فرماتا ہے۔ اللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ آخِيهِ (احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 274)۔

میں چونکہ یہاں رہتا ہوں اور پھر سارے دن باہر رہتا ہوں اس لئے مجھے ان ضرورتوں کا علم ہے اور میری نسبت دوسروں کو کم ہے۔ خدا ہی ان کا سر انجام دینے والا اور مجھے بھی وہی دیکھنے والا ہے۔ ایسے امور کے لئے آپ سعی کریں اور دوسرے بھائیوں تک بھی پہنچا دیں۔ جیسے ہمارے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کوئی فوجی کمانڈر تھا۔ کوئی کاتب تھا۔ کوئی قرآن پڑھانے والا تھا۔ کوئی اخوت کی بہتری کی فکر کرنے والا تھا۔ کوئی بادشاہوں کے پاس خطوط پہنچاتا تھا۔ کوئی نیک تحریکیں کرنے والا تھا۔ ایسے ہی اگر مختلف مدین مختلف لوگوں کے سپرد ہوں اور ایک کمیٹی قائم ہو کر ان سب امور کی ترتیب کیا کرے تو امید ہے کہ بہت کچھ انتظام ہو جاوے۔ خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو عملدرآمد کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبات نور صفحہ 179-180)

### عید کے دن صدقہ و خیرات

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”آج عید کا دن ہے اور رمضان شریف کا مہینہ گزر گیا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ایام تھے جبکہ اس نے اس ماہ مبارک میں قرآن شریف کا نزول فرمایا اور عامہ اہل اسلام کے لئے اس ماہ میں ہدایت مقدر فرمائی۔ راتوں کو اٹھنا اور قرآن شریف کی تلاوت اور کثرت سے خیرات و صدقہ اس مہینہ کی برکات میں سے ہے۔ آج کے دن ہر ایک کو لازم ہے کہ سارے کنبہ کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبر گیری کرے۔“

دو بگ گیہوں کے یا چار جو کے ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ نماز سے پیشتر ضرور ادا کیا جاوے اور جن کو خدا نے موقع دیا ہے وہ زیادہ دیویں۔“

(خطبات نور صفحہ 179)

جمعہ و عید اکیلا پڑھ لے۔ فرمایا:

ایک شخص نے عرض کی۔ میں اکیلا ہوں باقی سب مخالف۔ نماز جمعہ اور عید میں کیا کروں؟  
 ”مومن کو ضرور ہے کہ اپنے ساتھ کسی کو ملا لے تنہا رہنا اچھا نہیں اور نماز ظہر بدلہ جمعہ کے پڑھ لیں۔ عید اکیلے پڑھ لیں۔ جو ہمیشہ سفر میں ہے وہ مقیم ہے۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 42)

ہمارے امام علیہ السلام کی عید

سوال۔ جناب میرزا صاحب عید کے روز نماز کیونکر پڑھتے تھے۔ بعد نماز گلے ملنے کی رسم اُن کے ہاں تھی یا نہیں؟ اظہارِ مسرت کے لئے اور کیا طریقے استعمال فرماتے تھے۔ احباب و اقارب سے اُس دن کیونکر کر ملتے تھے۔ سیر و تفریح میں اُس روز کوئی جداگانہ خصوصیت ہوتی تھی؟ عید کے دن کچھ خاص اعمال یا اشغال بھی کرتے تھے؟ خود آپ کا کیا معمول ہے؟

جواب۔ جناب کا استفسار پڑھ کر دیر تک میں متعجب رہا اور دنیوی عجائبات کا مطالعہ کرتے کرتے قریب تھا کہ میری حالت وجد میں آجاوے بلکہ ایک قسم کا وجد رہا۔ اس وقت مجھے افاقہ ہے۔

مولانا فقہائے کرام نے جس قدر قیاس اور استحسان سے مسائل اور حوادث پر باریک بینیوں سے کام لیا ہے۔ اُس کو اگر ایک کتاب میں لکھا جاوے اور صوفیائے کرام کی تحقیقات اور مکاشفات اور حالات وجد کو ساتھ ملا دیں اور ایک پلڑے میں رکھیں اور ڈیڑھ سو آیت قرآن جو اصل اور سرمایہ احکام فقہیہ ہے اور ڈیڑھ سو صحیح حدیث جو کہ مدارِ احکام فقہیہ علاوہ قرآن کریم کے ہے کو ایک طرف رکھا جاوے تو ان لوگوں کے انصاف پر جو مرزا صاحب کے دعاوی کی نسبت فتاویٰ تیار کر رہے ہیں کیا وجد آسکتا ہے کہ نہیں۔

مرزا صاحب کے متعلق میں جناب کو ایک شعر سناتا ہوں جو میں نے ان کی زبان سے علی روس الا شہاد سنا ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا  
ولکن میفزائے بر مصطفیٰ

اس شعر کے بعد جناب کا جواب کافی سے زیادہ ہو سکتا ہے مگر پاس خاطر سے عرض ہے۔ عید کے دن مرزا صاحب غسل فرماتے اور تجدید لباس کرتے اور خوشبو لگا کر مع احباب کے عید گاہ میں تشریف لے جاتے تھے اور گاہے اُس جامع مسجد میں جہاں ہم لوگ جمعہ پڑھتے ہیں وہاں بھی عید پڑھ لیتے تھے۔ عید کا خطبہ ہمیشہ یہ خاکسار پڑھ دیتا تھا یا مولوی عبدالکریم۔ واپسی میں دوسرے رستے سے گھر میں تشریف لاتے تھے۔ صدقۃ الفطر پہلے جمع کیا جاتا تھا اور قربانی کی عید میں بعد نماز کے معاً قربانی کرتے تھے۔

میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ آپ کسی کے گلے لگے ہوں یا کسی کو پان دیا ہو۔ عید گاہ میں ہی نئے آئے ہوئے دوست مصافحہ کر لیتے تھے۔ سیر و تفریح کے لئے کہیں نہیں جاتے تھے کوئی خصوصیت نہ تھی۔ اقارب سے بھی کوئی خصوصیت کی ملاقات اُس دن نہیں کرتے تھے۔ راستہ میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ پڑھنے کی عادت تھی۔ مگر آہستہ پڑھتے اور بعض لوگ بلند آواز سے پڑھتے تو روکتے نہ تھے مگر عرض ہے کہ معانقہ عام طور پر قطعاً ان کی عادات میں نہ تھا۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 240-241)

تاریخ پر عید

سوال آیا تاریخ پر عید ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: از امیر مومنین، تاریخ معتبر ہے (عید کر لی جاوے)

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 242)

### عید سے پہلے دوکان جائز

سوال۔ احقر نے دن عید کے قریب 2 بجے صبح کے قبل از نماز عید الفطر ایک شریف مسکین مفلس سید امیر علی نامی کو دن عید کی خوشی میں اٹے دال کی دوکان کھلوادی۔ اس فعل پر برادر مرزا حسام الدین احمد نے جو بفضل الہی احمدی ہیں اعتراض کیا اور کہا کہ قبل از نماز ایسا کرنا حرام یا حرام سے کم درجہ کا ہے اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو بعد نماز کے اس دوکان مذکور العنوان کی بنیاد قائم کی جاتی۔ احقر نے اُن کو جواب دیا کہ قبل از نماز ایسا فعل کرنا حرام نہیں۔ البتہ وہ بیچ اور وہ دوکان کہ جو نماز کے ادا کرنے سے روک دے حرام ہوگی۔ غرض آں برادر نے میرے خیال کو تسلیم کیا اور فتویٰ چاہا ہے۔ لہذا حضور پُر نور سے امید وار ہوں کہ ہمارے نبی سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم نافذ فرمایا ہے اور یہ جو فعل اس احقر نے کیا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ خاکسار کبیر الدن احمد۔ لکھنؤ

جواب از حضرت خلیفۃ المسیح

”آپ نے بہت ہی اچھا کام کیا کہ عید کے روز ایک مفلس کی دستگیری فرمائی۔ عید سے پہلے ہی تو فطرانہ بھی دیا جاتا ہے۔ اگر دوکان نکلوا دی تو اور بھی زیادہ ثواب کا کام کیا۔ شرعاً ایسا فعل ہرگز ممنوع نہیں۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 253-254)

### شوال کا مہینہ

شوال کے مہینہ کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ فرمایا کرتے تھے کہ ”پس وقت کی قدر کرو اور ہر ایک چاند جو تمہاری روح کے لئے ایک وقت اور فرصت لاتا ہے اس سے نصیحت سیکھو۔ جو چاند تم نے کل دیکھا ہے وہ گویا نبوت کے اول سال کا چاند ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کا نزول اسی ماہ شوال کے ماقبل رمضان میں شروع ہوا۔ اس لئے یہ چاند اور اس کے پہلے کا چاند ہر ایک مومن کے لئے خیر و برکت کا موجب ہے۔ حدیث شریف میں دعا آتی ہے کہ انسان چاند دیکھے تو کہے۔

اَللّٰهُمَّ اَهْلُهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللهُ هِلَالُ رُشْدِيْ وَحَيِّرِ (ترمذی)

(کتاب الدعوات)

پس چاہئے کہ روحانی پرورش کے لئے ہم سچا تعلق مزکی کے ساتھ پیدا کریں۔ وہ اب موجود ہے جس کی انتظار تیرہ سو برس سے ہو رہی تھی۔“

( بدر جلد 3 نمبر 1، یکم جنوری 1904ء صفحہ 2-6)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مقبول عبادات کی توفیق دے اور ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بے انتہا محبت کو سمیٹنے والا ہو۔ آمین

(کمپوزر: سلیم اکبر)



﴿مشاہدات-1098﴾

﴿12﴾

## ماہ رمضان اور سورج و چاند گرہن

(حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات و اِرشادات کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - فَاذْأَبْرِقُ الْبَصُرُ - وَحَسَفَ الْقَمَرُ - وَجِبَعِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ -

(القيامة: 7-10)

وہ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہو گا تو (جواب دے کہ) جب نظر چند ہوا جائے گی اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکٹھے کیے جائیں گے۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَصْطَخَرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَوْفَلٍ حَدَّثَنَا عُمَيْدُ بْنُ يَعِيشَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شَبْرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ إِنَّ لِمُهَدِيَّتِنَا آيَاتٍ لَمْ تَكُنْ مُنْذُ خَلَقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ تَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَكَمْ تَكُونُ مُنْذُ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -

(سنن الدارقطني - کتاب العیدین، باب صفة صلوة الخسوف والكسوف وهيئتها، جز دوم)

مطبوعہ دارالمحاسن قاہرہ)

ترجمہ: ہمارے مہدی کے لیے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں یہ نشان کسی اور مامور کے لیے ظاہر نہیں ہوئے۔ وہ یہ ہیں کہ رمضان کے مہینے میں چاند (اپنے گرہن کی مقررہ راتوں میں سے) پہلی رات کو گہنا یا جائے گا۔ اور سورج کو (اس کے گرہن کے مقررہ دنوں میں سے) درمیانے دن کو گرہن ہو گا۔ اور یہ ایسے نشان ہیں کہ جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا یہ نشان کبھی کسی مامور کے لیے ظاہر نہیں ہوئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

قَبْلَ خُرُوجِ الْمَهْدِيِّ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ مَرَّتَيْنِ۔

(الفتن باب ما یذکر من علامات السماء۔ جلد 1 صفحہ 229 مصنف نعیم بن حباد وفات 228ھ۔ عقد الدرر)

جلد 1 صفحہ 176 باب 4 فصل 3 فی الصوت از یوسف بن یحییٰ متوفی 658ھ)

مہدی کے خروج سے پہلے رمضان میں سورج کو دو مرتبہ گرہن لگے گا۔

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا  
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”احادیث میں جو مہدی کی علامات آئی ہیں ان میں سے مہدی کی علامت ایک یہ بھی ہے کہ ایک ہی ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا۔ وہاں چاند کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قمر کا لفظ استعمال کیا ہے اور اعلیٰ درجہ کا قمر 13، 14، 15 تاریخ کو ہوتا ہے اور اس کے گرہن کی بھی یہی تاریخیں مقرر ہیں۔ اس سے کم زیادہ نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی سورج گرہن کے لئے بھی 27، 28، 29 تاریخ ماہ قمری کی مقرر ہیں۔ چونکہ قمر کا لفظ اپنے حقیقی معنوں کی رو سے مہدی کی علامت تھی لیکن لوگوں نے تصرف کر کے وہاں قمر کے بجائے بلال کا لفظ ڈال دیا ہے اور یہ ان کی غلطی۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 318-319)

پھر آپ اس سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں۔

”صحابہؓ نے اہلۃ کے متعلق جو سوال کیا وہ اس واسطے تھا کہ جب رمضان کی عبادت کے برکات انہوں نے دیکھے تو ان کو خواہش ہوئی کہ ایسا ہی دوسرے مہینوں کی عبادت کا ثواب بھی حاصل کریں اس واسطے انہوں نے یہ سوال پیش فرمایا۔ دو بڑے بڑے نشان آسمان پر دکھائے گئے سورج گہن اور چاند گہن ماہ رمضان میں۔ ایسا ہی دو نشان یہ ہیں۔ قحط اور طاعون۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 321)

سامعین! اسی مضمون کو ایک اور زاویہ سے آپ نے یوں بیان فرمایا۔

”إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا (المرل: 16) اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیلِ موسیٰ ٹھہرے اور خلفاء موسویہ کے طریق پر ایک سلسلہ خلفاء محمدیہ کا اللہ تعالیٰ نے قائم کرنے کا وعدہ کیا جیسا کہ سورہ نور میں فرمایا: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (النور: 56) پھر کیا چودھویں صدی موسوی کے خلیفہ کے مقابل پر چودھویں صدی ہجری پر ایک خلیفہ کا آنا ضروری تھا یا نہیں؟ اگر انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا جاوے اور اس آیت و وعدہ کے لفظ گنا پر پورا غور کر لیا جاوے تو صاف اقرار کرنا پڑے گا کہ موسوی خلفاء کے مقابل پر چودھویں صدی کا خلیفہ خاتم الخلفاء ہو گا اور وہ مسیح موعود ہو گا۔

اب غور کرو کہ عقل اور نقل میں تناقض کہاں ہوا؟ عقل نے ضرورت بتائی۔ نقل صحیح بھی بتاتی ہے کہ اس وقت ایک مامور کی ضرورت ہے اور وہ خاتم الخلفاء ہو گا۔ اس کا نام مسیح موعود ہونا چاہیے۔ پھر ایک مدعی موجود ہے۔ وہ بھی یہی کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس کے دعوے کو راست بازوں کے معیار پر پرکھ لو۔ میں اب ایک اور آسان ترین بات پیش کرتا ہوں۔ جو عقل اور نقل کی رو سے اس امام کی تصدیق کرتی ہے۔ قرآن شریف میں چاند اور سورج کی سنت کے متعلق فرمایا ہے۔ قَدَرًا مَنَازِلٍ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ (یونس: 6)۔ سورج اور چاند کے نظام اور قانون پر نظر کر کے بہت سے حساب سمجھ سکتے ہو۔ جنتریں بنا سکتے ہو جیسے دو اور دو چار ایک یقینی بات ہے۔ اسی طرح پر یہ نظام بھی حق ہے۔ اب اگر کوئی شخص میرا صاحب کے دعوے کے متعلق پہلے دعوے کے وقت نقل صحیح سے کام لیتا تو یہ عقہہ کیسی آسانی سے حل ہو جاتا تھا۔ تیرہ سو برس پیشتر کہا گیا تھا کہ اس مہدی کے وقت رمضان میں کسوف و خسوف ہو گا اور اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ بت پرست قوم بھی سال سے پہلے جنتری لکھ دیتی ہے۔ مسلمانوں کو غیرت کرنی چاہیے تھی اور معلوم کرنا چاہیے تھا کہ کس سال میں اجتماع ممکن ہے؟ ہندو جاہل جب پتری بن کر کسوف و خسوف کے پتے دیتے ہے تو ایک مسلمان کو جس کی کتاب میں لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ لکھا ہے۔ سو چنا چاہیے تھا۔ کہ وہ وقت کب ہو گا اور جب اسے وقت کا پتہ ملتا تو وہ تلاش کرتا کہ مدعی ہے یا نہیں؟ اگر وہ مدعی کو پالیتا تو سوچ لیتا کہ آسمان کی بات میرے یا کسی کے تعلق میں

نہیں ہے۔ نقل میں موجود ہے کہ اس کے وقت کسوف خسوف ہو گا اور عقل بتاتی ہے کہ یہ اجتماع کسوف و خسوف فلاں وقت ہو گا اور وہ وقت آگیا ہے اور مدعی موجود ہے جب ان امور پر غور کرتا تو بات بالکل صاف تھی اور وہ مان سکتا تھا اور بڑی سہل راہ سے سمجھ سکتا تھا۔ اگر اتنی عقل اور سمجھ نہ تھی تو دعویٰ کے وقت ہی حدیث کو دیکھ لیتا اور سُن لیتا اور سوچتا کہ یہ حدیث کیسی ہے اور پھر کسی ہندو سے دریافت کرتا کہ یہ موقع کب ہو گا اور جب وہ اُسے بتاتا کہ فلاں سنہ میں ہو گا اور پھر جب وقوع میں آتا تو تسلیم کر کے اپنے تزکیہ کیلئے چلا جاتا۔ غرض یہ کیسی صاف اور روشن بات تھی لیکن اگر آسمان کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا اور اس کی نگاہ اتنی اونچی نہ تھی تو زمین میں ہی دیکھتا کہ اس کے لئے کیا نشان ہیں اور اس امر پر غور کرتا کہ قرآن تو اس لئے آیا ہے لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ اب اس دعویٰ کے موافق اس وقت کوئی اختلاف ہے یا نہیں اور پھر قرآن شریف اس اختلاف کے مٹانے کیلئے بس ہے یا نہیں؟۔ پہلی بات پر نظر کر کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف کثرت سے پھیلا ہوا ہے۔ سب سے پہلا اختلاف تو ہمیں اپنے ہی اندر نظر آتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض صدائیں ہمارے اندر ہیں۔ جن کو ہم ایمانیات یا عقائد کہتے ہیں اور پھر کچھ اعمال ہیں جو یانیک ہوتے ہیں یا بد۔ اب مطالعہ کرتے کہ کیا وہ اعمال ان مسلمہ نیکیوں اور صدائوں کے موافق ہیں یا مخالف ہیں۔ اگر اس کی مانی ہوئی نیکیاں اور نیک اعمال فی نفسہ اور ہیں تو اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوتی کہ یہ پہلا اختلاف مٹنا چاہیے۔“

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 95-97)

سامعین! آپ پھر فرماتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ نے ہمیشہ سے یہ طریق پسند فرمایا ہے کہ وہ انبیاء و مرسلین کے ذریعہ ہدایت بھیجتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ ہدایت تو آجاوے مگر انبیاء و مرسلین نہ آئے ہوں! پس اس وقت جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اور مختلف پہلوؤں سے میں نے دکھایا ہے ضرورتیں داعی ہو رہی ہیں کہ ایک مزگی اور مطہر انسان قرآن کریم کے حقائق و معارف بیان کر کے اس ہدایت کو لوگوں تک پہنچاوے۔ جو قرآن شریف میں موجود ہے۔ یہ کام اُس کا ہے کہ وہ ہدایت کی اشاعت کرے! جب یہ ضرورت ثابت ہے تو پھر اس امر کا پتہ لگانا کچھ بھی مشکل نہیں ہو سکتا کہ وہ مزگی آیا ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ وہ مزگی آگیا! اب اس کی

صداقت جانچنا باقی رہتا ہے! اس کیلئے قرآن شریف اور منہاج نبوت کامل معیار ہے۔ اس سے دیکھ لو۔ اس کی سچائی خود بخود کھل جاوے گی اور عقلی دلائل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ اور تائیدات سے اسے شناخت کر لو۔

کسوف و خسوف کا کس قدر عظیم الشان نشان موجود تھا مگر دیکھنے والوں میں سے سب نے فائدہ اٹھایا؟ ہرگز نہیں! اس کے پورا نہ ہونے سے پہلے تو اسے صحیح قرار دیتے تھے مگر جب وہ پورا ہو گیا۔ تو روایت کی صحت میں شبہ کرنا شروع کر دیا۔ حقیقت میں جب انسان تعصب اور ضد سے کام لیتا ہے اور ایک بات ماننی نہیں چاہتا تو اس کی بہت سی توجیہیں نکالتا ہے اور اپنے خیال کے موافق عذرات تراش لیتا ہے۔ چونکہ انسان کی قوتیں دن بدن آگے بڑھتی ہیں۔ اس لئے وہ خیالات ترقی کرتے جاتے ہیں۔ دیکھو! میں کل جس عمر کا تھا آج اُس سے ایک دن بڑا ہوں۔ اسی طرح دیکھ لو۔ پچھلے حصہ زندگی پر جس قدر غور کرو گے اور جتنا پیچھے جاؤ گے۔ اسی قدر تمہیں نمایاں فرق نظر آئے گا کہ کمزوری بڑھتی گئی ہے۔ دیکھو! پہلے بول نہ سکتا تھا۔ پھر بولنے لگا اور اپنی مادری زبان میں کلام کرنے لگا اور پھر یہاں تک ترقی کی کہ اردو بولنے لگا اور پھر یو مانیو ما اس میں بھی ترقی کی۔ یہاں تک کہ اب اپنی زبان میں مسلسل دو چار فقرے بھی ادا نہیں کر سکتا۔ ایک بار حضرت امام علیہ السلام نے مجھے پنجابی زبان میں وعظ کرنے کا حکم دیا۔ میں دو چار فقروں کے بعد ہی پھر اردو بولنے لگا۔“

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 108)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ سورۃ القیامہ آیات 8-10 کی تشریح میں فرماتے ہیں۔  
 ”برقِ بصرا سے مراد تجر و فزع ہے۔ جو انسان کی مصیبت کے وقت آنکھیں پھاڑ دیتا ہے۔ مصیبت کا وقت آئے تو ساری تدبیریں الٹ پڑتی ہیں۔ عقل ہوتے ہوئے عقل کام نہیں دیتی گویا کہ نورِ فراست کو بھی گرہن لگ جاتا ہے۔ گرہن کی اصل بھی اقترانِ شمس و قمر ہے۔ یعنی ایک کا وجود دوسرے کے بالمقابل حاصل ہو جاتا ہے جو نور کے ہوتے ہوئے نور نظر نہیں آتا۔“

یوم بدر ظاہری طور پر بھی بجلی کو ندی۔ مینہ برسا۔ تدبیریں کفار کی ان پر الٹ پڑیں۔

آئِنَ الْمَغْرِبِ کہنے سے بھی کام نہ چلا۔ قرآن کریم چونکہ ذوالمعارف ہے۔ لَا تَنْقُضِي عَجَابِيَّةَ اس کی شان حدیث شریف میں بیان ہوئی ہے۔ اس لئے یہ پیشگوئی اجتماعِ شمس و قمر کی گرہن کے ساتھ ہمارے اس زمانہ میں بھی مطابق دارِ قطنی جس میں لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلَقَ اللهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے۔ رمضان کے مہینہ میں 1894ء میں بڑی شان و شوکت سے مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقِ دعویٰ کی علامت میں پوری ہوئی۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر جس طرح بدر کے شکست خوردوں کو آئِنَ الْمَغْرِبِ کہنے نے فائدہ نہ دیا اسی طرح اس وقت کے مخالفوں کو باوجود حدیث شریف کی فعلی شہادت کے ضعفِ حدیث کو اپنا فرضی مفتر قرار دینا پڑا۔“

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 270-271)

سورج گرہن سے سبق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”سورج گرہن کو دیکھ کر یہ فائدہ اٹھانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو سورج بھی کہا ہے اور قمر بھی کہا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ ظاہر سے باطن کی طرف جائے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دیکھا کہ سورج کی روشنی جو دنیا کو پہنچتی ہے وہ رک گئی تو آپ گھبرا اٹھے کہ کہیں ہماری روشنی اور ہمارا فیضان اس طرح کم نہ ہو جائے اور رک نہ جائے۔ گھبراہٹ کے وقت دعا اور تضرع اور خیرات و صدقہ سے کام لینا چاہیے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا، تضرع، خیرات اور صدقہ سب سے کام لیا اور دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور آپ کی روشنی بلا انقطاع قیامت تک دنیا میں رہنے والی ہے۔ اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ سے اس کی تجدید ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔“

فرمایا۔ کسوف خسوف خدا تعالیٰ کے نشانات میں سے ہے جو بندوں کو دکھایا جاتا ہے اور سمجھایا جاتا ہے کہ بڑی بڑی روشن چیزیں جو ہیں ان کو بھی خدا تعالیٰ تاریک کر سکتا ہے۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 499)

آسمان میرے لئے تُو نے بنایا اک گواہ  
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

اسمعوا صوت السماء جاء المسيح جاء المسيح  
 نیز بشنو از زمیں آمد آمد امام کامگار  
 آسماں بارد نشاں الوقت می گوید زمیں  
 ایں دو شاہد ازپئے من نعرہ زن چوں بیقرار

(کمپوزر: تمثیل احمد)



﴿مشاہدات۔ 1099﴾

﴿13﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات و ارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)  
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔  
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر لوگ رمضان کی اہمیت کو سمجھ جائیں تو وہ یہ تمنا کرنے لگیں کہ پورا سال ہی رمضان ہو۔

(الجامع شعب الایمان، حدیث: 3361)

دوستو اب بھی کرو توبہ اگر کچھ عقل ہے  
ورنہ خود سمجھائے گا وہ یار سمجھانے کے دن

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

روزے کے فوائد بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ فرماتے ہیں:

”روزوں کا حکم بھوکا رہنے کے لیے نہیں۔ روزے میں جس قدر خوبیاں ہیں ان کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں مگر مختصر آج قرآن نے دو لفظوں میں بتایا ہے یہ ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ روزوں کا حکم دینے سے خدا کی یہ غرض نہیں کہ تم بھوکے مرو اور خدا تمہاری بھوک کی حالت کا تماشا دیکھے۔ اگر یہ غرض ہوتی تو وہ

تمہارے لئے کھانے پینے کے اس قدر افراط کے ساتھ سامان کیوں پیدا کرتا۔ اُس نے تمہارے کھانے اور پینے کی ہزار ہا چیزیں پیدا کی ہیں۔ پھر روزہ کا حکم دینے سے کیا مد نظر ہے۔ فرمایا کہ روزے کا حکم اسلئے ہے تاکہ تم ہلاکت سے بچ جاؤ۔ پس خدا تعالیٰ نے روزے اس لیے مقرر فرمائے ہیں تاکہ تم محفوظ ہو جاؤ لیکن باوجود اس کے لوگ سُستی کرتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 11 جون 1920ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ماہ رمضان کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”رمضان کا مہینہ اُن مقدس ایام کی یاد دلاتا ہے جن میں قرآن کریم جیسی کامل کتاب کا دنیا میں نزول ہوا۔ وہ مبارک دن۔ وہ دنیا کی سعادت کی ابتدا کے دن۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکت کے دروازے کھولنے والے دن جب دنیا کی گھناؤنی شکل اُس کے بد صورت چہرے اور اس کے اذیت پہنچانے والے اعمال سے تنگ آ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں جا کر اور دنیا سے منہ موڑ کر اور اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر صرف اپنے خدا کی یاد میں مصروف رہا کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ دنیا سے اس طرح بھاگ کر وہ اپنے فرض کو ادا کریں گے جسے ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ انہی تنہائی کی گھڑیوں میں انہی جدائی کے اوقات میں اور انہی غور و فکر کی ساعات میں رمضان کا مہینہ آپ پر آگیا اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے جو بیسیوس رمضان کو وہ جو دنیا کو چھوڑ کر علیحدگی میں چلا گیا تھا اُسے اُس کے پیدا کرنے والے، اُس کی تربیت کرنے والے، اُس کو تعلیم دینے والے اور اُس سے محبت کرنے والے خدا نے حکم دیا کہ جاؤ اور جا کر دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔... پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمضان ہی میں یہ آواز آئی اور رمضان ہی میں آپ نے غارِ حرا سے باہر نکل کر لوگوں کو یہ تعلیم سنائی شروع کی۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 391-392)

رمضان میں انسان کا خدا تعالیٰ سے بُعدِ مٹ جاتا ہے

رمضان المبارک کی عظمتوں اور فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان اور خدا تعالیٰ سے بُعدِ مٹ جاتا ہے۔ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کتنی ہی صدیاں ہمارے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گزر جائیں۔ کتنے ہی سال ہمیں اور ان کو آپس میں جُدا کرتے چلے جائیں۔ کتنے ہی دنوں کا فاصلہ ہم میں اور ان میں حائل ہوتا چلا جائے لیکن جس وقت رمضان کا مہینہ آتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان صدیوں اور سالوں کو اس مہینہ نے لپیٹ لپاٹ کر چھوٹا سا کر کے رکھ دیا ہے اور ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی قریب نہیں چونکہ قرآن خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس لئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام فاصلہ کو رمضان نے سمیٹ سماٹ کر ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب پہنچا دیا ہے۔ وہ بُعدِ جو ایک انسان کو خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے وہ بُعدِ جو ایک مخلوق کو اپنے خالق سے ہوتا ہے وہ بُعدِ جو ایک کمزور اور نالائق ہستی کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا سے ہوتا ہے وہ یوں سمٹ جاتا ہے وہ یوں مٹ جاتا ہے وہ یوں غائب ہو جاتا ہے جیسے سورج کی کرنوں سے رات کا اندھیرا۔ یہی وہ حالت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ۔ جب رمضان کا مہینہ آئے اور میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں کہ میں انہیں کس طرح مل سکتا ہوں تو تو انہیں کہہ دے کہ رمضان اور خدا میں کوئی فرق نہیں۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں خدا اپنے بندوں کے لئے ظاہر ہوا۔ اور اُس نے چاہا کہ پھر اپنے بندوں کو اپنے پاس کھینچ کر لے آئے۔ اس کلام کے ذریعہ جو جبل اللہ ہے جو خدا کا وہ رستہ ہے جس کا ایک سر خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا مخلوق کے ہاتھ میں اب یہ بندوں کا کام ہے کہ وہ اس رستہ پر چڑھ کر خدا تک پہنچ جائیں۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 393-394)

روزے صرف روحانی فائدہ ہی نہیں بلکہ جسمانی فائدہ بھی دیتے ہیں

سما معین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر دو فوائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آجکل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا ضعف آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہو جاتے ہیں اور ان سے بیماری یا موت پیدا ہوتی ہے۔ بعض نادان تو اس خیال میں اس حد ترقی کر گئے ہیں کہ کہتے ہیں جس دن ہم زائد مواد کو فنا کرنے میں کامیاب ہو گئے اس دن موت بھی دنیا سے اٹھ جائے گی۔ یہ خیال اگرچہ احمقانہ ہے تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تھکان اور کمزوری وغیرہ جسم میں زائد مواد جمع ہونے ہی سے پیدا ہوتی ہے اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ صحت کی حالت میں جب روزے رکھے جائیں تو دوران رمضان میں بے شک کچھ کوفت محسوس ہوتی ہے مگر رمضان کے بعد جسم میں ایک نئی قوت اور تروتازگی کا احساس ہونے لگتا ہے... مگر روحانی لحاظ سے اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جو لوگ روزے رکھتے ہیں خدا تعالیٰ ان کی حفاظت کا وعدہ کرتا ہے۔ اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد خدا تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور ان کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔ پس روزے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والی چیز ہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 375)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ بیان فرماتے ہیں:

”رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص برکات اور خاص رحمتیں لے کر آتا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام اور احسان کے دروازے ہر وقت ہی کھلے رہتے ہیں اور انسان جب چاہے ان سے حصہ لے سکتا ہے صرف مانگنے کی دیر ہوتی ہے ورنہ اس کی طرف سے دینے میں دیر نہیں لگتی کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ ہاں بندہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر بعض دفعہ دوسروں کے دروازے پر چلا جاتا ہے... سو اس رحیم و کریم ہستی سے تعلق پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہر گھڑی رمضان کی گھڑی ہو سکتی ہے اور ہر لمحہ قبولیت دعا کا لمحہ بن سکتا ہے۔ اگر دیر ہوتی ہے تو بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی اس کے احسانات میں سے ہی ہے کہ اُس نے رمضان کا ایک مہینہ مقرر کر دیا تاکہ وہ لوگ جو خود نہیں اٹھ سکتے ان کو ایک نظام کے ماتحت اٹھنے کی عادت ہو جائے اور ان کی غفلتیں اُن کی ہلاکت کا موجب نہ ہوں۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 382-383)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کبیر میں بیان کرتے ہیں:

”پھر فرماتا ہے یُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ یعنی ہم نے رمضان میں روزے اس لئے مقرر کیے ہیں کہ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ تم ایمان لاؤ اور پھر اپنی زندگی تنگیوں میں بسر کرو۔ حالانکہ بظاہر یہ دکھائی دیتا ہے کہ ان دنوں مومنوں کو اپنے نفس پر زیادہ تنگی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ درحقیقت اس آیت میں ایک عظیم الشان نکتہ بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے لئے بھوکا رہنا دین کے لئے قربانیاں کرنا انسان کے لئے کسی نقصان کا موجب نہیں بلکہ سراسر فائدے کا باعث ہوتا ہے۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ رمضان میں انسان بھوکا رہتا ہے وہ قرآن کریم کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھوکے تھے ہم نے رمضان مقرر کیا تم روٹی کھاؤ۔ پس معلوم ہوا کہ روٹی وہی ہے جو خدا تعالیٰ کھلاتا ہے اور اصلی زندگی اسی سے وابستہ ہے کہ انسان خدا کے لئے قربانی کرے اور پھر جو کچھ ملے اسے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوا کھائے... دیکھو! کیسے لطیف پیرائے میں بتایا کہ جب تک خدا کے لئے تکالیف اور مصائب برداشت نہ کرو تم سہولت حاصل نہیں کر سکتے۔ اس سے ان لوگوں کے خیال کا بھی ابطال ہو جاتا ہے جو بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان کو موٹے ہونے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگوں کے لئے تو رمضان ایسا ہی ہوتا ہے جیسے گھوڑے کے لئے خوید۔ وہ ان دنوں میں خوب گھی، مٹھائیاں اور مرغنن غذا یہ کھاتے ہیں اور اسی طرح موٹے ہو کر نکلتے ہیں جس طرح خوید کے بعد گھوڑا۔ یہ چیز بھی رمضان کی برکت کو کم کرنے والی ہے۔ اسی طرح افطاری میں تنوع اور سحری میں تکلفات بھی نہیں ہونے چاہئیں اور یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ سارا دن بھوکے رہے ہیں آپ پُر خوری کر لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ افطاری کے لئے کوئی تکلفات نہ کرتے تھے۔ کوئی کھجور سے، کوئی نمک سے، بعض پانی سے اور بعض روٹی سے افطار کر لیتے تھے۔ ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اس طریق کو پھر جاری کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے نمونہ کو زندہ کریں۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 394-395)

پاک چیزیں کھانے سے پاک جسم تیار ہوتا ہے۔

”رمضان میں چونکہ جسم عبادت سے تیار ہو گا اس لئے جو اعمال صادر ہونگے وہ بھی مطہر اور پاک ہونگے پہلے تو جسم سے روح بنتی تھی مگر اب روح سے جسم تیار ہوتا ہے جو بقیہ گیرا مہینہ کام آتا ہے درحقیقت ایسا انسان اس حد میں آجاتا ہے جس کا کھانا پینا خدا کے حکم سے ہوتا ہے اس کی شہوت بھی جو جسم کا حصہ ہے عبادت بن جاتی ہے اس کا کھانا پینا بھی عبادت ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا جسم عبادت سے تیار ہوتا ہے اور اس جسم سے عبادت ہی صادر ہوگی۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

گندم از گندم بروید جو جو

یہ خاص طریق روزے سے تقویٰ حاصل کرنے کا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 مئی 1922ء)

رمضان کا مہینہ دُعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”رمضان کے مہینہ میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو دعا کی قبولیت کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس مہینہ میں مسلمانوں میں ایک بہت بڑی جماعت ایسی ہوتی ہے جو راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے۔ پھر سحری کے لئے سب کو اُٹھنا پڑتا ہے اور اس طرح ہر ایک کو کچھ نہ کچھ عبادت کا موقع مل جاتا ہے۔ اس وقت لاکھوں انسانوں کی دُعاؤں کی دعا اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچتی ہیں تو خدا تعالیٰ ان کو رد نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں قبول فرماتا ہے۔ اس وقت مومنوں کی جماعت ایک کرب کی حالت میں ہوتی ہے پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان کی دُعا قبول نہ ہو؟ درد اور کرب کی حالت کی دعا ضرور سنی جاتی ہے جیسے یونسؑ کی قوم کی حالت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور ان سے عذاب مٹ گیا اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ سب اکٹھے ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھک گئے تھے۔ (یونس: 19)

پس رمضان کا مہینہ دُعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے یہی وہ مہینہ ہے جس میں دُعا کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنیہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ

مل سکے تو اور کب مل سکے گا؟“

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 212)

رمضان میں دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”میں نہیں جانتا کہ ہماری جماعت کے دوستوں نے رمضان میں دعاؤں سے کیا فائدہ اٹھایا۔ لیکن جنہوں نے خاص توجہ اور پورے وثوق اور یقین کے ساتھ دعائیں کی ہیں وہ دیکھیں گے کہ ان کے اقرباء کے لئے ان کے دوستوں کے لئے اور ان کے اپنے لئے ان کا کیسا اثر ہوا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جیسا کہ میں پچھلے جمعہ کے خطبہ میں بتا چکا ہوں۔ اس سال رمضان میں پہلے سالوں کی نسبت دعاؤں کی زیادہ توفیق اور موقع دیا ہے اور چند دنوں سے دعاؤں کے نتائج بھی نکلنے شروع ہو گئے ہیں.... گور رمضان ختم ہوتا ہے۔ لیکن میں اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ مومن کے لئے ہمیشہ رمضان ہے۔ وہ جس وقت بھی دعائیں کرتا ہے اس کی دعائیں سنی جاتی ہیں۔ کیونکہ دعاؤں کی قبولیت رمضان کے مہینہ تک ہی محدود نہیں بلکہ مومن کے لئے تمام سال رمضان ہے اور ہر وقت رمضان کی طرح اس کی دعائیں خدا مستجاب ہے.... جس طرح وہ رمضان میں دعائیں سنتا ہے اسی طرح ہر روز سنتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس قابل بنائے کہ ہر دن اُس کے لئے رمضان کا دن ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ رمضان کی کوئی خاص برکت نہیں۔ بے شک اس کا بھی بہت بڑا فائدہ ہے۔ اگر رمضان کے دنوں کی دعاؤں میں تم کوئی لذت محسوس کرو تو سمجھ لو کہ ہر روز تمہارے لئے رمضان ہو سکتا ہے اور اگر رمضان کے آخری عشرہ میں کوئی لذت محسوس کرو تو جان لو کہ ہر ایک دن تمہارے لئے آخری عشرہ بن سکتا ہے۔ یہ دن بطور نمونہ کے ہوتے ہیں تاکہ اس نمونہ سے لذت حاصل کر کے باقی تمام دنوں میں لذت کو محسوس کیا جائے۔“

(الفضل 7/ مئی 1925ء)

سامعین! اکثر لوگ روزے کے معاملے میں یا تو بہت زیادہ سختی کرتے ہیں یا بہت زیادہ غفلت برتتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

”بعض لوگ تو روزوں کے معاملہ میں افراط کی طرف گئے ہیں اور بعض تفریط کی طرف۔

جو لوگ افراط کی طرف گئے ہیں انہوں نے تو یہاں تک ترقی کی ہے کہ دودھ پینے بچوں کو بھی روزے رکھوا دیئے اور ان کو دودھ نہیں پینے دیا۔ حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔ ایک دفعہ اخبار میں پڑھا تھا کہ گرمی

کے دنوں میں ایک لڑکی کو اس کے والدین نے روزہ رکھوا دیا۔ جب گرمی کی شدت ہوئی تو وہ لڑکی تڑپنے لگی۔ ماں باپ نے اس کے ہاتھ پاؤں پکڑ لیے کہ کہیں جا کر پانی نہ پی لے اور وہ ساتھ ساتھ روتے بھی جاتے۔ آخر لڑکی زور کر کے گھڑوں کی طرف گئی اور ان پر گر کر مر گئی۔

تو جنہوں نے افراط کی انہوں نے تو یہاں تک کی اور جو تفریط کی طرف گئے ہیں وہ اچھے خاصے موٹے بٹے کٹے ہوتے ہیں مگر روزہ نہیں رکھتے۔

جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ تکلیف ہوتی ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم کب کہتے ہیں روزے اس لیے آتے ہیں کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ روزے تو آتے ہی اس لیے ہیں کہ تکلیف دی جائے اور وہ تکلیف بھی جو دی جاتی ہے اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ دیکھو ایک شخص کو بخار ہو تو اس کو کوئین دی جاتی ہے اور جب کوئین کھائی جائے گی تو منہ ضرور کڑوا ہو گا لیکن کوئین اس لیے نہیں کھائی جاتی کہ کھانے والے کا منہ کڑوا ہو یا منہ ضرور کڑوا ہو گا مگر بخار بھی اتر جائے گا۔ اسی طرح ڈاکٹر اس لیے نشتر نہیں لگاتا کہ مریض کو ڈکھ دے بلکہ اس کی یہ غرض ہوتی ہے کہ آرام ہو لیکن نشتر سے ڈکھ پہنچنا ضروری ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح روزوں کی غرض یہ نہیں کہ تمہیں ڈکھ دیا جائے لیکن اس میں شک نہیں کہ روزوں سے تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ جو روزہ اس لیے نہیں رکھتا کہ تکلیف ہوتی ہے وہ گویا علاج سے بچنا چاہتا ہے۔ یادہ جو روزہ اس طرح رکھتا ہے کہ اپنی زندگی کو ختم کر دے۔ یہ دونوں تفریط اور افراط کی راہ کو اختیار کرتے ہیں اور نادانی کرتے ہیں۔

جو اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے وہ شریعت کا روزہ نہیں رکھتا اور جو بھوک یا پیاس کے ڈر سے روزہ ترک کرتا ہے وہ بھی شریعت کے منشاء کو پورا نہیں کرتا۔“

(خطبہ جمعہ 11 جون 1920ء)

فرمایا:

”افسوس ہے کہ افراط سے نکل کر کچھ لوگ تفریط کی طرف چلے گئے ہیں۔ معمولی عذر پر روزہ ترک کر دیتے ہیں خصوصاً عورتیں معمولی معمولی عذرات پر روزے چھوڑ دیتی ہیں۔“

پھر جو شخص روزہ رکھتا اور لوگوں کے سامنے کھاتا پیتا ہے تو یہ زیادہ گنہگار ہے کیونکہ اس کے اس عمل سے لوگوں کو ترکِ روزہ کی تحریک ہوتی ہے۔ اگر کوئی چوری کرتا ہے تو وہ چھپاتا ہے کہ پکڑا نہ جائے لیکن جو روزہ ترک کرتا ہے اور دوسروں کے سامنے کھاتا پیتا ہے وہ دوسروں کو تحریک کرتا ہے کہ روزہ چھوڑ دیں۔ ایسا آدمی شعاۃ اللہ کی ہتک کرتا ہے۔ پس ایسے گناہ جو دوسروں کو نظر آتے اور دوسروں کے لئے تحریک کا موجب ہوتے ہیں زیادہ سزا کے مستوجب ہوتے ہیں جو لوگ شریعت کے احکام کو اس طرح ٹالتے ہیں وہ گویا ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام ساری دنیا اور سب زمانوں کے لئے نہیں اور یہ اسلام پر ایسا حملہ ہے جس کا گناہ بہت بڑا گناہ ہے۔

یہ زمانہ روحانی ترقیات کا ہے اور روحانی ترقیات میں روزے ضروری ہیں۔ اس لئے ان کو مت چھوڑو۔“

(خطبہ جمعہ 11 جون 1920ء)

سامعین! رمضان کے مہینے سے ہمیں جو سبق اللہ تعالیٰ دینا چاہتا ہے اُس کے بارے میں حضور نے فرمایا:

”رمضان کے مہینے میں بہت سی برکات اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اور اس میں بہت سے سبق دیئے ہیں۔ ان اسباق میں ایک تو یہی ہے جس کی طرف آج میں آپ لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ انسان دوسرے کی تکلیف اسی وقت سمجھ سکتا ہے جب وہ خود مبتلا ہو۔ ایک آدمی جو کبھی بیمار نہ ہو اُس کو دوسرے کی بیماری سمجھنا بہت مشکل ہے۔ ایک آدمی جس نے کوئی موت نہ دیکھی ہو اُس کو اُس گھرانے کی مصیبت کو سمجھنا بہت مشکل ہے جس پر موت آگئی ہو۔ وہ شخص جس نے غم نہ دیکھا ہو اُس کے لئے دوسروں کے غم کا اندازہ کرنا آسان نہیں۔ بیماری کی تکلیف کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے بیماری اٹھائی ہو۔ غم کو وہی جان سکتا ہے جو غم میں مبتلا ہو اہو۔ دوسرے کی موت سے وہی تکلیف محسوس کر سکتا ہے جس کے عزیزوں میں کبھی موت اس کے سامنے آئی ہو۔

اسی طرح جس نے کبھی نہ دیکھا ہو کہ بھوک کیا ہے وہ نہیں سمجھ سکتا کہ بھوک انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ چونکہ وہ اپنے بندوں کے دلوں میں احساس پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق کن ابتلاؤں سے گزر رہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی بیماری جماعتوں کو آزما تا ہے۔ چنانچہ پہلے ہی پارہ میں آزما نشیں بیان فرماتا ہے کہ مالی آزمائشیں بھی آتی ہیں، جانی بھی، بھوک بھی اپنا کام کرتی ہے اور اور

قسم کی آزمائشیں بھی آتی ہیں۔ لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ آزمائش کی غرض کیا ہوتی ہے؟ وہ سمجھ لیں کہ آزمائشوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ان لوگوں میں ہمدردی پیدا ہو۔ اللہ کے بندے بھوک سے گزارے جاتے ہیں۔ موت اور قلت مال سے گزارے جاتے ہیں، بیماریوں کے دروازوں سے گزارے جاتے ہیں۔ خدا کے بندے ان تنگ دروازوں سے اس لئے نہیں گزارے جاتے کہ وہ ہلاک کئے جائیں بلکہ اس لئے کہ مخلوق خدا کی حالت سے انہیں ہمدردی پیدا ہو....

رمضان بھی ابتلاؤں میں سے ایک ابتلاء ہے۔ بڑے بڑے امیر آدمی جن کے پاس ہزاروں ہی نعمتیں ہوتی ہیں جب رمضان کا مہینہ آتا ہے باوجود تمام قسم کی نعمتیں اور عمدہ سے عمدہ کھانے اور اعلیٰ درجہ کے مسالے بھی ہوتے ہیں، بھوک بھی سخت ہوتی ہے۔ مگر خدا کے حکم کے ماتحت سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر ان کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی مخلوق کی کیا حالت ہے۔

رمضان ایک سبق ہے کہ تا وہ سمجھیں کہ جن کو بھوک ہوتی ہے اور جو پیاسے ہوتے ہیں ان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان کی بھوک اور پیاس کے دور کرنے کی کوشش کریں۔ ان کے دلوں میں ہمدردی کا جوش پیدا ہو۔“

(خطبہ جمعہ 13 جولائی 1917ء)

فرمایا:

”وہ شخص جو شریعت کے احکام کو ٹلانا چاہتا ہے ہلاکت کو بلا تا ہے اور گنہگار ہوتا ہے۔ گرمی کی شدت کے باعث جو روزہ چھوڑتا ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ جہنم کی آگ کی گرمی اس سے بہت زیادہ تیز ہے۔ جب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جہاد سے بچنے کے لئے گرمی کا بہانہ تلاش کیا تو خدا نے فرمایا کہ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا (التوبة: 81) یہ گرمیاں اتنی گرم نہیں جتنی نارِ جہنم تیز گرم ہے۔ یہ دُنیا کی گرمیاں اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

پس میں اپنی جماعت کو خاص نصیحت کرتا ہوں اور عورتوں کو خصوصاً اور مردوں میں سے ان کو جو حضرت صاحب کے ان احکام کو دیکھتے ہیں جو آپ نے افراط کو توڑنے کے لئے دیئے۔ لوگوں نے روزوں کی غرض کو ضائع کر دیا تھا۔ جب انہوں نے اس طرح روزے رکھنے شروع کر دیئے کہ جان نکل جائے مگر روزہ نہ

جائے تو روزہ چونکہ انسان کی ہلاکت کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ لوگوں کی نجات کا موجب اور زندگی کا باعث ہو۔

اس لئے اس افراط کے خلاف حضرت اقدس نے فرمایا ہے جو کچھ فرمایا اگر حضرت صاحب کا یہ منشاء ہوتا کہ یونہی عذر پر روزہ ترک کر دینا چاہئے تو آپ اُس پر عمل بھی کرتے۔ آپ نے 74 سال کی عمر پائی۔ اخیر عمر کے دنوں میں بوجہ بیماریوں کی کثرت کے آپ کے روزوں میں کمی آئی ورنہ آپ کے روزے نہیں جاتے تھے اور آپ کی غذا اس قدر کم ہوتی تھی کہ دوسرا آدمی دن بھر اُس پر گزارہ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ آپ کی تعلیم کا یہ منشاء ہوتا تو جتنا کام آپ کو اکیلے کرنا پڑتا تھا اور اکیلے آپ کو ساری دُنیا کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ آپ روزے نہ رکھتے لیکن باوجود اس شدتِ کار اور اس کمزور صحت کے آپ روزے رکھتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ آپ کے روزے نہ جائیں۔“

(خطبہ جمعہ 11 جون 1920ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کو حقیقی رنگ میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)



﴿مشاہدات-1100﴾

﴿14﴾

## ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

شَهْرٌ مَمَّصَانَ الذِّمَىٰ أَنْزَلَ فِيهِ الْقُرْآنَ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۚ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرہ: 186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو اُس میں میں کیا دعا مانگوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ تم یوں دعا کرنا اے میرے خدا تو بخشنے والا ہے۔ بخشش کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔

(ترمذی۔ کتاب الدعوات)

ہاں ہاں نگاہِ رحم ذرا اس طرف بھی ہو  
بحرِ گنہ میں ڈوب رہا ہوں بچا مجھے

سامعین کرام! ہمیں! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

روزہ دار کا خدا خود مستکفل ہوتا ہے

حضورؐ نے فرمایا:

”جب روزہ دار خدا تعالیٰ کے لئے اپنے رزق کو چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کا مستکفل ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کا فرض ہے۔ خدا تعالیٰ کے لئے فرض کا لفظ تو نہیں بولا جاسکتا۔ مگر فرض اس لئے کہتے ہیں کہ خود اس نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ کہ وہ اس کو رزق دیتا ہے۔ اور اس سے بہتر دیتا ہے جو کہ انسان اس کی خاطر چھوڑتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ آتا ہے۔ وَإِذَا حُيِّئْتُمْ بِهِ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا (النساء: 87) انسان جب خدا کے لئے جسمانی رزق ترک کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے لئے روحانی رزق مہیا فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روحانیت میں ترقی کرنے اور خدا سے شرف مکالمہ پانے کے لئے روزے ضروری ہوئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی سے پہلے روزے رکھے۔ (بخاری کیف کان بدء الوحي الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی چھ ماہ تک رکھے۔ پس اس طرح روزے سے روحانیت اور تقویٰ میں ترقی ہوتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 / مئی 1922ء)

روزہ کا ثواب ہے

فرمایا:

”روزہ کا ثواب ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار کا اجر میں ہی ہوں۔ (مسلم کتاب الصوم فضل الصیام و بخاری کتاب الصوم) پھر اور بہت سے فوائد ہیں، انسان بہت سی ہلاکتوں اور تکلیفوں سے بچ جاتا ہے۔

پس یہ مہینہ خدا کے فضلوں کا مہینہ ہے اس سے جس قدر ہو سکے فائدہ اٹھا لو۔ جس طرح بہت سے ایسے انسان ہیں جن کو یہ رمضان دیکھنا نصیب نہیں ہوا اسی طرح بہت ایسے ہوں گے جنہیں اگلار رمضان دیکھنا

نصیب نہ ہو گا اور کون جانتا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنہوں نے نہیں دیکھا اس لئے ہر ایک کو اس رمضان میں خیر حاصل کرنے کی خوب کوشش کرنی چاہیے۔“

فرمایا:

”اور یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی ہوتی ہے کہ وہ کسی کو نیکی کے کرنے کا موقع دیتا ہے۔ بہت سے لوگ تھے جو اس جگہ بیٹھے ہوئے لوگوں سے طاقتور اور قوی تھے۔ مگر گزشتہ رمضان کے بعد اور اس رمضان سے پہلے دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اس رمضان میں انہیں نیکی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ پھر بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو باوجود یہ کہ زندہ ہیں لیکن اس مہینہ سے فائدہ اٹھانے کا انہیں موقع ہی نہیں ملا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان پر اس بات کی حقیقت ہی نہیں کھلی کہ خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ پھر بہت سے ایسے ہیں جو قسم قسم کی بیماریوں کی وجہ سے رمضان کے مہینہ سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے جو تندرست اٹھاتے ہیں۔“

پس وہ لوگ جن پر خدا تعالیٰ نے فضل کیا ہے کہ اول تو انہیں مسلمان بنایا۔ دوسرے اتنی سمجھ دی کہ روزہ کی غرض کو سمجھیں۔ تیسرے اتنی صحت دی کہ روزہ رکھ سکیں جو تھے اتنی عمر دی کہ ایک اور رمضان کی برکات حاصل کر سکیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر کرنا واجب ہے۔

یہ مہینہ اپنے ساتھ بڑی بڑی برکتیں لایا کرتا ہے پہلی عظیم الشان برکت تو یہی ہے کہ جن لوگوں کو سستی اور کابلی کی وجہ سے سارا سال نماز تہجد نصیب نہیں ہوتی اس مہینہ میں نصیب ہو جاتی ہے اور وہ لوگ جو صبح کی نماز سورج چڑھنے کے قریب پڑھتے ہیں، ان کو بھی موقع مل جاتا ہے کہ رات کے وقت خدا تعالیٰ کی عبادت کریں اور تہجد پڑھیں۔ چونکہ سب لوگ سحری کو اٹھتے ہیں اس لئے سست آدمی بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، یوں اگر انہیں اٹھایا جائے تو کئی بہانے کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ شور و غل میں نیند پورے طور پر نہیں آتی۔ رمضان کے مہینہ میں چونکہ عام طور پر لوگ اٹھتے ہیں اس لئے کابل بھی اٹھ بیٹھتے ہیں اور تہجد پڑھنے کا انہیں موقع مل جاتا ہے۔.... تہجد چونکہ فرض نہیں اس لئے اس کے پڑھنے میں سستی کی جاتی ہے۔ روزہ چونکہ فرض ہے اس لئے اس کے لئے سحری کو اٹھنا پڑتا ہے اور ساتھ ہی نفل پڑھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ اور یہ ثواب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 16 جولائی 1915ء)

## سحری کے وقت کا تعین

حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ كَلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرة: 188) یعنی رمضان کے ایام میں سحری کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر نہ آنے لگے۔ مگر پنجاب میں بہت سے زمیندار رمضان کی راتوں میں سفید اور سیاہ تاگا اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور چونکہ تاگا اچھی روشنی میں ہی نظر آتا ہے اس لئے وہ اس وقت تک خوب کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ جب تک انہیں سیاہ اور سفید تاگا الگ الگ نظر نہ آنے لگے۔ اسی طرح تشبیہ اور استعارہ کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں اگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر آجائے تو بعض لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ بھی نعوذ باللہ اسی طرح گوشت پوست کا ہے جس طرح ہمارا ہے۔ اور اگر انہیں کہا جائے کہ ہاتھ سے مراد خدا تعالیٰ کی طاقت ہے تو وہ کہیں گے کہ تم تاویلیں کرتے ہو۔ جب خدا نے ہاتھ کا لفظ استعمال کیا ہے تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم اس کی تاویل کرو۔ یا خدا تعالیٰ کے متعلق اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ کے الفاظ پڑھ لیں تو جب تک وہ خدا تعالیٰ کو ایک سنگ مرمر کے تخت پر بیٹھا ہوا تسلیم نہ کریں انہیں چین ہی نہیں آئے گا۔ حالانکہ دنیا کی ہر زبان میں تشبیہ اور استعارہ کا استعمال موجود ہے..... غرض جس طرح دنیا کی ہر زبان میں مجاز اور استعارات کا استعمال پایا جاتا ہے اسی طرح الہامی کتابیں بھی ان استعارات کو استعمال کرتی ہیں۔ مگر وہ لوگ جو استعارہ اور مجاز کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ انہیں ظاہر پر محمول کر لیتے ہیں اور اس طرح خود بھی ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 55-56، ایڈیشن 2023ء)

سحری کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ فرماتے ہیں:

”انسان کا روزوں میں سحری کھانا بھی ثواب میں داخل ہوتا ہے۔ کیونکہ سحری کا وقت اصل میں کھانے کا نہیں۔ نفس نہیں چاہتا کہ اس وقت اٹھے اور کھانا کھائے۔ وجہ یہ کہ کھانا کھانے کا وہ وقت نہیں ہوتا۔ لیکن انسان خدا کے حکم کے مطابق اٹھتا ہے اور کھانا کھاتا ہے۔ اس لئے اس کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ پھر اس کا

دل چاہتا ہے کہ دن میں کھائے۔ مگر اس کو کہا جاتا ہے کہ اس وقت مت کھاؤ۔ اور شام کے وقت کھانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کا بھی اس کو ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ اگر شام کا کھانا وہ اپنی مرضی سے کھاتا تو وہ اس وقت سے پہلے بھوک لگنے پر کسی وقت کھا لیتا۔ مگر اس نے خدا کے حکم کے مطابق اس کھانے کے وقت کو پیچھے کر دیا اس لئے اس کو ثواب ملتا ہے۔ پس روزوں میں دونوں وقت کے کھانوں میں ثواب ملتا ہے۔

کیونکہ جس وقت یہ کھانا نہیں چاہتا اس کو کھانے کا حکم دیا جاتا ہے اور جس وقت سے پہلے کھانے کی خواہش اس کے دل میں ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے ابھی نہیں۔ اس کے بعد کھانا۔ پھر جماع چونکہ دن کے وقت روزے کی حالت میں اس پر حرام ہوتا ہے اور رات کو اس کو اجازت ملتی ہے۔ وہ بھی عبادت ہو جاتا ہے گویا ان دنوں میں انسان کا ہر فعل عبادت ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے **كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا** (المومنون: 52) طیبات کھاؤ تاکہ صالح اعمال بجلاؤ۔ سور کا کھانا کیوں حرام ہے اس لئے کہ سور کے کھانے سے سور کے سے اعمال کی عادت ہوتی ہے اور پاک چیزیں کھانے سے پاک جسم تیار ہوتا ہے۔ رمضان میں چونکہ جسم عبادت سے تیار ہو گا اس لئے جو اعمال صادر ہونگے وہ بھی مطہر اور پاک ہونگے پہلے تو جسم سے روح بنتی تھی مگر اب روح سے جسم تیار ہوتا ہے جو بقیہ گیارہ مہینہ کام آتا ہے درحقیقت ایسا انسان اس حد میں آجاتا ہے جس کا کھانا پینا خدا کے حکم سے ہوتا ہے اس کی شہوت بھی جو جسم کا حصہ ہے عبادت بن جاتی ہے اس کا کھانا پینا بھی عبادت ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا جسم عبادت سے تیار ہوتا ہے اور اس جسم سے عبادت ہی صادر ہوگی۔“

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

آپؐ فرماتے ہیں:

”رمضان کے دنوں میں انسان سحری کے لئے اٹھتا ہے اور اس طرح عبادت کا موقع ملتا ہے اور اس وقت تہجد پڑھتا ہے اور تہجد نفس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ اگرچہ رمضان میں اٹھتا تو کھانا کھانے کے لئے ہے لیکن اس کو شرم آجاتی ہے کہ جب اٹھا ہوں اور وقت بھی ہے تو کیوں تہجد نہ پڑھوں اور جب پڑھتا ہے تو اسے روحانیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ تہجد نفسانیت کے توڑنے اور اس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً** (المزل: 7) رات کا اٹھنا بہت سخت ہے اور نفس

کے کچلنے اور اصلاح کرنے کے لئے بڑا ہتھیار ہے پس جب انسان کھانا کھانے کے لئے اٹھتا ہے تو تہجد بھی پڑھتا ہے جو ”اَشَدُّ وَطْأً“ ہے اور نفس کی اصلاح کے لئے ہتھیار ہے اور یہ ایک مہینہ کی مشق سارے سال میں کام آتی ہے۔ جیسا کہ پہاڑ پر ایک دو مہینہ رہنا باقی سال کے لئے مفید ہوتا ہے۔ یا کمزوری صحت کو دور کر دیتا ہے اور اس ایک مہینہ میں جسم کو بہت فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان میں ایک مہینہ تہجد پڑھنا مفید ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 / مئی 1922ء)

### سحری اور افطاری میں اعتدال

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اسی طرح افطاری میں تنوع اور سحری میں تکلفات بھی نہیں ہونے چاہئیں اور یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ سارا دن بھوکے رہے ہیں اب پُر خوری کر لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ افطاری کے لئے کوئی تکلفات نہ کرتے تھے۔ کوئی کھجور سے، کوئی نمک سے، بعض پانی سے اور بعض روٹی سے افطار کر لیتے تھے۔ ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اس طریق کو پھر جاری کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے نمونہ کو زندہ کریں۔“

(تفسیر کبیر۔ سورۃ البقرہ زیر آیت 186)

سامعین! رمضان کا ایک مقصد غریبوں کا احساس بھی کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ فرماتے ہیں:

”بات یہ ہے کہ جسے کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو اسے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ امراء چونکہ ان حالات میں سے نہیں گزرتے جن سے غرباء کو گزرنا پڑتا ہے۔ اس لیے انہیں ان کی تکالیف کا احساس نہیں ہوتا۔ مثلاً امیروں کو بھوک کی شکایت نہیں ہوتی۔ ان کو اگر شکایت ہوتی ہے تو بد ہضمی کی ہوتی ہے اور ان کو معدہ کی طاقت کی دوائیں استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اگر نوکر سے ایک منٹ کھانا لانے میں دیر ہو تو خفا ہوتے ہیں اور اگر کہا جائے کہ وہ روٹی کھا رہا ہے تو کہتے ہیں کہ کیا وہ مرنے لگا تھا۔ پھر کھا لیتا۔ وہ سارا سارا دن کام کراتے ہیں اور روٹی کے لیے کہتے ہیں پھر کھا لیتا۔ کیونکہ ان کو بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کو

غریبوں کے احساسات کا پتہ نہیں ہوتا۔ غریبوں کو رات رات جگاتے ہیں مگر ان کو اس تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کو کوئی خبر نہیں ہوتی کہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو کھانا نہیں ملتا مگر جب امراء کو رمضان میں کہا جاتا ہے کہ رات کو جاگیں اور ان کو سحری کے لئے جاگنا پڑتا ہے اور ان کے آرام میں خلل آتا ہے تب ان کو دوسرے کے جاگنے کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ وہ کھانا کھاتے ہیں مگر ان کے کھانے کو دو وقت میں مقید کر دیا جاتا ہے کہ صبح سحری کے وقت اور بعد افطار۔ وہ اس وقت کو اس خیال سے کاٹتے ہیں کہ کھانے کے لئے تیار چیزیں ملیں گی اور وہ صبح کو پراٹھے کھاتے ہیں۔ لیکن غریب جس کو کوئی توقع نہیں ہوتی کہ آج اس کو ملے گا بھی یا نہیں اس کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ امیر سمجھتا ہے کہ ہم گھڑیاں گنتے ہیں کہ کب مؤذن اذان کہے اور ہم کھانا کھائیں۔ لیکن غریب کی حالت یہ ہے کہ اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ابھی کتنی راتیں اور کتنے دن اسی طرح گزارنے ہیں۔ پھر اگر کوئی بیمار ہو تو روزہ نہیں رکھتا۔ مگر غریب کو اپنی بیماری یا بچوں کی بیماری میں جہاں فاقہ کشی کی تکلیف ہوتی ہے وہاں دوائی کے لئے بھی پاس کچھ نہیں ہوتا۔ اگر غریب بیمار ہو اور ڈاکٹر اپنے فرض کے مطابق اس کو کہے کہ دودھ پیو تو وہ شرمندہ ہو کر گردن جھکا لے گا کہ مجھے تو روٹی بھی نہیں ملتی دودھ کہاں سے لاؤں۔ ڈاکٹر اس کو چاول بتائے گا مگر اس کے گھر تو آٹا بھی نہیں ہو گا۔ پھر امیر کا روزہ اسی کا روزہ ہے مگر غریب کی بھوک میں اس کے بال بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔ امیر خود نہیں کھاتا لیکن اس کے بال بچے کھاتے پیتے ہیں۔ اس لئے امیر کی تکلیف اس کے اپنے جسم تک محدود ہے مگر غریب کی تکلیف اس کے جسم سے گزر کر اس کی روح تک اثر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھ اپنے ننھے بچوں کو بھی بھوکا دیکھ کر ایک اور تکلیف اٹھاتا ہے پھر امیر کے لئے بھوک کے مٹانے کا ہر لمحہ قریب آ رہا ہوتا ہے لیکن غریب کے لئے کھانا ملنے کا وقت قریب آنے کی امید نہیں ہوتی۔ لیکن جب امیر خدا کے لئے روزے رکھتا ہے تو اسے غریبوں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور سخاوت کرتا ہے اور یہ سخاوت اس کو تقویٰ کی طرف لے جاتی ہے... تو روزہ سے ہر شخص میں اس کی حالت کے مطابق غرباء سے ہمدردی کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ انسان سمجھتا ہے کہ جب میں ایک مہینہ میں اس قدر تکلیف اٹھاتا ہوں اور مجھ کو اس قدر تکلیف ہوتی ہے تو جن لوگوں پر بارہ مہینہ یہی کیفیت گزرتی ہے ان پر

کیا حالت گزرتی ہوگی اور ان کی تکلیف کا کیا اندازہ ہوگا۔ پس رمضان میں بجیل کا بخل کم ہو جاتا اور جو بجیل نہ ہو اسے سخاوت کی عادت پڑتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

سامعین! رمضان دعاؤں کی قبولیت کا بھی مہینہ ہے۔ حضورؐ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”پھر رمضان کے دنوں میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ ایک تو تہجد کے ذریعہ عبادت زیادہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور تسبیح اور تہجد زیادہ کی جاتی ہے علاوہ اس کے زیادہ دعاؤں کا موقع ملتا ہے اور رمضان کو قبولیت دعا سے خاص تعلق بھی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ رمضان کے ذکر کے ساتھ فرماتا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي أَجِيبُهُ دَعْوَةً الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرہ: 187) میرے بندے جب میرے بارے میں سوال کریں تو ان سے کہو کہ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی دعا سنتا ہوں۔ چونکہ ان دنوں تمام عالم اسلامی دعاؤں میں مصروف ہوتا ہے۔ اس لیے دعائیں زیادہ سنی جاتی ہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس کام کو زیادہ لوگ مل کر کریں وہ عمدگی اور اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ پس ایک تو روزوں میں عبادت زیادہ کی جاتی ہے۔ دوسرے دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور اس سے روحانیت کے سلسلہ میں ترقی ہوتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

### اعتکاف

سامعین! رمضان المبارک میں تمام عبادات کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف اس کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مومن شہوات نفسانی اور لذات دنیوی سے قطع تعلق کر کے صرف خدا کی طرف اپنی توجہ رکھتا ہے اور عبادات اور دعاؤں میں شب و روز منہمک رہ کر خدا تعالیٰ کے فضلوں کا مورد بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ انہی دس راتوں میں لیلیۃ القدر کا بھی ذکر ہے۔

شَهْرٌ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ - أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے کئی معنی ہیں جن کی وجہ سے رمضان اور قرآن کا حسین تعلق اور بھی آشکار ہو جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ۔ اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اَوَّلُ اس جگہ فی تعلیلیہ ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس کے بارے میں قرآن کریم اُتارا گیا ہے یعنی رمضان المبارک کے روزوں کی اس قدر اہمیت ہے کہ ان کے بارے میں قرآن کریم میں خاص طور پر احکام نازل کیے گئے ہیں اور جس حکم کے بارے میں قرآنی وحی نازل ہو اس کے متعلق ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ کتنا اہم اور ضروری ہو گا۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ رمضان ایسا مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا چنانچہ حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہے کہ قرآن کریم کا نزول رمضان کے مہینہ میں شروع ہوا اور گو تاریخ کی تعیین میں اختلاف ہے لیکن محدثین عام طور پر 24/ تاریخ کی روایت کو مقدم بتاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ زر قانی دونوں نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ قرآن کریم رمضان کی 24/ تاریخ کو اُترنا شروع ہوا تھا۔

تیسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ رمضان میں پورا قرآن اُتارا گیا۔ جیسے احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اِنَّ جَبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاِنَّهُ عَارِضُنِي الْاَنَّ مَرَّتَيْنِ یعنی جبریل ہر سال رمضان کے مہینہ میں تمام قرآن کریم کا میرے ساتھ ایک دور کیا کرتے تھے، مگر اس سال انہوں نے دو دفعہ دور کیا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی قرآن نازل ہوا مگر رمضان المبارک کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں جس حد تک قرآن کریم نازل ہو چکا ہو تا تھا جبریل اس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر دور کیا کرتے تھے۔ گویا دوسرے الفاظ میں دوبارہ تمام قرآن کریم آپ پر نازل کیا جاتا۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 394-395)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”پس رمضان کلام الہی کو یاد کرانے کا مہینہ ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے اور اسی وجہ سے ہم بھی اس مہینہ میں درس قرآن کا

انتظام کرتے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کریں اور قرآن کریم کے معانی پر غور کیا کریں تاکہ ان کے اندر قربانی کی روح پیدا ہو جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔“

(تفسیر کبیر۔ سورۃ البقرہ زیر آیت 186)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ فرماتے ہیں:

”اور دعاؤں میں خصوصاً ایک رات کی دعا جو سال میں ایک دفعہ آتی ہے۔ بڑی قبولیت کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ سال میں رمضان کا آخری عشرہ ہے یعنی اعتکاف کے دنوں میں خصوصاً جو دعائیں کیجاتی ہیں۔ وہ قبول کی جاتی ہیں۔ جن لوگوں کو اعتکاف کا موقع نہیں ملا۔ وہ نہیں سمجھ سکتے۔ مگر جن کو موقع ملا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ کس طرح اعتکاف میں دعاؤں کی تحریک ہوتی اور پھر ان کی قبولیت کا پتہ لگتا ہے۔“

(الفضل جلد 2 نمبر 64 مورخہ 12، نومبر 1914ء صفحہ نمبر 12 زیر عنوان، ضمیمہ درس صفحہ 84)

سامعین! آپؐ سورۃ الفجر میں آیات وَالْفَجْرِ۔ وَالْبَيْتِ الْعَمِيِّ۔ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ۔ وَالْأَيْلِ إِذَا يَسْبِرُ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم شہادت کے طور پر فجر کو پیش کرتے ہیں۔ ہم فجر کی قسم کھاتے ہیں۔ اعتکاف کے لیے بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں کبھی دس دن ہو جاتے ہیں اور کبھی گیارہ۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ کہ ہم جنت اور طاق کی قسم کھاتے ہیں۔ اور رات کی جب چلنے لگے یا گزر جائے۔ وَالْبَيْتِ إِذَا يَسْبِرُ کے معنی یا تو لیلِ نائم کے مطابق یہ ہیں کہ اور رات کی قسم جب اس میں چلا جاتا ہے یعنی انسان اس میں روحانی ترقیات حاصل کرتا ہے۔ یا اس کے معنی ہیں کہ رات کی قسم جب وہ نصف تک پہنچ جائے اور اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ آخر حصہ رات میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اسلئے اس کی قسم کھائی۔ اللہ تعالیٰ کفار کو فرماتا ہے کہ جب ایسے ایسے اوقات نبی کے لیے مقررہ ہیں کہ ان میں فوراً دعائیں قبول ہو جاتی ہیں تو تم کیوں اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے یہ اوقات اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تمہیں بھی بتائے ہیں۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو قبولیت دعا کا وقت بتانے کے لیے باہر نکلے تھے۔ مگر اس وقت دو آدمی آپس میں لڑتے ہوئے آپ نے دیکھے تو فرمایا کہ تم کو دیکھ کر مجھے وہ وقت

بھول گیا ہے مگر اتنا فرمادیا کہ ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں یہ وقت ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ ان راتوں کے علاوہ بھی یہ وقت آتا ہے۔ مگر رمضان کی آخری راتوں میں قبولیت دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تجربہ کی ناپ فرمایا ہے کہ ستائیسویں کی رات کو یہ وقت ہوتا ہے۔“  
(الفضل قادیان مورخہ 12 نومبر 1914ء صفحہ 12)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے فیوض سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزر: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1101﴾

﴿15﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)  
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں  
پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی عید  
مناؤ اور اگر دھند یا بادل کی وجہ سے انیس تاریخ کو چاند نہ دیکھ سکو (یا چاند اُس روز ہو اہی نہ ہو) تو شعبان اور  
اسی طرح رمضان کے تیس دن پورے کرو۔

(حدیقة الصالحین حدیث 272 صفحہ 313)

سجدہ کناں ہوں در پہ ترے اے مرے خدا  
اٹھوں گا جب اٹھائے گی یاں سے قضا مجھے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی  
فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

لیلیۃ القدر کی تلاش

فرمایا:

”یہ رمضان کا آخری عشرہ ہے اور اس آخری عشرہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں  
اس کے اندر ایک ایسی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں خاص طور پر سنتا ہے۔ اس رات

میں اس کے بندے جو کچھ طلب کرتے ہیں وہ دیتا ہے۔ اور جو چاہتے ہیں وہ پورا کرتا ہے۔ اور آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے رمضان کے آخری عشرہ میں اسے تلاش کرو۔ (بخاری کتاب فضل لیلة القدر باب تحری لیلة القدر فی الوتر) گو جیسا کہ میں پہلے کئی دفعہ بتا چکا ہوں یہ ضروری نہیں کہ آخری عشرہ میں ہی وہ رات آئے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے اور بعد میں آنے والے صلحاء اور اولیاء اللہ کے تجربہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات بالعموم آخری عشرہ رمضان میں آتی ہے۔

اس رات کی برکات بہت سے اولیاء نے خود مشاہدہ کی ہیں اور اپنی روحانی آنکھوں سے اُن انوار کو آسمان سے اترتے دیکھا ہے جو انوار ایک دم میں تاریک دن کو نورانی بنا دیتے ہیں اور متفکر انسان کو تمام دنیا میں سب سے زیادہ خوش کر دیتے ہیں۔ یہ تو ایک منٹ کے لئے بھی کبھی خیال نہیں کیا جاسکتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ اس گھڑی میں جو رمضان کے آخری عشرہ کی کسی رات میں آتی ہے جو آدمی جو کچھ بھی مانگے وہ اُسے مل جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر دین کے معاملہ میں امن و امان اٹھ جاتا ہے۔ اور لیلة القدر اس دعائے گنج العرش کی طرح رہ جاتی ہے جس کے متعلق جاہلوں میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ وہ ایسی دعا ہے جس سے انسان جو چاہے حاصل کر سکتا اور ہر قسم کی تکلیف سے بچ سکتا ہے۔... اگر لیلة القدر بھی اسی کی طرح ہو کہ خواہ کوئی ڈاکہ ڈالے، چوری کرے، قتل کرے، انبیاء کو گالیاں دے، شریعت کے کسی حکم پر عمل نہ کرے۔ لیکن اس رات دعا مانگ لے تو انبیاء کی دعائیں رد ہو جائیں مگر اس کی عا د نہ ہوگی۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ پھر کسی کو نیک اعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص اس رات یہ دعا مانگ لے کہ میں جو چاہوں کروں لیکن جاؤں جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں اور اعلیٰ درجہ میں اور یہ دعا ضرور قبول ہونی ہے۔ تو پھر خواہ وہ کچھ کرے جنت میں ہی جائے گا۔ مگر یہ بات اسلام کی تعلیم اور اسلام کے مغز کے قطعاً خلاف ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس رات میں ایک خاص گھڑی ہوتی ہے جب کہ برکات نازل ہوتی ہیں۔ اور خصوصاً جمعہ کی رات کو اس سے بڑا تعلق ہے تو اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اس گھڑی میں خواہ کوئی دعا کی جائے خدا تعالیٰ کو ضرور منظور کرنی پڑتی ہے اور وہ اسے رد نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے لئے کچھ حد بندی کرنی

پڑے گی جس کے ماتحت اُس وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ حد بندیاں کیا ہیں۔ وہی ہیں جو شفاعت کے متعلق ہیں۔ یعنی ایک ایسا شخص جو کوئی ایسی چیز مانگتا ہے جو خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت دی جاسکتی ہے لیکن بعض عارضی روکیں پیدا ہو گئی ہیں جو امکانِ قدرت سے تعلق نہیں رکھتیں یا اس انسان کے درجہ سے تعلق نہیں رکھتیں۔ وہ ایسے موقع پر مانگے گا تو اسے مل جائے گی۔ ورنہ اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ خواہ کوئی کچھ کرے جو دعا بھی اُس وقت مانگے وہی قبول ہو جائے گی تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص رمضان کے پہلے بیس روزے نہ رکھے، نہ نمازیں پڑھے، نہ کوئی اور نیک کام کرے لیکن جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو تو مغرب کی نماز کے بعد سے لے کر صبح کی نماز تک دعا مانگتا رہے۔ اور دن کو سو جائے نہ ظہر کی نماز پڑھے نہ عصر کی۔ پھر رات کو یہ دعا مانگنا شروع کر دے کہ میں جو چاہوں کرتا رہوں مجھ سے کوئی باپڑس نہ ہو اور میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر جنت میں رکھا جاؤں یہ ہرگز مفہوم نہیں ہو سکتا اُن حدیثوں کا جو لیلیۃ القدر کے متعلق آئی ہیں۔

دعا وہی سنی جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت قبول ہونی ممکن ہو مگر عارضی روکوں کی وجہ سے قبول نہ ہو سکتی ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 اپریل 1926ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

”اصل بات یہ ہے کہ ہر مومن پر روحانیت کی بلوغت کا زمانہ آتا ہے۔ آخر ہر شخص پیدائش کے وقت سے تو روحانیت میں کامل نہیں ہوتا۔ اکثر لوگوں پر جسمانی بلوغت کے بعد ہی کسی وقت روحانی بلوغت کا زمانہ آتا ہے۔ بعض کو جوانی میں بعض کو ادھیڑ عمر میں اور بعض کو بڑھاپے میں اور بعض کو بڑھاپے کے آخر میں۔ جس رات بھی کسی مومن کی نسبت اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اب سے یہ ہمارا قطعی جنتی بندہ ہے وہی اس کی لیلیۃ القدر ہے اور اس کے لیے رمضان کی کوئی شرط نہیں۔ سارے سال میں کسی وقت کسی کی لیلیۃ القدر آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمن رحیم ہے اور اس کی یہ دونوں صفات ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ پس ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کے معین اوقات کے علاوہ کوئی اور سلسلہ بھی اس کے فضلوں کا ہو تا جو ہر وقت اور ہر لحظہ ظاہر ہوتا رہتا اور یہ انفرادی فضلوں کا ہی سلسلہ ہے۔ کسی مومن بندہ

کی لیلۃ القدر کسی دن آجاتی ہے۔ کسی کی کسی دن۔ اور اس طرح روزانہ سارے سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل اس کے نیک بندوں پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ پھر سال میں ایک دفعہ قرآن کریم کے نزول کی یاد میں ساری امت پر ایک ہی رات رمضان کے آخری عشرہ میں اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے۔ اور وہ لیلۃ الکبریٰ ہوتی ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 13 صفحہ 282 - 283)

نیز فرمایا کہ

”لیلۃ القدر آتی تو ہر سال ہے مگر ہر شخص کو وہ رات میسر تو نہیں آجاتی۔ جو لوگ سچے تقویٰ اور سچی نیکی سے خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں انہیں خاص توجہ اور خاص خشوع و خضوع کی حالت میں وہ میسر آتی ہے۔ یعنی گو اس کی عام برکات تو عام مسلمانوں کو ہر سال ہی مل جاتی ہیں لیکن اس کا کامل ظہور جبکہ انسان کو یہ معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ آج لیلۃ القدر ہے، خاص خاص آدمیوں کو اور کبھی کبھی ہی نصیب ہوتا ہے۔ یہ تجربہ درمیانہ درجہ کے مومنوں کو اپنی عمر میں کبھی ایک دفعہ یا دو دفعہ نصیب ہوتا ہے۔ پس اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں لیلۃ القدر مل جائے اسے سمجھنا چاہیے کہ اس کی ساری عمر کامیاب ہو گئی اور عمر کا اندازہ تراسی سال لگا کر بتایا ہے کہ ایسے شخص کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ رات اس کی باقی عمر سے افضل ہے اور اسی رات کی خاطر اس کی زندگی گزری ہے اور یہ رات اس کی زندگی کا نچوڑ ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 13 صفحہ 491)

فرمایا:

”لیلۃ القدر ہر انسان کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے لئے ہے جو خود اسے اپنے لئے پیدا کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس عشرہ میں وہ خاص گھڑی اس لئے رکھ دی گئی ہے کہ جو چاہے اس سے فائدہ اٹھالے۔ بلکہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اعمال کے لحاظ سے اس کے مستحق ہوتے ہیں اُن کے لئے یہ بنائی جاتی ہے۔ پس یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ لیلۃ القدر اس رات میں پیدا نہیں کی جاتی جس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ بلکہ پچھلے سال اور پچھلے مہینے اُسے بناتے ہیں۔

جس کے پچھلے اعمال اعلیٰ ہوں گے۔ اسی کے لئے لیلۃ القدر ہوگی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر میں یہ اشارہ ہے کہ جس کے ابتدائی ایام نیکی میں گزرتے ہیں اس کے انتہائی ایام میں بھی خدا تعالیٰ کی تائید اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ رمضان کے ابتدائی ایام میں جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اُس کے لئے آخری ایام میں ایسا وقت آتا ہے کہ خدا اُس کے لئے فضل نازل کرنے کا خاص موقع رکھتا ہے۔ پس لیلۃ القدر میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر انسان اپنی زندگی کی ابتدائی گھڑیوں کو خدا تعالیٰ کی رضا میں صرف کرے تو اس کی انتہائی گھڑیاں خدا تعالیٰ خود اپنی رضا میں صرف کرالے گا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 اپریل 1926ء)

فرمایا:

”اس ماہ کے آخری عشرہ میں ایک شب ہوتی ہے۔ جس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ وہ اس عشرہ کے وتر دنوں میں خصوصاً ہوتی ہے۔ یہ رات بڑی برکت والی ہے۔ ان ایام میں اس شب کی تلاش کریں۔ اور اس میں برکت حاصل کریں۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے لئے دعائیں کرو اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ تم لوگوں نے عہد کیا ہے کہ تم خدا کے نام کو پھیلاؤ گے۔ مگر اس کے رستہ میں بعض روکیں ہیں اور افسوس ہے کہ ان میں سے بعض خود تمہاری پیدا کردہ ہیں۔ مثلاً آپس کا لڑائی جھگڑا بھی بہت بڑی روک ہے۔ آپس کے لڑائی جھگڑے کو لیلۃ القدر سے ایک تعلق ہے اور وہ یہ کہ اس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کا وقت بھول گیا۔ چنانچہ آتا ہے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور آپ نے دیکھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے لیلۃ القدر کے وقت کے متعلق علم دیا تھا۔ مگر تمہارا جھگڑا دیکھ کر میں بھول گیا۔ (بخاری کتاب الصوم باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاسی الناس) پس لیلۃ القدر کے علم سے جو فائدہ امت محمدیہ کو ہونا تھا اس سے تمام امت دو شخصوں کے جھگڑے کے باعث محروم ہو گئی۔ یہ وہ رات ہے کہ اس میں جو نیک دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ لیکن خدا سے کچھ لینے کے لئے قربانی کی ضرورت ہے اور وہ قوم کہاں قربانی کر سکتی ہے جو ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہو۔ تم میں سے بعض لڑتے ہیں اور اس لڑائی سے جماعتی اور ملی

فوائد کو ذاتی فوائد یا جھگڑے پر قربان کر دیتے ہیں مگر ایسے لوگوں کو معلوم نہیں کہ ذاتی عزت بھی جماعت ہی کی عزت ہوتی ہے اور اگر جماعت کی عزت نہ رہے تو اس کے افراد بھی ذلیل ہو جائیں۔“

(خطبہ جمعہ 19 مئی 1922ء)

ہر مہینہ رمضان اور ہر رات لیلۃ القدر بن سکتی ہے

فرمایا:

”کوئی تعجب نہیں کہ آج کا روزہ آخری روزہ اور رمضان المبارک کا آخری دن ہو اور اس لحاظ سے یہ ان خاص برکات کا جو رمضان کے آخری عشرہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں آخری دن ہے اور ہم میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس کے لئے اس سال کا یہ دن نہ صرف آخری دن ہو بلکہ ہمیشہ کے لئے آخری دن ہو۔ اور اس کے بعد اس کو زندہ رہنا نصیب نہ ہو۔ پس اس کی ہر ساعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور خدا تعالیٰ کے دروازہ کو کھٹکھٹانے میں کوئی کوتاہی نہ کرنی چاہیے.... ہمارا خدا دنوں، مہینوں، سالوں، صدیوں اور زمانوں میں محدود نہیں ہے۔ زمانہ اس پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ کیونکہ زمانہ اس کی مخلوق اور وہ اس کا خالق ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ فلاں سال فلاں مہینہ یا فلاں دن وہ دعائیں سنتا ہے ایسا کہنا اس کے اقتدار اور طاقت کی حد بندی کرنا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر قسم کی حد بندیوں سے آزاد اور پاک ہے۔ جس طرح وہ رمضان میں دعائیں سنتا ہے اسی طرح ہر روز سنتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس قابل بنائے کہ ہر دن اس کے لئے رمضان کا دن ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ رمضان کی کوئی خاص برکت نہیں۔ بے شک اس کا بھی بہت بڑا فائدہ ہے۔ اگر رمضان کے دنوں کی دعاؤں میں تم کوئی لذت محسوس کرو تو سمجھ لو کہ ہر روز تمہارے لئے رمضان ہو سکتا ہے اور اگر رمضان کے آخری عشرہ میں کوئی لذت محسوس کرو تو جان لو کہ ہر ایک دن تمہارے لئے آخری عشرہ بن سکتا ہے۔ یہ دن بطور نمونہ کے ہوتے ہیں تاکہ اس نمونہ سے لذت حاصل کر کے باقی تمام دنوں میں لذت کو محسوس کیا جائے۔

خدا تعالیٰ کا ایسے دنوں کو خصوصیت دینے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو بتائے کہ میرے پاس ایسے بارکات عشرے اور مہینے ہیں جن میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ اور انسان دعاؤں میں

خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ پس جو شخص ان برکات کو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ نہ صرف انہی دنوں میں بلکہ تمام دنوں میں وہی برکات اور ویسی لذت حاصل کر سکتا ہے۔ پس یہ نمونہ ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔ آگے آپ لوگ کوشش کر کے ایسے عشرے ہمیشہ کے لئے خرید سکتے ہیں۔ پس دعائیں کرو اور بہت کرو۔“ (الفضل 7/ مئی 1925ء)

ہر رات اپنے اندر لیلیۃ القدر جمیسی برکات رکھتی ہے

فرمایا:

”پس جس شخص نے یہ محسوس کر لیا کہ رمضان ہی نہیں بلکہ ہر مہینہ بابرکت ہے اور لیلیۃ القدر ہی خاص برکات والی رات نہیں بلکہ ہر رات اپنے اندر برکتیں رکھتی ہے اور جس نے رمضان اور لیلیۃ القدر سے نمونہ لے لیا۔ ایسے شخص نے زیادہ فائدہ حاصل کیا بہ نسبت اس کے جس نے روزے رکھے۔ اعنکاف بیٹھا اور آخری عشرہ کے دنوں میں لیلیۃ القدر کو پانے کے لئے اٹھتا رہا۔ اور اس نے رمضان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا لیکن اس حقیقت کو نہ سمجھا کہ ہر مہینہ اس کے لئے رمضان اور ہر رات لیلیۃ القدر بن سکتی ہے۔ رمضان اور لیلیۃ القدر بطور نمونہ کے ہیں۔ جن سے اس کو فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ حقیقی فائدہ رمضان سے اس نے اٹھایا۔ جس نے گوبے تابی کے ساتھ رسم و رواج کے مطابق لیلیۃ القدر کی جستجو نہ کی۔ اور اتنے روزے نہ رکھے جتنے پہلے نہ رکھے۔ اور اتنی دعائیں نہ کیں جتنی پہلے نہ کیں۔ گو بظاہر اس نے رمضان کا فائدہ پہلے سے کم اٹھایا۔ لیکن اگر اس نے یہ خیال کر لیا کہ ہر عشرہ ہی بابرکت ہو سکتا ہے۔ اور اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ کوئی عشرہ اور رات ایسی نہ جانے دوں گا جسے رمضان اور لیلیۃ القدر کی طرح سمجھ کر اس سے فائدہ نہ اٹھاؤں تو اس نے پہلے کی نسبت بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔ پس اگر یہ یقین اور یہ وثوق تمہارے اندر پیدا ہو جائے کہ ہر عشرہ آخری عشرہ اور ہر ماہ رمضان ہو سکتا ہے تو میں کہتا ہوں یقیناً ہر عشرہ رمضان کا آخری عشرہ اور ہر مہینہ رمضان ہو سکتا ہے اور تمہاری دعائیں ہمیشہ اسی طرح سنی جاسکتی ہیں۔ جس طرح رمضان اور اس کے آخری عشرہ میں سنی جاتی ہیں۔ تم یہ یقین اور وثوق اپنے اندر پیدا کرو۔ اور دعائیں کرو۔“

(الفضل 7/ مئی 1925ء)

رمضان کے آخری عشرہ میں ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی لیلیۃ القدر کو تلاش کرنا چاہیے  
فرمایا:

”پس لیلیۃ القدر اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ ایک انسان جس نے اپنی ساری عمر خدا تعالیٰ کی رضا اور اُس کے دین کی خدمت میں صرف کر دی وہ کمزور ہو جانے کی وجہ سے جب جہاد کے لئے نہیں جاسکے گا یا مالی قربانی نہیں کر سکے گا۔ اُس وقت اُس کے دل میں جو نیک ارادے پیدا ہوں گے اُن کا ہی اس کو اتنا ثواب ملے گا جو جو انوں کو ان کے کاموں کا نہیں ملے گا۔ کیونکہ ان کی زندگی کی تو ابھی ابتداء ہوئی ہے۔ اور وہ اپنی زندگی اور قویٰ خرچ کر کے انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔

پس لیلیۃ القدر پیدا کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں کام کرنے والوں کے انجام کی خوبی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ مگر دوسری طرف اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کا انجام اچھا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا اس کی ابتداء بھی اچھی نہ تھی۔ اور اس کی ابتدائی خدمات نیک نیتی اور خلوص پر مبنی نہ تھیں۔

پس لیلیۃ القدر سے یہ سبق مل سکتے ہیں۔ اول یہ کہ جو انسان خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ابتداء سے کام کرے گا اُس کا انتہاء اچھا ہو گا۔ اور دوم یہ کہ اگر کسی کے لئے لیلیۃ القدر کی حالت پیدا نہیں ہوتی تو معلوم ہو گا اُس کا پہلا زمانہ بظاہر اچھا معلوم ہوتا تھا اور وہ اچھے کام کرتا نظر آتا تھا مگر اس میں کچھ ایسے نقص تھے کہ جن کی وجہ سے اُس کی خدمات قبول نہ ہوئیں اور خدا تعالیٰ نے اس کے اعمال کے تسلسل کو جاری نہ رہنے دیا۔

ان دو سبقتوں کے ماتحت دوستوں کو صرف رمضان میں ہی نہیں اور رمضان کے آخری عشرہ میں ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی لیلیۃ القدر کو تلاش کرنا چاہئے۔ اور اپنی زندگی کے آخری عشرہ کے لئے ایسے سامان مہیا کرنے چاہئیں کہ انہیں لیلیۃ القدر کے فیوض حاصل ہو سکیں۔۔۔ یہی سبق ہے جو خدا تعالیٰ لیلیۃ القدر سے مومنوں کو دیتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم رمضان کی لیلیۃ القدر سے بھی فائدہ اٹھائیں اور انسان کی زندگی کی جو لیلیۃ القدر ہوتی ہے اُس سے بھی مستفیض ہوں۔ ہم خدا تعالیٰ کی گود میں ہوں اور ہمارا آخری انجام اسی طرح ہو جس طرح لیلیۃ القدر کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے۔“

(الفضل 13 / اپریل 1922ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

”ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے کہ انسانی عمل کا آخری حصہ زیادہ جاذبِ فضل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی سے تعلق اور محبت پیدا کرنے کے لئے اس کی خدمت کرتا ہے اور پانچ یا دس مواقع اس کی خدمت کے حاصل کر لیتا ہے۔ تو ہر موقع اس کے مخدوم کی محبت کو بڑھانے کو موجب ہو گا۔ جوں جوں رمضان خاتمہ کے قریب پہنچتا ہے۔ بندے کی گھبراہٹ بھی بڑھتی جاتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر اب ان دنوں سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکا تو مجھ سے زیادہ بد بخت کون ہو گا کہ روزے آئے اور گزر گئے اور میں یوں ہی محروم رہا اور یہ دونوں چیز مل کر لازمی طور پر رمضان کے آخری دنوں کو خدا تعالیٰ کے افضال کا زیادہ جاذب بنا دیتی ہیں۔“

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 413-414)

سامعین! آخری عشرے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ الْمُنَزَّرَةُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيَّقَطَ أَهْلَهُ۔ (صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب العمل فی العشاء الاواخر من رمضان) یعنی جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کس لیتے اور رات بھر جاگتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جاگتے۔ حضرت مصلح موعودؓ حضرت عائشہؓ کی مذکورہ روایت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”غور کرو یہ کیا الفاظ ہیں؟ کس نے کمر کس لی؟ اُس نے جس کی تمام راتیں جاگتے اور دن عبادات میں گزرتا تھا اور ہر ایک گھڑی خدا کی یاد میں بسر ہوئی ہوتی تھی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ جن کے تعلق اور وابستگی کی یہ کیفیت تھی ان کے متعلق عائشہؓ کہتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں کمر کس لیتے تھے۔ اس بات کو عائشہ صدیقہؓ ہی سمجھ سکتی تھیں اور کسی کے لئے اس کی حقیقت سمجھنا آسان نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کمر کھولتے ہی نہ تھے اور آپ فرماتے کہ جب میں سوتا ہوں تو درحقیقت اس وقت بھی جاگ ہی رہا ہوتا ہوں۔ چنانچہ فرمایا۔ میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل جاگتا ہے۔ (بخاری کتاب

المناقب باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ)

پس جب آپ بستر پر جاتے ہیں اُس وقت بھی آپ کی کمر نہیں کھلتی تو اور کس وقت کھولتے تھے۔ درحقیقت یہ قول ایک بہت بڑے معنی رکھتا ہے جو قیاس میں بھی نہیں آسکتے اور ان کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے آپ کی صحبت اٹھائی ہو۔ بعد میں آنے والے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں راتوں کو جاگتے اور رشتہ داروں کو جگاتے اور خود کمر گس لیتے تھے۔ یعنی جن کی کمر ہر وقت کسی رہتی تھی وہ بھی کس لیتے تھے۔ اس سے سمجھ لو کہ جن کی کمر ہمیشہ ڈھیلی رہتی ہے ان کے لئے رمضان میں کس قدر توجہ کی ضرورت ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ جون 1919ء)

### عید الفطر

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ عید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”رمضان گزر گیا اور وہ دن آ گیا جسے عید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رمضان ہمیشہ ختم ہو جاتے ہیں اور خدا اپنے بندوں کے لئے عیدیں بھیج دیتا ہے۔ لمبے سے لمبا عرصہ امتحان کا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے رکھا ہے رمضان کا مہینہ ہے۔ تیس دن خدا کے بندے روزے رکھتے ہیں بھوکے رہتے ہیں، پیاسے رہتے ہیں، شہوانی تقاضوں سے بچتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، تلاوت قرآن کریم زیادہ کرتے ہیں، ذکر الہی کرتے ہیں اور بعض تراویح بھی پڑھتے ہیں۔ غرض یہ تیس دن کا مہینہ دینی لحاظ سے عجیب لطف اور مزے کا مہینہ ہوتا ہے لیکن جسمانی لحاظ سے ایک امتحان ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بندے بھوکے اور پیاسے رہتے اور شہوانی تقاضوں سے اپنے آپ کو مجتنب رکھتے ہیں لیکن یہ ابتلاء ایک مہینہ کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور خدا اپنے بندوں کے لئے عید کا دن لے آتا ہے۔ اس طرح مومنوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں تو وہ ہمیشہ عارضی ہوتی ہیں اور ان کے بعد جلد ہی خوشی اور راحت کا دن آ جاتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 321)

حضورؐ فرماتے ہیں:

”عید اسی کی ہے جس کا دل خوش ہو اور دل اسی کا خوش ہو سکتا ہے جس کو اس کا خدا مل جائے یا اس کے حصول کے ذرائع مل گئے ہوں۔ اور جو خدا کے انعام کا وارث ہوتا ہے دنیا اس کو دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کے عبد کے لئے کوئی رنج نہیں وہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں خدا اس سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔ یہ عید اس کے لئے خدا کی رضا کے لئے نشان ہو جاتی ہے خدا کے فرشتے اس کے محافظ اور پہرہ دار ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی ہی عید نصیب کرے۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 69-70۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 30 جون 1919ء)

عید کی خوشی اس کے لئے ہے جس نے خدا کے حکم کو پورا کیا

فرمایا:

”عید دل کی خوشی کا نام ہے اور جس کا دل خوش نہیں اس کے لئے کوئی عید نہیں اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ لوگ جو آج خوش ہیں اور تم میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ آج عید ہے کیا کل کے اور آج کے دن میں کوئی فرق ہے؟ جیسا کل تھا ویسا ہی آج ہے وہی حالت ہے پھر کیا اس لئے خوشی ہے کہ بعضوں نے عمدہ کپڑے پہنے ہیں، یا کیا اس بات کی خوشی ہے کہ بعضوں نے عمدہ کھانے تیار کیے ہیں۔ اگر یہی ہے تو کیا کل نئے کپڑے نہیں پہنے جاسکتے، یا اچھے کھانے نہیں پکائے اور کھائے جاسکتے تھے۔ پھر آج کیوں خوش ہو۔ کیا اس لئے کہ لوگ جمع ہوئے ہیں؟ مگر کیا کل جمع نہیں ہو سکتے تھے۔ پھر جانتے ہو کہ آج تمہاری خوشی کا کیا سبب ہے تمہارے آج خوشی محسوس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم پر خدا کی طرف سے فرض عائد کیا گیا تھا وہ تم نے پورا کر لیا ہے اس لئے تم خوش ہو اور یہ ایسی بات ہے کہ اس پر تم جس قدر خوشی مناؤ جائز ہے۔ پس عید خوشی ہے مگر اس کے لئے جس نے خدا کے حکم کو پورا کیا۔ تمہیں رمضان میں روزے رکھنے کا حکم تھا۔ تمہیں ایک خاص وقت سے خاص وقت تک کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ تمہیں حکم تھا کہ بیوی سے تعلقات چھوڑو سوائے اس وقت کے جس میں تم کو اجازت تھی۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس سے دعائیں کرو اور اس کی زیادہ سے زیادہ عبادتیں کرو سوائے مجبوری کے، اگر کسی شخص نے ان احکام کو نہیں پورا کیا

کھانا پینا ایک خاص وقت تک نہیں چھوڑا، خدا تعالیٰ سے دعائیں نہیں کیں، عبادتوں میں وقت نہیں لگایا تو وہ کیسے خوش ہو سکتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 92-94۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 29 مئی 1922ء)

حضرت مصلح موعودؑ نے ایک واقعہ سنایا کہ کس طرح لوگ عید کرنے کی خوشی میں جھوٹ بولتے رہے۔ فرماتے ہیں:

”ایک دوست نے سنایا۔ ایک شہر میں سات سال تک ایک گاؤں کے لوگ آکر قسمیں کھاتے رہے کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے اور ان کی قسموں پر اعتبار کر کے وہاں عید کر لی جاتی رہی۔ آخر جب یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا وجہ ہے ہر سال اسی گاؤں کے رہنے والوں کو چاند نظر آتا ہے کیا باقی سب لوگ اندھے ہو جاتے ہیں کہ انہیں دکھائی نہیں دیتا تو ان لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہم عید کرنے کی خوشی میں جھوٹ بولتے رہے ہیں۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 163۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 13 مارچ 1929ء)

عید کے دن مومن نئے کپڑے اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے پہنتا ہے

فرمایا:

”بعض ایام روزہ چھوڑنے والے ہوتے ہیں اور یہ عید کا دن بھی ایسا ہی ہے جب روزہ رکھنا ناجائز ہے کیونکہ یہ دن مومن کے لئے وہی خوشی اپنے اندر رکھتا ہے جو خاوند کے گھر آنے پر ایک عورت کو ہوتی ہے۔ آج کے دن مومن یہ فرض کرتا ہے کہ میرا خدا میرے گھر آنے والا ہے مومن اپنے فعل کو عبث قرار نہیں دیتا وہ بے ایمان نہیں ہوتا۔ اسے خدا پر پورا پورا یقین ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے میں نے جو فاقے تیس دن (یا جو معذور تھا اس نے کم و بیش) خدا تعالیٰ کے لئے کئے ہیں ان کے نتیجے میں میرا خدا مجھے مل گیا ہے گویا ان تیس ایام کی عبادت کے بعد وہ خدا تعالیٰ کے متعلق یقین کرتا ہے کہ وہ اسے مل گیا ہے اور جس طرح وہ عورت جس کا خاوند ایک عرصہ کے بعد باہر سے آئے سوگ نہیں کیا کرتی بلکہ اپنے کپڑے صاف کرتی، بناؤ سنگار کرتی ہے، گھر کی صفائی کرتی ہے، عمدہ عمدہ کھانے پکاتی ہے، اور یہ سب کچھ اس امید پر کرتی ہے کہ جب میرا خاوند گھر آئے گا تو یہ دیکھ کر خوش ہو گا کہ مکان آراستہ پیراستہ، اور ہر چیز قرینہ سے رکھی ہے۔ اسی طرح آج کے دن مومن بھی اس لئے کہ سمجھتا ہے آج میرا خدا میرے گھر آنے والا ہے اپنے

بدن اور کپڑوں کی صفائی کرتا ہے اور عمدہ عمدہ کھانے پکاتا ہے۔ وہ آج اپنے لئے نئے کپڑے نہیں پہنتا بلکہ خدا کے لئے پہنتا ہے۔ وہ آج کے دن اس لئے خوشی کرتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی ملاقات کا دن ہے۔ جس سے بڑھ کر خوشی اور کوئی نہیں ہو سکتی..... پس عید کے دن جو تبدیلی مومن اپنے ظاہری لباس وغیرہ میں کرتا ہے اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ وہ سمجھتا ہے کہ چونکہ میرے باطن میں تبدیلی ہو چکی ہے اور میرا مولیٰ میرے گھر آنے لگا ہے اس لئے مجھے خوشی منانی چاہیے۔ اور خوشی کی تمام علامات ظاہر کرنی چاہئیں۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 183-184۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 20 فروری 1931ء)

### عید کھانے پینے کا دن ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عید کو کھانے کا دن فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس دن خوب پیٹ بھر کر کھایا جائے کیونکہ مومن اپنے ایک اندازہ سے زیادہ نہیں کھایا کرتا۔ حدیث میں آتا ہے۔ مومن اگر ایک انٹری سے کھاتا ہے تو کافر سات انٹریوں سے کھاتا ہے.... سو مومن کی غذا ہمیشہ ہی کم ہوتی ہے۔ پس عید کے دن کو کھانے کا دن کہنے سے یہ مراد نہیں کہ اس دن خوب پیٹ بھر۔ یہ بات سنت انبیاء کے خلاف ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس دن مومن یہ سمجھ کر کھاتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا ہے اور اصل کھانا یہی ہے۔

سید عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق آتا ہے انہوں نے فرمایا میں کھانا نہیں کھاتا جب تک خدا تعالیٰ مجھے الہام نہیں کرتا کہ اے عبدالقادر! تجھے میری ہی ذات کی قسم کھا۔ اسی طرح آپ بہت قیمتی لباس پہنا کرتے تھے۔ لکھا ہے آپ کا ایک ایک جوڑا ہزار دینار یعنی قریباً چودہ ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوتا تھا۔ اور آپ اسے بہت جلدی جلدی تبدیل کیا کرتے تھے۔ آپ پر جب اعتراض کیا گیا کہ یہ اسراف ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں تو کوئی کپڑا نہیں پہنتا جب تک میرا خدا مجھے نہیں کہتا کہ اے عبدالقادر! تجھے میری ذات کی قسم ایسا کپڑا پہن۔ اور نہیں کھاتا جب تک خدا تعالیٰ نہیں کھلاتا۔ اولیاء اللہ تو کبھی بھی خدا کے حکم کے بغیر نہیں کھاتے اور نہیں پہنتے لیکن یہ عید کا دن ایسا ہے جب ہر مومن کو خدا کھلاتا ہے۔ پس عید کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ اس دن مومن خدا کے حکم

سے کھاتا پیتا ہے نہ یہ کہ اس طرح پیٹ بھر کر کھاؤ جس طرح ہندو پانڈے کھاتے ہیں اور اصل کھانا یہی ہے جو خدا کے حکم سے کھایا جائے۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 187-188۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 20 فروری 1931ء)

مومن کے لئے عید کے دن کا کھانا خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوت ہے

”چونکہ اس دن کھانے پینے کا حکم خدا نے دیا ہے اس لئے اصل کھانا اسی دن کا ہے۔ مگر لوگوں کی ناسمجھی سے اب یہ ایک عجیب سی رسم بن گئی ہے۔ دراصل حکم یہی ہو گا کہ خدا کے لئے کھاؤ لیکن جس طرح بیوقوف ملائوں نے عید کا یہ مفہوم سمجھ لیا کہ اتنا کھانا کھانا چاہئے کہ یا تھمے ہو جائے یا ہیضہ..... اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ یہ کھانے کا دن ہے یہی مطلب ہے کہ آج انسان خدا کے لئے کھاتا پیتا ہے یہ نہیں کہ اتنا کھاؤ کہ بد ہضمی کی ڈکاریں آنی شروع ہو جائیں۔ اور عارف لوگ تو ایسے خوشی کے موقع پر اپنی مقدار کے لحاظ سے بھی کم کھاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہوتا ہے اور ان کا خیال اس طرف لگا ہوتا ہے کھانے کی طرف ان کا ذہن کہاں جاتا ہے..... مگر اکثر بندے چونکہ غافل ہوتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسا انتظام کر دیا کہ کچھ دن مجاہدہ کے رکھ دیئے اور پھر کہا۔ آج تمہارے اس مجاہدہ کی تکمیل میں تمہاری خوشی میں ہم بھی خوشی مناتے ہیں۔ پس یہ عید ہے مومن کی اور اس کی حقیقی غرض یہی ہے کہ مومن یقین کر لیتا ہے کہ آج مجھے خدا مل گیا ہے اور آج میں جو کھانا کھاتا ہوں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوت ہے۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 189-192۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 20 فروری 1931ء)

ہم لوگ کس قسم میں سے ہیں اور ہماری عید کیسی ہے

”ہمارے ملک میں ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک لونڈی تھی جو رمضان کے دنوں میں باقاعدہ اٹھ کر سحری کھایا کرتی مگر روزہ نہیں رکھا کرتی تھی۔ ایک دن اس کی مالک نے اسے کہا تو روزانہ سحری کے وقت اٹھتی ہے اور سحری کے باوجود روزہ نہیں رکھتی تھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ سحری کے وقت اٹھتی ہے۔ اس نے کہا بی بی! میں نماز نہیں پڑھتی، روزہ نہیں رکھتی، کیا سحری بھی نہ کھاؤں اور کافر ہی ہو جاؤں۔ گویا اس کے نزدیک اسلام کے تین رکن تھے۔ نماز، روزہ اور سحری کھانا اگر پہلے دو رکن نماز اور روزہ چھوٹ جاتے ہیں

تب تو اسلام قائم رہتا ہے لیکن اگر تیسرا رکن سحری کھانا چھوٹ جائے تو انسان کا فر ہو جاتا ہے یہ ہے تو لطیفہ لیکن اگر غور کیا جائے تو بہت لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ نمازیں وہ نہیں پڑھتے، روزے وہ نہیں رکھتے، مگر عید میں سب سے زیادہ خوشی مناتے بلکہ سب سے پہلے آکر شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ عید مناتے ہیں اور پوری طرح مناتے ہیں، نہاتے ہیں، اچھے کپڑے پہنتے ہیں، بناؤ سنگھار کرتے ہیں، خوب کھاتے پیتے ہیں گویا جو کمی نمازوں اور روزوں کی وجہ سے ان کے ایمان میں رہ گئی تھی اسے عید کے روز کھانے، پینے اور عمدہ کپڑے پہننے سے پورا کرنا چاہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام کے ارکان کو پورا کر لیا۔

لیکن اس قسم کے دھوکوں کے ساتھ خدا تو دھوکے میں نہیں آسکتا اور نہ ہی ہمارے نفس کو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ پس ہمیں اپنے دلوں میں غور کرنا چاہیے کہ ہم لوگ کس قسم میں سے ہیں اور ہماری عید کیسی ہے۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 198-199۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 9 فروری 1932ء)

### حقیقی عید

فرمایا:

”پس وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کی اس کے لئے تو آج خوشی ہے مگر جس نے احکام الہی کی پیروی نہیں کی اس کے لئے ماتم ہے۔ کیونکہ یہ حساب کا دن ہے۔ لوگ جمع ہیں، ہر ایک شخص کا لباس اور اس کی حالت بتا رہی ہے کہ وہ حساب دینے کے لئے حاضر ہے اور آج یوم حساب ہے اور اس حالت نے حشر کا نظارہ پیدا کر دیا ہے۔ پس وہ شخص جس نے کچھ کام نہیں کیا اور احکام کو نہیں مانا اس کے لئے رونے کا دن ہے نہ کہ خوش ہونے کا۔ اور جس نے ان احکام کو پورا کیا ہے میں تمہیں کہتا ہوں کہ اسی کی عید آج حقیقی عید ہے۔ اور اس کی خوشی سچی خوشی ہے۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 92-94۔ خطبہ عید الفطر فرمودہ 29 مئی 1922ء)

## شوال میں چھ روز

سامعین! رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کی بھی بہت اہمیت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ اس بارے میں فرماتے ہیں:

فرمایا: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینے میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔“

(الفضل 8 جون 1922ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماہ شوال میں روزوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینے میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کے بھی رکھ سکتے ہیں۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 71)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکات سے متمتع فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز لقعۃ النور عمران۔ جرمنی)



﴿مشاہدات۔ 1102﴾

﴿16﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات و ارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

طَعَامٍ مَّسْكِينٍ ۚ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۗ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185)

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے میرے رب! میں نے بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے  
پیارے عشق ہوں ترا دے تو شفا مجھے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

کن لوگوں پر روزہ رکھنا فرض ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ان ایام میں ہم پر بعض ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں یعنی پو پھٹنے سے لے کر تمام وہ عاقل بالغ جو بیمار نہ ہوں، بچے کمزور اور بوڑھے نہ ہوں یا پھر حائضہ، حاملہ یا دودھ پلانے والی عورتیں جو گو بیمار نہ ہوں لیکن روزہ کو برداشت نہ کر سکتی ہوں عام طور پر اکثر عورتوں کو حمل یا دودھ پلانے کی حالت میں غیر معمولی تکلیف کا امکان ہوتا ہے یا پھر مسافر کے سوا باقی سب کے لئے غروب آفتاب تک روزہ رکھنا فرض ہے۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 160-161)

بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا

حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ سحری کے وقت ایک شخص کی آنکھ نہیں کھلی اس روز اس نے روزہ باعث سحری نہ کھانے کے نہیں رکھا۔ اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اگر آٹھ پہر روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس کے عوض رمضان کے بعد رکھ لیوے۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 170-171)

روزہ رکھنے کی عمر

”میں نے دیکھا ہے عام طور پر لوگ ایک پہلو کی طرف لگ جاتے ہیں کئی ہیں جو نمازوں میں سست ہیں اور باقاعدہ وقت پر نمازیں ادا نہیں کرتے۔ کئی جو نماز تو پڑھتے ہیں لیکن باجماعت نماز نہیں پڑھتے یا کم از کم باجماعت نماز ادا کرنے کا ان کو خیال نہیں ہوتا۔ لیکن روزوں کے ایام میں وہ روزوں کی ایسی پابندی کریں گے کہ خواہ ڈاکٹر بھی ان کو کہہ دے کہ تمہارے حق میں روزہ اچھا نہیں اور تم خطرے میں پڑ جاؤ گے تب بھی روزہ ترک نہیں کریں گے حتیٰ کہ بیماری میں روزہ رکھیں گے۔“

روزہ رکھنے کی عمر:

پھر کئی ہیں جو چھوٹے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے ہیں حالانکہ ہر ایک فرض اور حکم کے لئے الگ الگ حدیں اور الگ الگ وقت ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک بعض احکام کا زمانہ چار سال کی عمر سے شروع ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا زمانہ سات سال سے بارہ سال تک ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا زمانہ پندرہ یا اٹھارہ

سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ میرے نزدیک روزوں کا حکم پندرہ سال سے اٹھارہ سال تک کی عمر کے بچے پر عائد ہوتا ہے اور یہی بلوغت کی حد ہے۔

### بچوں کو روزہ رکھانا:

میرے نزدیک اس سے پہلے بچوں سے روزے رکھوانا ان کی صحت پر بہت بُرا اثر ڈالتا ہے کیونکہ وہ زمانہ ان کے لئے ایسا ہوتا ہے جس میں وہ طاقت اور قوت حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ پس اس زمانہ میں کہ وہ طاقت اور قوت کے ذخیرہ کو جمع کر رہے ہوتے ہیں اس وقت ان کی طاقت کو دبانا اور بڑھنے نہ دینا ان کے لئے سخت مضر ہے۔

بارہ سال کی کم عمر کے بچے سے روزہ رکھوانا تو میرے نزدیک ایک جرم ہے اور بارہ سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچے کو اگر کوئی روزہ رکھواتا ہے تو غلطی کرتا ہے۔ پندرہ سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں روزے فرض سمجھنے چاہئیں۔

مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے ہمیں بھی روزہ رکھنے کا شوق ہوتا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں روزہ نہیں رکھنے دیتے تھے اور بجائے اس کے کہ ہمیں روزہ رکھنے کے متعلق کسی قسم کی تحریک کرنا پسند کریں ہمیشہ ہم پر روزہ کا رعب ڈالتے تھے۔

تو بچوں کی صحت کو قائم رکھنے اور ان کی قوت بڑھانے کے لئے روزہ رکھنے سے انہیں روکنا چاہئے۔ اس کے بعد جب ان پر وہ زمانہ آجائے جب وہ اپنی قوت کو پہنچ جائیں جو پندرہ سال کی عمر کا زمانہ ہے تو پھر ان سے روزے رکھوائے جائیں اور وہ بھی آہستگی کے ساتھ۔ پہلے سال جتنے رکھیں دوسرے سال اس سے کچھ زیادہ اور تیسرے سال اس سے زیادہ رکھوائے جائیں۔ اس طرح بتدریج اس وقت ان کو روزہ کا عادی بنایا جائے۔

### روزہ نہ رکھنے والے:

اس کے مقابل میں میرے نزدیک ایسے لوگ بھی ہیں جو روزہ کو بالکل معمولی حکم تصور کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی وجہ کی بناء پر روزہ ترک کر دیتے ہیں بلکہ اس خیال سے بھی کہ ہم بیمار ہو جائیں گے روزہ چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں کہ آدمی خیال کرے میں بیمار ہو جاؤں گا۔ میں نے تو آج تک کوئی ایسا

آدمی نہیں دیکھا جو یہ کہہ سکے کہ میں بیمار نہیں ہوں گا۔ پس بیماری کا خیال روزے ترک کرنے کی جائز وجہ نہیں ہو سکتا۔ پھر بعض اس عذر پر روزہ نہیں رکھتے کہ انہیں بہت بھوک لگتی ہے حالانکہ کون نہیں جانتا کہ روزہ رکھنے سے بھوک لگتی ہے جو روزہ رکھے گا اس کو ضرور بھوک لگے گی۔ روزہ تو ہوتا ہی اس لئے ہے کہ بھوک لگے اور انسان اس بھوک کو برداشت کرے۔ جب روزہ کی یہ غرض ہے تو پھر بھوک کا سوال کیسا۔ پھر کئی ہیں جو ضعف ہو جانے کے خیال سے روزہ نہیں رکھتے۔ حالانکہ کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جس کو روزہ رکھنے سے ضعف نہ ہوتا ہو۔ جب وہ کھانا پینا چھوڑ دے گا تو ضرور ضعف بھی ہو گا اور ایسا آدمی کوئی نہیں ملے گا جو روزہ رکھے اور ضعف نہ ہو۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 162-164)

”جن بچوں کے سینے چھوٹے اور کمزور ہوں ان کو روزوں پر مجبور کرنا بلکہ ان کو روزے رکھنے دینا بھی درست نہیں۔ ہاں پندرہ سال کی عمر سے ان کو عادت ڈلوانی اور مشق کروانی چاہئے خواہ ان کے قوی شہوانی بارہ برس کی عمر سے ہی بلوغت کو پہنچ گئے ہوں۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 164-165)

بچوں کے روزہ کے متعلق حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

”جب بچے کی ضروری قوتیں نشوونما پانچگی ہوں تو ہر سال کچھ نہ کچھ روزے رکھوانے چاہئیں تاکہ عادت ہو جائے مثلاً پہلے پہل ایک دن روزہ رکھو یا پھر دو تین چھوڑ دیے۔ پھر دوسری دفعہ رکھو یا۔ ایک چھڑو ادیا میرے نزدیک بعض بچے تو پندرہ سال کی عمر میں اس حد کو پہنچ جاتے ہیں کہ روزہ ان کے لئے فرض ہو جاتا ہے۔ بعض سولہ سے انیس اور حد بیس سال تک اس حالت کو پہنچتے ہیں۔ اس وقت روزہ رکھنا ضروری ہے پس یاد رکھو روزہ فرض ہونے کی حالت میں بلا وجہ روزہ نہ رکھنا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔“

(خطباتِ محمود جلد 10 صفحہ 118)

حضرت مصلح موعودؓ نے پہلا روزہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں رکھا چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں:

”مجھے جہاں تک یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ تیرہ سال کی عمر میں دی تھی... مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔“

(الفضل 19 نومبر 1940ء)

### مریض روزہ نہ رکھے۔ فدیہ روزہ

”رمضان کے لئے یہ شرط ہے کہ اگر انسان مریض ہو خواہ وہ مرض لاحق ہو یا ایسی حالت میں ہو جس میں روزہ رکھنا یقیناً مریض بنادے گا۔ جیسے حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت یا ایسا بوڑھا شخص جس کے قوی میں انحطاط شروع ہو چکا ہے یا پھر اتنا چھوٹا بچہ جس کے قوی نشوونما پارہے ہیں تو اسے روزہ نہیں رکھنا چاہئے اور ایسے شخص کو اگر آسودگی حاصل ہو تو ایک آدمی کا کھانا کسی کو دے دینا چاہئے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو نہ سہی ایسے شخص کی نیت ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے روزہ کے برابر ہے۔ اگر روک عارضی ہو اور بعد میں وہ دور ہو جائے تو خواہ فدیہ دیا ہو یا نہ دیا ہو روزہ بہر حال رکھنا ہو گا۔

فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہوتا بلکہ یہ تو محض اس بات کا بدلہ ہے کہ ان دنوں میں باقی مسلمان کے ساتھ مل کر اس عبادت کو ادا نہیں کر سکتا۔ یا اس بات کا شکرانہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عبادت کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ کیونکہ روزہ رکھ کر بھی فدیہ دینا مسنون ہے اور نہ رکھ کر بھی۔

روزہ رکھ کر جو فدیہ دیتا ہے وہ زیادہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ روزہ رکھنے کی توفیق پانے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جو روزہ رکھنے سے معذور ہو وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے دیتا ہے آگے یہ عذر دو قسم کے ہوتے ہیں عارضی اور مستقل۔ ان دونوں حالتوں میں فدیہ دینا بھی چاہئے۔ پھر جب عذر دور ہو جائے تو روزہ بھی رکھنا چاہئے۔ غرضیکہ خواہ کوئی فدیہ بھی دے دے لیکن سال دو سال، تین سال بعد جب بھی صحت اجازت دے اسے پھر روزہ رکھنا ہو گا۔ سوائے اس صورت کے کہ پہلے مرض عارضی تھا اور صحت ہونے کے بعد وہ ارادہ ہی کرتا رہا کہ آج رکھتا ہوں، کل رکھتا ہوں کہ اس دوران میں اس کی صحت پھر

مستقل طور پر خراب ہو جائے۔ باقی جو بھی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے ایام میں روزے رکھے۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 161-162)

### نزله میں روزہ

”میرے نزدیک نزله خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو ایسی بیماری ہے جس کا روزہ سے تعلق ہے اور ایسے لوگوں کے لئے جنہیں نزله ہوتا ہے روزے رکھنے بہت مُضر اور بڑے نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ نزله کے نتیجے میں انسان کو پیاس زیادہ لگتی ہے۔ اب روزے کے ساتھ جب وہ پیاس کو دبائے گا تو وہ اور بھی زیادہ بڑھے گی اور یہ نزله کے لئے بہت مُضر ہے۔ پس بسا اوقات بعض بیماریاں دیکھنے میں تو معمولی ہوں گی لیکن روزے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ان کا نقصان بہت بڑا ہو گا۔ اس لئے ایسی بیماری میں روزہ نہ رکھنا چاہئے۔“

(الفضل 11 اپریل 1935ء)

### امتحان دینے والے، مرضعہ، حاملہ اور بچے روزہ نہ رکھیں

قرآن کریم میں صرف بیمار اور مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز قرار دیا ہے۔ دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ کے لئے کوئی ایسا حکم نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیمار کی حد میں رکھا ہے۔ اسی طرح وہ بچے بھی بیمار کی حد میں ہیں جن کے اجسام ابھی نشوونما پارہے ہیں خصوصاً وہ جو امتحان کی تیاری میں مصروف ہوں۔ ان دنوں ان کے دماغ پر اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ بعض پاگل ہو جاتے ہیں۔ کئی ایک کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ پس اس کا کیا فائدہ ہے کہ ایک بار روزہ رکھ لیا اور پھر ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔“

(الفضل 1930ء-1931ء نمبر 88-جلد 18)

”بیماروں کے لئے روزہ معاف ہے۔ یا عورت دودھ پلاتی ہو اور روزہ سے اس کے دودھ کو نقصان ہوتا ہو تو شریعت نے اس کے لئے آسانی رکھی ہے۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 166-167)

کن بیماریوں میں روزہ رکھا جاسکتا ہے؟

فرمایا:

”بعض بیماریاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں انسان سارے کام کر لیتا ہے مثلاً پُرانی بیماریاں ہیں ان میں انسان سب کام کرتا رہتا ہے۔ ایسا بیمار، بیمار نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک دفعہ یہ فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا اس ملازم کا سفر، سفر شمار کیا جائے گا جو ملازم ہونے کی وجہ سے سفر کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا سفر، سفر نہیں گنا جاسکتا۔ اس کا سفر تو اس کی ملازمت کا حصہ ہے۔ اسی طرح بعض ایسی بیماریاں ہوتی ہیں جن میں انسان سارے کام کرتا رہتا ہے۔

فوجیوں میں بھی ایسے ہوتے ہیں جو ان بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں مگر وہ سارے کام کرتے رہتے ہیں۔ چند دن پیچش ہو جاتی ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے کام کرنا چھوڑ نہیں دیتے۔ پس اگر دوسرے کاموں کے لئے وقت نکل آتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسا مریض روزے نہ رکھ سکے؟ اس قسم کے بہانے محض اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل روزہ رکھنے کے خلاف ہوتے ہیں۔ بے شک یہ قرآنی حکم ہے کہ سفر کی حالت میں اور اسی طرح بیماری کی حالت میں روزے نہیں رکھنے چاہئیں اور ہم اس پر روزہ دیتے ہیں تا قرآنی حکم کی پتک نہ ہو مگر اس بہانہ سے فائدہ اٹھا کر جو لوگ روزہ رکھ سکتے ہیں اور پھر وہ روزہ نہیں رکھتے یا ان سے کچھ روزے رہ گئے ہوں اور وہ کوشش کرتے تو انہیں پورا کر سکتے تھے لیکن وہ ان کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو وہ ایسے ہی گنہگار ہیں جس طرح وہ شخص گنہگار ہے جو بلا عذر رمضان کے روزے نہیں رکھتا۔ اس لئے ہر احمدی کو چاہئے کہ جتنے روزے اس نے کسی غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے نہیں رکھے وہ انہیں بعد میں پورا کرے یا اگر اس کے کچھ روزے غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے پانچ چھ سال سے رہ گئے ہوں تو وہ انہیں بھی پورا کرے تا عذاب سے بچ جائے۔

یہ کوئی بڑی قربانی نہیں بلوغت کے زمانہ کے بعد کے جتنے روزے رہ گئے ہوں وہ بڑھاپے سے پہلے پہلے پورے کرنے چاہئیں محض اس قرضہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ پچھلے روزے معاف ہو جاتے ہیں۔

اگر بیماری کی سہولت سے فائدہ اٹھایا تھا تو اسے چاہئے کہ اپنے چھوٹے ہوئے روزے پورے کرے۔ سارا سال ہی اس کی یہ حالت نہیں رہتی کہ وہ روزے نہ رکھ سکے۔ کوئی نہ کوئی زمانہ ایسا آتا ہے جب انسان روزے رکھ سکتا ہے اگر وہ گرمیوں میں روزے نہیں رکھ سکتا تو سردیوں میں رکھ لے۔

بعض فقہاء کا یہ خیال ہے کہ پچھلے سال کے چھوٹے ہوئے روزے دوسرے سال نہیں رکھ سکتے لیکن میرے نزدیک اگر کوئی لاعلمی کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکا تو لاعلمی معاف ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر اس نے دیدہ دانستہ روزے نہیں رکھے تو پھر اس پر قضا نہیں۔ لیکن اگر بھول کر روزے نہیں رکھے یا اجتہادی غلطی کی بناء پر اس نے روزے نہیں رکھے تو میرے نزدیک وہ دوبارہ رکھ سکتا ہے۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 167-168)

روزہ کس حالت میں چھوڑا جاسکتا ہے

فرمایا:

”روزہ ایسی حالت میں ہی ترک کیا جاسکتا ہے کہ آدمی بیمار ہو اور وہ بیماری بھی اس قسم کی ہو کہ اس میں روزہ رکھنا مضرت ہو کیونکہ شریعت کے احکام بیماری کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتے ہیں مثلاً ایک بیمار کے لئے اجازت ہے کہ وہ تیمم کرے لیکن کسی کی بیماری اس قسم کی ہو کہ وضو کرے تو اسے فائدہ ہوتا ہو۔ تو باوجود بیمار ہونے کے اس کے لئے تیمم جائز نہیں ہوگا۔ اسی طرح وہ بیماری کہ جس پر روزہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا اس کی وجہ سے روزہ ترک کرنا جائز نہیں ہوگا۔“

بیماری سے مراد وہی بیماری ہوگی جس کا روزہ سے تعلق بھی ہو اور ایسی حالت میں خواہ بیماری کتنی خفیف کیوں نہ ہو اس میں مبتلا روزہ ترک کر سکتا ہے کیونکہ جب روزہ کا مضرت اثر اس بیماری پر پڑتا ہے تو وہ بڑھ جائے گی۔

پس جس مرض پر کہ روزے کا بدار اثر پڑتا ہو خواہ وہ نزلہ ہی ہو ایسے مرض میں خواہ وہ خفیف ہی ہو روزہ رکھنا جائز نہیں اور اگر کوئی روزہ رکھے تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے بدلے اس کو پھر روزہ رکھنا پڑے گا۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 168-169)

### مسافر اور مریض روزہ نہ رکھیں

”مسافر اور بیمار کے لئے روزہ رکھنا ایسا ہی بے ہودہ ہے جیسا حائضہ کے لئے روزہ رکھنا اور کون نہیں جانتا کہ حائضہ کا روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں بلکہ بے وقوفی اور جہالت ہے اور بعض تو شاید اس بات پر ناراض ہی ہو جائیں کہ دین کا استخفاف کیا جا رہا ہے۔ بعینہ یہی حال بیمار اور مسافر کا ہے۔ اس کے لئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ اسی طرح بوڑھا جس کے قویٰ مضحل ہو چکے ہیں اور روزہ اسے زندگی کے باقی اشغال سے محروم کر دیتا ہے اس کے لئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ پھر وہ بچہ جس کے قویٰ نشو و نما پارے ہیں اور آئندہ پچاس ساٹھ سال کے لئے طاقت کا ذخیرہ جمع کر رہے ہیں اس کے لئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں ہو سکتا۔ مگر جس میں طاقت ہے اور جو رمضان کا مخاطب ہے وہ اگر روزہ نہیں رکھتا تو گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔“

(الفضل 2/ فروری 1933ء)

### ماہ رمضان کی فضیلت مسافر کون؟

”یہ زمانہ روحانی ترقیات کا ہے اور اور روحانی ترقیات میں روزے ضروری ہیں اس لئے ان کو مت چھوڑو۔ دعاؤں کے ذریعہ قرب تلاش کرو۔ ہاں جو بیمار ہیں جن کو عرف میں بیمار کہتے ہیں اور جو سفر میں ہوں ان کے لئے بھی روزے معاف نہیں۔ وہ دوسرے ایام میں رکھیں۔ اگر تندرست سے تندرست شخص بھی طبیب کے پاس جائے تو وہ کوئی نہ کوئی مرض تلاش کر کے بتائے گا۔ ایسا مرض نہیں بلکہ عرف میں جس کو مرض کہتے ہیں وہ مرض ہوتا ہے اور اسی طرح سفر بھی وہ جو اتفاقی طور پر پیش آئے۔ لیکن جو شخص تاجر ہے یا جو غلام ہے اور اس کا کام ہے کہ وہ دورہ کرے یہ سفر نہیں۔“

سفر اتفاقی سفر کو کہتے ہیں جس کو مستقل سفر پیش رہے وہ مسافر نہیں جیسے پھیری والا۔ زمیندار کہتے ہیں کہ ہمیں کام سخت کرنا پڑتا ہے ہم نہیں روزہ رکھ سکتے سوان کو معلوم ہو کہ ان کا جو کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے لئے جسمانی تکلیف کم ہو گئی ہے۔ اس سخت کام کے باعث ان کے پٹھوں کی جس کم ہو گئی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ ایک دماغی کام کرنے والا اگر آپریشن کرائے تو اس کے لئے کلورافارم کی ضرورت ہوتی ہے اور زمیندار کہہ دیتا ہے کہ کلورافارم کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ کہ دماغی کام کرنے والے کی جس تیز ہے اور اس کی کمزور۔ پس دماغی کام کرنے والے جو ہیں وہ اس محنت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے

دھوپ سے بچ کر کام کرتے ہیں اور زمینداروں کو جسمانی کام کرنا پڑتا ہے اس لئے اگر وہ روزہ رکھیں تو ان کی سختی پسند حالت کے باعث ان کے لئے کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ پڑھنے والا پڑھ کر کمزور ہو گیا ہے اور زمیندار کو مضبوط بنایا گیا ہے اس لئے اس قدرت کے سامان کے ماتحت زمینداروں کے لئے روزہ کچھ مشکل نہیں۔“

(خطبہ جمعہ 11/ جون 1920ء)

فرمایا:

”سوال پیش کیا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روزہ کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

ادھر الفضل میں میرا اعلان شائع کیا گیا ہے کہ احمدی احباب جو جلسہ سالانہ پر آئیں وہ یہاں آکر روزے رکھ سکتے ہیں مگر جو نہ رکھیں اور بعد میں رکھیں ان پر کوئی اعتراض نہیں۔

اس کے متعلق اول تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا کوئی فتویٰ الفضل میں شائع نہیں ہوا ہاں ایک فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا میری روایت سے چھپا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ زمانہ خلافت کے پہلے ایام میں میں سفر میں روزہ رکھنے سے منع کیا کرتا تھا کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تھا کہ آپ مسافر کو روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مرزا یعقوب بیگ صاحب رمضان میں آئے اور انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا لیکن عصر کے وقت جبکہ وہ آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہہ کر روزہ کھلا دیا کہ سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ اس پر اتنی لمبی بحث اور گفتگو ہوئی کہ حضرت خلیفہ اول نے سمجھا کہ شاید کسی کو ٹھوکر لگ جائے اس لئے آپ ابن عربی کا ایک حوالہ دوسرے دن تلاش کر کے لائے کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اس واقعہ کا مجھ پر یہ اثر تھا کہ میں سفر میں روزہ رکھنے سے روکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک رمضان مولوی عبداللہ صاحب سنوری یہاں رمضان گزارنے کے لئے آئے تو انہوں نے کہا۔ میں نے سنا ہے آپ باہر سے یہاں آنے والوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں مگر میری روایت ہے کہ یہاں ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں ٹھہرنا ہے اس دوران میں روزے

رکھوں یا نہ رکھوں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں آپ روزے رکھ سکتے ہیں کیونکہ قادیان احمدیوں کے لئے وطن ثانی ہے۔ گو مولوی عبداللہ صاحب مرحوم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے مقرب تھے مگر میں نے صرف ان کی روایت کو قبول نہ کیا اور لوگوں کی اس بارے میں شہادت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان کی رہائش کے ایام میں روزہ رکھنے کی اجازت دیتے تھے۔ البتہ آنے اور جانے کے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس وجہ سے مجھے پہلا خیال بدلنا پڑا۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 156-158)

### سفر اور روزہ

فرمایا:

”بیمار اگر کہتا ہے کہ میں روزہ رکھ سکتا ہوں اور رکھتا ہے تو بُرا کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص سفر کرتا ہے اور روزہ رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعام کر رہا کرتا ہے۔  
سفر کے متعلق میرا عقیدہ اور خیال یہی ہے ممکن ہے بعض فقہاء کو اس سے اختلاف ہو کہ جو سفر سحری کے بعد شروع ہو کر شام کو ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ سفر میں روزہ رکھنے سے شریعت روکتی ہے مگر روزہ میں سفر کرنے سے نہیں روکتی۔ پس جو سفر روزہ رکھنے کے بعد شروع ہو کر افطاری سے پہلے ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ روزہ میں سفر ہے سفر میں روزہ نہیں۔“

(الفضل 25 ستمبر 1942ء)

سامعین! حضورؐ سے کچھ لوگوں نے بیماری اور سفر میں روزے کی بابت کچھ سوالات کیے جن کے جواب حضورؐ نے کچھ اس طرح ارشاد فرمائے۔

محمد الدین صاحب دیہاتی چٹھی رساں نے روزہ کے متعلق پوچھا کہ میں بوجہ سفر روزہ نہیں رکھ سکتا۔  
فرمایا: جن کی ملازمت سفر کی ہو ان کو روزہ معاف نہیں ہو سکتا۔ اگر بیمار ہو جائے تو اور بات ہے۔

(الفضل 15 جولائی 1915ء)

ایک صاحب نے لکھا کہ مجھے صبح سات بجے سے شام کے چار بجے تک پہاڑوں پر دورہ کرنا پڑتا ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے اس لئے ماہ رمضان میں کوئی روزہ نہیں رکھ سکتا۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے کیا ملازمت چھوڑ دوں؟

حضور نے لکھوایا کہ روزہ رکھنا چاہئے۔ اب اتنے دنوں زیادہ خرچ برداشت کر کے سواری کا کوئی انتظام کر لیں۔ روزہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔

(الفضل 22/ مئی 1922ء)

سوال کیا گیا کہ کیا ذیابیطس کا مریض روزہ رکھ سکتا ہے؟

فرمایا:۔ بیماری میں روزہ جائز نہیں اور ذیابیطس کے لئے تو بہت ہی مضر ہے۔

(الفضل 15/ جولائی 1915ء)

سوال کیا کہ گزشتہ سال روزے رکھنے کے نتیجہ میں مجھے کچھ حرارت رہنے کی تکلیف ہو گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے روزے کی خشکی کی وجہ قرار دیا کہ جگر کو گرمی پہنچی ہے۔ گرمیوں میں تکلیف زیادہ ہو گئی۔ اگرچہ اب بھی پیشاب زردی مائل آتا ہے۔ آنکھوں میں جلن کی سی کیفیت رہتی ہے ان حالات میں کیا اس دفعہ روزے رکھوں یا نہ رکھوں؟

فرمایا: نہ رکھیں اور فدیہ دے دیں۔

(فرمودات مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 165-166)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ سورۃ البقرہ کی آیت 184 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ“ اور فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کے الفاظ صاف طور پر بتاتے ہیں کہ یہ روزے جن کا حکم دیا جا رہا ہے نقلی نہیں بلکہ واجب؟ واجب ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر ہو تو اسے بہر حال بعد میں اس تعداد کو پورا کرنا ہو گا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب رمضان کے دنوں میں بیمار تھا یا سفر پر گیا ہوا تھا تو اب رمضان کے بعد میں کیوں روزے رکھوں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ كُنْتُمْ عَلَىٰ سِيمَاءٍ میں رمضان المبارک کے روزوں کا ذکر نہیں بلکہ صرف عام طور پر روزے رکھنے کا ذکر ہے وہ غلطی پر ہیں۔ اگر ان کی یہ بات صحیح ہو تو فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کا کوئی مطلب ہی نہیں رہتا۔ اول تو أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ

سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صرف ایسے ہی روزوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کے لئے شریعت کی طرف سے بعض ایام مقرر ہیں۔ دوسرے ایام آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایام کسی خاص مہینہ سے متعلق ہیں۔ پس کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ سے عام نفلی روزے مراد لینا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔“

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 178)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کو صحیح رنگ میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)



﴿مشاہدات-1103﴾

﴿17﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات و ارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ ثُمَّ أَتُمُوا الصِّيَامَ إِلَىٰ  
الْأَيْلِ ۚ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ ۚ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لِيَتِيهِ  
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (البقرہ: 188)

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر (کے ظہور) کی وجہ سے (صبح کی) سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے تمہارے لئے ممتاز ہو جائے۔ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔ اور ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔

(بخاری کتاب الصوم باب بركة السحور و مسلم)

تیری رضا کا ہوں میں طلب گار ہر گھڑی  
گر یہ ملے تو جانوں کہ سب کچھ ملا مجھے

سامعین کرام! ہمیں! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

## رمضان کا چاند و سورج سے تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ فرماتے ہیں:

”رمضان کا چاند اور سورج دونوں سے ہی تعلق ہے۔ رمضان کا آغاز چاند دیکھ کر کیا جاتا ہے لیکن سحر و افطار کی تعیین سورج سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم بیان کرتا ہے سورج اور چاند دونوں ہی حساب کے لئے مفید ہیں اور دوسری طرف عقلی طور پر بھی اگر دیکھا جائے تو ان دونوں میں فوائد نظر آتے ہیں۔ چنانچہ وقت اور زمانہ کی تعیین کے لحاظ سے سورج مفید ہے اور عبادتوں کو شرعی طریق پر چلانے کے لئے چاند مفید ہے اس لئے کہ چاند کے لحاظ سے موسم بدلتے رہتے ہیں اور انسان سال کے ہر حصہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا قرار پاسکتا ہے۔ مثلاً رمضان ہے اب اس کا انحصار چونکہ قمری مہینوں پر ہے اس لئے 36 سال میں ایک دور ختم ہو جاتا ہے اور سال کے بارہ مہینوں میں ہی رمضان کے ایام آجاتے ہیں، کبھی جنوری میں آجاتا ہے، کبھی فروری میں آجاتا ہے، کبھی مارچ میں آجاتا ہے، کبھی اپریل میں آجاتا ہے غرض وہ کبھی کسی مہینہ میں آجاتا ہے اور کبھی کسی مہینہ میں اور اس طرح سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں ہر دن ایسا ہوتا ہے جس میں انسان نے روزہ رکھا ہوتا ہے لیکن اگر قمری مہینوں کی بجائے شمسی مہینوں پر روزے مقرر ہوتے تو اگر ایک دفعہ جنوری میں روزے آتے تو پھر ہمیشہ جنوری میں ہی روزے رکھنے پڑتے اور اس طرح عبادت کو وسعت حاصل نہ ہوتی۔ پس عبادت کو زیادہ وسیع کرنے کے لئے اور اس غرض کے لئے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر لحظہ کے متعلق یہ کہہ سکے کہ وہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارا ہے، عبادت کا انحصار قمری مہینوں پر رکھا گیا ہے، لیکن وقت کی تعیین صحیح کے لئے سورج مفید ہے اور سال کے اختتام یا اس کے شروع ہونے کے لحاظ سے انسانی دماغ سورج سے ہی تسلی پاتا ہے۔“

(سیر روحانی صفحہ 79)

حضورؐ سے کچھ لوگوں نے سوال کیے کہ

رمضان کا روزہ پیر سے شروع ہے ایک شخص نے اس خیال سے روزہ نہیں رکھا کہ چاند اتوار کو ابر کے باعث

نظر نہیں آیا؟

جواب:- اس کے عوض رمضان کے بعد رکھ لیوے۔

(الفضل 18 جولائی 1916ء۔ نمبر 4)

محمد طاہر صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ پاڈانگ کے سوالوں کے جوابات جو حضور ایدہ اللہ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرما۔

سوال:- کیا اس ملک میں جہاں پر عموماً چاند دکھائی نہیں دیتا روزہ اہل فلک کے حساب کے مطابق رکھا جاسکتا ہے؟

مثلاً ساٹرا و جاوا میں عام طور پر لوگ اہل فلک کے حساب کے مطابق روزہ رکھتے ہیں کیونکہ وہاں پہاڑ اور بادل کی وجہ سے عموماً چاند دکھائی نہیں دیتا اور اس ملک میں جہاں پر چھ مہینہ دن اور چھ مہینہ رات ہوتے ہیں جیسا North Pole میں کس طرح روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ اگر وہاں بھی روزہ رکھا جاسکتا ہے تو سحری اور افطار کا کیا حساب ہو گا؟

جواب:- جہاں چاند نکلتا ہے وہاں یہ حساب ہو گا کہ چاند دیکھنے پر روزہ اور عید ہو اگر 29 دن کے بعد چاند نکلتا ہے اور اگر 30 دن ہو جائیں تو پھر بغیر دیکھے حساب پر روزہ رکھنا یا عید کرنا اسلامی تعلیم کے مطابق ہیں۔ جہاں چاند نہیں نکلتا وہاں روزہ 12 گھنٹہ کا دن فرض کر کے ہو گا۔

چونکہ بیرون جات سے یہ خبریں پہنچتی ہیں کہ پہلا روزہ ہفتہ کا ہے بلکہ ایک دوست جو آلہ آباد کے علاقہ سے آئے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ وہاں میں نے خود چاند دیکھا ہے اور لوگوں نے دیکھ کر ہفتہ کا روزہ رکھا۔ اس لئے حضور نے پسند فرمایا کہ جمعرات کے دن بیسویں تاریخ قرار دے کر اسی روز اعتکاف بیٹھ جاویں۔ علاقہ نظام (حیدرآباد دکن) میں تو جمعہ کے روز پہلا روزہ ہو۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 155-156)

جسے ماہ رمضان کا علم نہ ہو سکا

امریکہ کے نو مسلم بشیر الدین صاحب نے اپنے خط میں پوچھا کہ اس وقت میں روزے رکھ رہا ہوں کو مجھے صحیح علم نہیں کہ رمضان کس تاریخ کو شروع ہوا۔ میں نے روزے گزشتہ ماہ کی 21 تاریخ کو شروع کئے تھے اور اس ماہ کی 20 تاریخ تک رکھوں گا؟

جواب:- آپ کا خط ملا اس بات کو معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ آپ روزے رکھ رہے ہیں۔ رمضان المبارک 5 مئی سے 2 جون تک رہا اور 3 جون کو عید ہوئی۔ لیکن جس شخص کو علم نہ ہو وہ جس وقت بھی روزے رکھے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی مقبول ہیں۔ کیونکہ ہمارا خدا ہمارے علم کے مطابق ہم سے معاملہ کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے علم کے مطابق ہم سے معاملہ کرے تو دنیا کا کوئی انسان بھی نجات نہ پاتا۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 171)

### رمضان کا فدیہ

سامعین! جو لوگ بیمار ہیں یا کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے وہ فدیہ ادا کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؑ سے کسی نے پوچھا کہ میری بیوی دائم المرض ہے روزہ نہیں رکھ سکتی۔ اس کا فدیہ یہیں کسی کو کھلا دیں یا اس کی قیمت قادیان بھیج دیں؟

آپ نے فرمایا: خواہ یہاں بھیج دیں خواہ وہیں مستحق مساکین کو کھلا دیں جن میں احمدی وغیر احمدی کی کوئی تخصیص نہیں۔

آپ نے فدیہ دے دیا ٹھیک کیا۔ اگر کسی وقت طاقت روزے کی ہو تو روزہ رکھنا۔ فدیہ قربانی کہلائے گی فرض نہیں کہلائے گی۔ اگر روزے کے ساتھ انسان فدیہ کی طاقت رکھتا ہے تو فدیہ بھی ساتھ ساتھ ضرور دے۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 172)

### چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا

حضرت مصلح موعودؑ کا ایک ارشاد ہے کہ اگر روزے کسی جائز عذر کی وجہ سے رہ گئے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ اس عذر کے دُور ہونے پر اسے روزوں کی توفیق عطا فرمادے تو وہ جس قدر ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کر سکتا ہو اسے تھوڑے تھوڑے کر کے ان روزوں کو رکھ لینا چاہیے۔

(ماخوذ از الفضل 8 مارچ 1961ء صفحہ 2-3)

حضرت مصلح موعودؒ فرماتے ہیں:

”میں نے خود دیکھا ہے کہ صحت کی حالت میں جب روزے رکھے جائیں تو دورانِ رمضان میں بے شک کچھ کوفت محسوس ہوتی ہے مگر رمضان کے بعد جسم میں ایک نئی قوت اور تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا احساس ہونے لگتا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 375)

### نماز تراویح

نماز تراویح کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ قیام رمضان جسے عوام الناس تراویح کہتے ہیں کوئی الگ نماز نہیں وہی تہجد کی نماز ہے جسے متقی مسلمان بارہ مہینے پڑھتے ہیں۔ ہاں رمضان میں زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ اول طریق یہ ہے کہ تہجد اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں۔

ب۔ لیکن عام طور پر یہی مناسب ہے کہ اگر کوئی حافظ میسٹر ہو تو سحری کھانے سے پہلے پچھلی رات باجماعت ادا کر لیں۔ کیونکہ بعض لوگ اکیلے اکیلے پڑھنے میں سستی کرتے ہیں۔

ج۔ اگر پچھلی رات نہیں پڑھی جاسکتی تو عشاء کی نماز کے بعد نماز پڑھ لیا کریں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں صحابہ کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔

د۔ مگر آج کل جو رسم کے طور پر تراویح پڑھی جاتی ہے اس سے حتیٰ الوسع احتراز لازم ہے۔

ہ۔ 11 رکعت مع وتر۔

و۔ تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہے۔ بعض لوگ جو ان کو دو الگ عبادتیں خیال کر کے دونوں کو ادا کرتے ہیں یہ غلطی ہے۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 169-170)

نماز تراویح میں غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر لقمہ دینا  
فرمایا:

رمضان شریف میں تراویح کے لئے کسی غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر حافظ کو بتلانے کے متعلق دریافت کیا گیا  
تو حضور نے فرمایا:

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ اس کے متعلق نہیں دیکھا۔ اس پر مولوی محمد اسماعیل  
صاحب مولوی فاضل نے کہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے جائز قرار دیا ہے۔  
فرمایا جائز ہے تو اس سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے اور اس کے لئے یہ انتظام بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص  
تمام تراویح میں بیٹھ کر نہ سنتا رہے بلکہ چار آدمی دو دو رکعت کے لئے سنیں اس طرح ان کی بھی چھ چھ  
رکعتیں ہو جائیں گی۔

عرض کیا گیا کیا فقہ اس صورت کو جائز ٹھہراتی ہے؟

فرمایا:۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن کریم سننے کی عادت ڈالی جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ  
السلام کا یہ فتویٰ تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہے جیسے کوئی کھڑا ہو نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر ہی پڑھ  
لے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے۔ یا جس طرح کسی شخص کے کپڑے کو غلاظت لگی ہو اور وہ  
اسے دھونے سکے تو اسی طرح نماز پڑھ لے۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں بلکہ ضرورت کی بات ہے۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 170)

## اعتکاف

فرمایا:

”اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں۔ کبھی دس دن ہو جاتے ہیں اور کبھی گیارہ“

(الفضل جلد 2 نمبر 64 مورخہ 12، نومبر 1914ء صفحہ نمبر 12 زیر عنوان، ضمیمہ درس صفحہ 84)

آیت کریمہ وَلَا تُبَاسِئُوا وُهْنًا وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ۔ (سورۃ البقرۃ: 188)

یعنی اور ان سے (اپنی بیویوں سے) ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو، کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”اس کے متعلق اختلاف ہوا ہے کہ آیا اعتکاف کی وجہ سے مباشرت ممنوع قرار دی گئی ہے یا مسجد کی حرمت کی وجہ سے۔ میرے نزدیک اعتکاف کی وجہ سے مباشرت سے نہیں روکا گیا بلکہ مسجد کے احترام کی وجہ سے روکا گیا ہے جس کی طرف وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں کہ مباشرت کی نفی اعتکاف کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مساجد کی وجہ سے ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مباشرت لمس کو بھی کہتے ہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہؓ ایسی حالت میں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوتے تھے آپؐ کا سر بھی پانی سے دھو دیتی تھیں اور بالوں کی کنگھی بھی کر دیا کرتی تھیں (بخاری ابواب الاعتکاف) پس اس جگہ مباشرت کی نہی سے محض مخصوص تعلقات یا اس کے مبادی مراد ہیں، جسم کو چھونا مراد نہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 413-412)

کسی نے حضرت مصلح موعودؓ سے سوال کیا کہ کیا گھر میں اعتکاف ہو سکتا ہے؟

آپؓ نے فرمایا: مسجد کے باہر اعتکاف ہو سکتا ہے مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا۔

(فرمودات مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 171)

سامعین! اب بعض مسائل رمضان کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات پیش ہیں:

1- چاند کے بارہ میں تاریخ معتبر ہے۔ اعتبار کی وہی صورت ہے جو عام معاملات میں ہوتی ہے۔ ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسروں پر حجت ہے جب تک اختلاف مطالع نہ ہو۔

2- روزے کے لئے نیت ضروری ہے۔ بغیر نیت روزے کا ثواب نہیں۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔

(ب) افق مشرق پر سیاہ دھاری سے سفید دھاری شمالاً جنوباً ظاہر ہونے تک کھانا پینا جائز ہے۔

اگر اپنی طرف سے احتیاط ہو اور بعد میں کوئی کہے کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو گئی تھی۔ تو روزہ

ہو جاتا ہے۔

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے اور نماز فجر میں پچاس آیت پڑھنے تک وقفہ ہوتا تھا۔

(و) پوپھٹنے کے بعد تک جم نبی رہنا منع نہیں۔

3- اپنی بیوی کے بوسے، مباشرت بغیر جماع، احتلام، مسواک خشک یا تر، آنکھوں میں دوائی ڈالنے، خوشبو سونگھنے، بلغم حلق میں چلے جانے، گردوغبار حلق میں پڑ جانے، کلی کرنے، بھول کر کھاپنی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ سرمہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ دن کو لگانا مکروہ ہے۔

4- جماع (خواہ بغیر انزال ہو) کلی کرتے ہوئے پانی اندر چلے جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔  
 عمدہ جماع سے 60 روزے یا ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ضروری ہے۔ جسے غروب آفتاب کے متعلق غلطی کا علم بعد میں معلوم ہو وہ اس روزہ کو پھر رکے۔

5- بیہوشی حمل، ارضاع (دودھ پلانا) جیل خانہ عذر ایسے ہیں کہ بعد میں لازم ہے۔ حاملہ مرضعہ کو وقت نہ ملے تو فدیہ طعام مسکین دے۔ مسافر دوسرے وقت میں روزہ رکھے۔ سات کو سفر ہے۔ مگر جس کا فرض منہی یا پیشہ سفر ہو وہ مسافر نہیں۔ مریض صحت یاب ہو کر روزہ رکھے۔ مرض کی تحدید نہیں۔ دائم المریض، شیخ فانی ہر روزہ پر ایک مسکین کو دونوں وقت کھانا کھلائے۔ کھانا اپنی حیثیت کو مد نظر رکھ کر مہینے کے خرچ کا اوسط جو ایک دن پر پڑے۔ جو کام بطور پیشہ کئے جاتے ہیں ان کے عذر سے روزہ چھوڑنے کا حکم نہیں۔

عورت بحالت حیض روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کرے۔ استحاضہ والی روزہ رکھے۔

6- روزہ کھولنے کے وقت یہ دعا پڑھی جاوے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صَبِيْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ - ذَهَبَ الظَّنُّ وَاَبْتَلَتِ الْعُرْوَةُ

7- روزہ طاق کھجور سے یا پانی سے کھولنا مستحب ہے۔

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 159-160)

## صدقۃ الفطر

حضرت مصلح موعودؒ فرماتے ہیں:

”ہر عید کے موقع پر رمضان کے بعد عید کی نماز سے پہلے ہر مؤمن کے لئے فرض ہے کہ وہ کم از کم ڈیڑھ سیر گندم یا اور مناسب غلہ خدا کے لئے غرباء کی امداد کی خاطر دے۔ خواہ غریب ہو یا امیر۔ غریب اس میں سے دے جو اس کو اس دن ملا ہو اور امیر اس میں سے دے جو اس نے پہلے سے کما چھوڑا ہو۔“

(فرمودات مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 172)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا غیر احمدی کو صدقۃ فطر نہیں دینا چاہئے خواہ کیسا ہی بے کس اور غریب ہو؟

آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ ”دینا چاہئے۔ ہاں اگر جمع کرنے اور تقسیم کرنے کا کوئی انتظام ہو تو اس میں شامل ہونا چاہئے۔“

(فرمودات مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 172-173)

## صدقۃ الفطر غیروں کو دے سکتے ہیں، سیدوں کو نہیں

فرمایا: ”جہاں تک ہو سکے رمضان سے عملی سبق لینا چاہئے۔ یہاں کے لوگ یہاں صدقہ کر سکتے ہیں اور باہر کے باہر۔ یہ شرط نہیں ہے کہ اپنے ہی ہاں دیا جائے۔ غیروں کو بھی دینا چاہئے۔ غیروں کو بلکہ ضرور ہی دینا چاہئے تا خدا کی مخلوق سے ہمدردی عام ہو۔“

میرے نزدیک کٹے بلیلاں اور چوہے بھی مستحق ہیں کہ ان کو بھی کھلانا پلانا چاہئے۔ یہ تو صدقہ کے متعلق تھا مگر ایک بات اور بھی یاد رکھو۔ ایک جماعت ہے جو صدقہ نہیں کھا سکتی وہ محتاج ہے، غریب ہے، نادار ہے۔ اس کی بھی مدد کی صورت نکالنی چاہئے۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ مستحق ہیں وہ سیدوں کی جماعت ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسل کو صدقہ سے منع فرمایا ہے۔ بعض نے کہا ہے اب سیدوں کے لئے صدقہ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ نادار ہیں مگر میرے نزدیک درست نہیں۔ جس بات سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس کو جائز کیا جائے۔ صدقہ کے علاوہ اور بھی طریق ہو سکتے ہیں جن سے ان کی مدد ہو سکتی ہے اور اس طرح محبت بھی بڑھ سکتی ہے وہ ہدایہ کا طریق ہے۔

پس سیدوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق نسبتی ہے اس لئے جہاں میں آپ لوگوں کو صدقات کی طرف متوجہ کرتا ہوں وہاں یہ بھی بتاتا ہوں کہ میں نہیں چاہتا کہ صدقہ کسی فتویٰ سے سیدوں کے لئے جائز کر دیا جائے۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 173)

### رویت ہلال

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دور میں رویت ہلال کے بارے میں شہادتوں کے ذریعے عید کے اعلان کا بھی ذکر ملتا ہے۔ آپ عید کے موقع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لاہور فون سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہاں جالندھر سے رپورٹ آئی ہے کہ شملہ میں لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہے اسی طرح معلوم ہوا کہ سولن پہاڑ پر بھی اور بمبئی میں بھی چاند دیکھا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چاند بہت کم اونچا تھا۔ قادیان کے احمدی دوست چونکہ اس وقت دعائیں مشغول تھے اس لئے وہ چاند دیکھ نہ سکے اور باہر بھی تھوڑے تھوڑے غبار کی وجہ سے نظر نہ آیا۔ مگر پہاڑوں پر چونکہ اتفاقاً مطلع صاف تھا اس لئے وہاں کے رہنے والوں نے چاند کو دیکھ لیا چنانچہ اس بارے میں جتنی رپورٹیں آئیں ان میں سے اکثر پہاڑی مقامات کی ہیں سوائے کپور تھلہ کے بعض نے وہاں بھی چاند دیکھ لیا تھا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اکتوبر 1943ء)

### اگر عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں

فرمایا:

”شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو جائز ہے کہ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھ لی جائے۔ لیکن یہ بھی جائز ہے کہ عید اور جمعہ دونوں ہی پڑھ لئے جائیں۔ کیونکہ ہماری شریعت نے ہر امر میں سہولت کو مد نظر رکھا ہے۔ چونکہ عام نمازیں اپنے اپنے محلوں میں ہوتی ہیں لیکن جمعہ کی نماز میں سارے شہر کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عید کی نماز میں بھی سب لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دن میں دو ایسے اجتماع جن میں دور دور سے لوگ آکر شامل ہوں مشکلات پیدا کر سکتا ہے اس لئے شریعت نے اجازت دی ہے کہ اگر لوگ برداشت نہ کر سکیں تو جمعہ کی بجائے ظہر پڑھ لیں۔ بہر حال اصل

غرض شریعت کی یہ ہے کہ مسلمان اپنی زندگی میں زیادہ سے زیادہ عرصہ کے لئے اکٹھے بیٹھ سکیں کیونکہ اسلام صرف دل کی صفائی کے لئے نہیں آیا۔ اسلام قومی ترقی اور معاشرت کے ارتقاء کے لئے بھی آیا ہے اور قوم اور معاشرت کا پتہ بغیر اجتماع میں شامل ہونے کے نہیں لگ سکتا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 اگست 1956ء بحوالہ المصلح کراچی 20 اکتوبر 1956ء)

حضرت مصلح موعودؑ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 11 فروری 1938 میں جمعہ کے روز دو عیدوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”رسول کریمؐ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب جمعہ اور عید جمع ہو جائیں تو اجازت ہے کہ جو لوگ چاہیں جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کر لیں مگر فرمایا ہم تو جمعہ ہی پڑھیں گے۔ کل بھی میرے پاس ایک مفتی صاحب کا فتویٰ آیا تھا کہ بعض دوست کہتے ہیں اگر جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ہو جائے تو قربانیوں میں ہم کو سہولت ہو جائے گی اور انہوں نے اس قسم کی حدیثیں لکھ کر ساتھ ہی بھجوا دی تھیں۔ میں نے ان کو یہی جواب دیا تھا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جمعہ اور عید جب جمع ہو جائیں تو جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھنے کی اجازت ہے مگر ہم تو وہی کریں گے جو رسول کریمؐ نے کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا اگر کوئی جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھنا چاہے، تو اُسے اجازت ہے۔ مگر ہم تو جمعہ ہی پڑھیں گے۔ میں نے انہیں کہا، میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ جو شخص چاہے آج کی بجائے ظہر پڑھ لے، مگر جو ظہر پڑھنا چاہتا ہے، تو وہ مجھے کیوں مجبور کرتا ہے کہ میں بھی جمعہ نہ پڑھوں، میں تو وہی کہوں گا جو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ ہم جمعہ ہی پڑھیں گے... میں اس حصہ عمل کرتا ہوں جس میں آتا ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہم جمعہ ہی پڑھیں گے اور اگر کوئی دوسرے حصہ پر عمل کرنا چاہتا ہے تو وہ اس حصہ پر عمل کرے، مگر وہ مجھے کیوں مجبور کرنا چاہتا ہے کہ میں بھی اس دوسرے حصہ پر عمل کروں تو آج دو عیدین جمع ہیں۔“

(خطبہ عید الاضحیہ فرمودہ 11 فروری 1938ء بحوالہ الفضل 15 مارچ 1938ء)

## عیدی

سامعین! حضرت مصلح موعودؑ سے سوال کیا گیا کہ جمعۃ الوداع میں عیدی کیوں نہیں دی جاتی اور عید پر عیدی کیوں دی جاتی ہے حالانکہ جمعۃ الوداع روزوں کے دنوں میں آخری جمعہ ہے اور سب دنوں سے پاک

دن ہے۔ اس میں بھی تو لوگ بڑی مستعدی سے نہادھو کر مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اسی شان سے ہوتے ہیں جس شان سے کہ عیدین میں؟

آپ نے فرمایا:

”اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعۃ الوداع لوگوں کا خود ساختہ ہے۔ خدا اور رسول نے اس دن کو کوئی اہمیت نہیں دی اور عید کو خدا اور رسول نے اہمیت دی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امت کے لئے خوشی کا دن ہے اور کھانے پینے کا دن ہے۔ چونکہ کھانے پینے کا دن ہے اس لئے کھانے پینے کے لئے مسلمان عیدی دیتے ہیں جو خود ایک ایجاد ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عیدی بچوں کو دینا ثابت نہیں۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 174)

**عید کارڈ**

ایک مرتبہ عید الفطر کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کے نام بھی رنگین عید کارڈ باہر سے آئے۔ اُس پر حضورؐ نے فرمایا:

”یہ اسراف ہے اور بے ضرورت روپیہ ضائع کیا جاتا ہے۔ بہتر ہو کہ لوگ اس کو دین کی تبلیغ میں خرچ کریں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ نوجوانوں اور چھوٹے بچوں میں اس کا بہت رواج ہے بچے بلکہ بعض ادھیڑ عمر حضرات بڑی بڑی قیمت کے کارڈ خرید کر پھر لفافوں میں بند کر کے دوستوں کو بھیجتے ہیں۔ یہ بہت بُرا دستور ہے۔ احباب کو چاہئے کہ اس رسم کو ترک کر دیں اور سب سے پہلے قادیان میں اس پر عمل ہو۔ اگر کوئی دوکاندار لائے تو اس سے نہ خریدے جائیں۔ لوکل سیکرٹری صاحب کی توجہ درکار ہے۔ کیونکہ یہ فضول خرچی ہے اور اسلام فضول خرچی کو نہایت نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔“

(فرموداتِ مصلح موعود۔ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 174-175)

## شوال کے روزے

شوال کے روزے کب رکھنے چاہئیں، اس بابت جماعت کو تاکیداً مخاطب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے فرمایا:

”جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہو وہ بیدار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں، اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں“  
(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 71)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان میں مقبول عبادات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد)



﴿مشاہدات-1104﴾

﴿18﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

شَهْرٌ مَمَّصَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ - وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

(البقرہ: 186-187)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اُس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (بخاری کتاب الصوم۔ باب فضل من قام رمضان)

مولا مرے قدیر مرے کبریا مرے  
 پیارے مرے حبیب مرے دلربا مرے  
 بارِ گنہ بلا ہے مرے سر سے ٹال دو  
 جس رہ سے تم ملو مجھے اس رہ پہ ڈال دو

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

رمضان کے مہینہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہت سی برکتیں اور حکمتیں وابستہ ہیں

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا دو آیات کی تلاوت کے بعد رمضان کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ان دو آیات (البقرہ: 186-187) میں جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنے کے فوائد اور جن طریقوں سے وہ فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں ان کے متعلق ہمیں ایک حسین رنگ میں تعلیم دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ اس مہینے کا نام اسلام سے قبل ناطق تھا۔ اسلام نے اس مہینے کو رمضان کا نام دیا ہے اور اس نام کے اندر اتنے وسیع معانی ہمیں نظر آتے ہیں کہ دل انہیں معلوم کر کے خدا تعالیٰ کے کمال قدرت کو دیکھ کر اس کی حمد کے جذبہ سے بھر جاتا ہے۔

رَمَضَانَ (میم پر فتح کے ساتھ) کا لفظ رَمَض سے نکلا ہے اور جب ہم رَمَض کے مختلف معانی پر غور کرتے ہیں تو اس کے بہت سے معنی ایسے ہیں جن کا ماہ رمضان سے تعلق واضح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب عربی میں اَرَمَضَ الشَّيْبِيُّ کہا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں اَحْرَقَهُ اسے جلا دیا۔ اس لفظ میں سوزش کا تصور پایا جاتا ہے۔ اگر کہا جائے اَرَمَضَ الرَّجُلُ تو اس کے معنی ہوتے ہیں اَذْجَعَهُ اس کو دکھ پہنچایا۔ تکلیف دی۔ جب ہم ان دو معانی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ماہ رمضان سے تعلق ہے۔ اس طرح پر کہ وہ لوگ جو دین اسلام کے منکر ہیں یا اسلام میں تو داخل ہیں لیکن ان کے اندر روحانی کمزوری ہے۔ وہ اس

مہینہ کو محض ڈکھ اور درد، بھوک اور پیاس اور بے خوابی کا مہینہ سمجھتے ہیں۔ انہیں اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا اور نہ ہی اس کی برکات سے وہ کوئی حصہ لیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے جو نیک اور مومن بندے ہیں وہ اس مہینہ کی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتے۔“

(خطبہ جمعہ 24 دسمبر 1965ء)

رمضان میں بھوک اور بے خوابی کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھو

فرمایا:

”الغرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان میں روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم سہماہ اللیل (دعاؤں) کے پھلوں کو تیز کرو اور اپنے مطلوب (رضاء الہی) کی تلاش میں نکلو۔ پیاس اور بھوک کو برداشت کرو اور بے خوابی کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھو۔ کیونکہ یہ ایسا برکتوں والا مہینہ ہے کہ جس میں قرآن کریم جیسا کلام الہی نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں سے جو شخص بھی بلوغت، صحت اور حضر میں یہ ماہ پائے وہ اس کے روزے رکھے۔

شہد کے ایک معنی ہیں عَائِنَةٌ وَأَطَّلَعٌ عَلَيْهِ کہ اس کا معائنہ کیا اور اس پر اطلاع پائے۔ یعنی ہم نے جو اس روزہ کی حکمتیں بیان کی ہیں۔ اگر تم ان کا اچھی طرح مطالعہ کرو اور ان پر اطلاع پاؤ تو پھر تمہیں اس ماہ کے روزے پوری طرح اور مقرر کردہ شرائط کے مطابق رکھنے چاہئیں بلکہ تم خود بخود اس کے روزے رکھو گے سوائے اس کے کہ کوئی روحانی کمزوری تم میں موجود ہو۔

آگے فرمایا يَرْيِدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَةَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَةَ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو تنگیاں تمہیں نظر آتی ہیں کہ صبح سے شام تک کھانا پینا چھوڑنا جس کی وجہ سے بھوک اور پیاس لگتی ہے۔ پھر سخت گرمی کے موسم میں اور سخت سردی کے موسم میں کچھ اور تکالیف پیش آتی ہیں۔ فرمایا یہ جو تکالیف تمہیں پیش آتی ہیں یہ محض عارضی اور وقتی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 24 دسمبر 1965ء)

سارے رمضان کے روزے رکھو

فرمایا:

”وَلْتَكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ ہم نے تم پر روزے فرض کئے تو یہ حکم بھی دیا کہ سارے رمضان کے روزے رکھو تاکہ تم اس کی گنتی کو پورا کرو۔ اگر صرف یہ حکم ہوتا کہ روزے رکھو تو کوئی بیس دن کے روزے رکھتا۔ کوئی دس دن کے، کوئی رمضان کے مہینے میں رکھتا کوئی دوسرے مہینوں میں۔ پس ہم نے رمضان میں روزے رکھنے کا اس لئے حکم دیا تاکہ اُمتِ مسلمہ ساری کی ساری اس سارے مہینے میں روزے رکھے اور ان اجتماعی برکات سے فائدہ اٹھائے جو اجتماعی عبادات سے تعلق رکھتی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 24 دسمبر 1965ء)

عبادتوں کا مجموعہ اور گلدستہ

سامعین: حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، رمضان مختلف عبادتوں کا مجموعہ اور ایک خوبصورت گلدستے کی مانند ہے قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”رمضان کی عبادت ہر قسم کی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں نفس کشی بھی شامل ہے۔ اس میں جفاکشی بھی شامل ہے۔ اس میں لذت کی قربانی بھی شامل ہے۔ اس میں مال کی قربانی بھی شامل ہے۔ اس میں وقت کی قربانی بھی شامل ہے۔ اس میں جان کی قربانی بھی شامل ہے ہر قسم کی قربانیوں کا نمونہ، ہر قسم کی قربانیوں کے پھولوں کا گلدستہ ہے۔“

(خطبہ جمعہ 29 دسمبر 1967ء)

سامعین! رمضان اپنی برکات سے انسان کی جسمانی اور روحانی ترقی کا باعث بنتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اتنی برکتوں والا مہینہ ہے جو تمہاری روحانی اور جسمانی ترقیات کے سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے ہم تمہیں یہ کہتے ہیں کہ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جسے اللہ تعالیٰ زندگی اور صحت میں رمضان دکھائے اس کا فرض ہے کہ وہ رمضان سے فائدہ اٹھائے اس لئے جو شخص بھی رمضان

میں زندہ ہو اور صحت مند ہو وہ رمضان کے روزے رکھے اور دیگر عبادات بجلائے کیونکہ رمضان کی عبادت محض یہ نہیں کہ انسان بھوکا رہے بھوکا رہنے سے خدا کو یا خدا کے بندوں کو کیا فائدہ، اگر یہ شخص اس بھوکا رہنے کی حکمت کو نہیں سمجھتا اور اس کے لوازم کو ادا نہیں کرتا۔

رمضان کے مہینہ میں ہم خاص طور پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور نوافل کی ادائیگی کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صحت میں رمضان کا مہینہ پائے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے روزے بھی رکھے۔ نوافل بھی ادا کرے۔ غرباء کا خیال بھی رکھے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں سخاوت کا مظاہرہ بھی کرے۔ اپنے بھائیوں کی غم خواری اور ان سے ہمدردی بھی کرے۔ تمام بنی نوع انسان سے محبت کا سلوک کرے اور اپنی زبان کو اور دوسرے جو ارح کو ان اعمال سے بچائے رکھے جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کثرتِ تلاوت اور کثرتِ نوافل اور روزے رکھنے کے نتیجہ میں ہدایت کے بے پناہ کے اور نُورِ مَعِنِ اللہ کے سامان پیدا کرے گا۔“

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1967ء)

### رمضان کی ایک نفلی عبادت تہجد

فرمایا:

”ایک اور نفلی عبادت جس کا رمضان سے تعلق ہے وہ رمضان میں رات کو اٹھنا اور نماز تہجد ادا کرنا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَجُزِيَ رَمَضَانَ فِي رَاتٍ مِنْ أُمَّتِهِ

اور نوافل ادا کرتا ہے اور اپنے رب کے حضور عاجزی کے ساتھ جھکتا اور اخلاص اور تضرع کے ساتھ اس سے یہ دعا مانگتا ہے کہ وہ خدائے غفور و رحیم اس کی خطاؤں کو معاف کرے اور روحانی ترقیات کے دروازے اس پر کھول دے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس کے سارے پچھلے گناہ جو اس نے اس وقت تک کئے ہوں معاف کر دیئے جائیں گے۔

یہاں میں مختصراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے متعلق کچھ بتا دینا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً باقاعدگی کے ساتھ گیارہ رکعت جمع و تر پڑھا کرتے تھے پھر احادیث میں اختلاف ہے۔ بعض میں ہے کہ آپ دو دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور آخر میں ایک رکعت پڑھ لیتے۔

لیکن بعض روایات میں ہے کہ چار چار رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے۔ پھر تین رکعتیں پڑھ لیتے (وترکی) اور بعض روایات میں گیارہ سے کم رکعتیں پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔ تو میں ”عام طور پر گیارہ رکعتیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض روایات میں جو اختلاف ہے وہ وقت کے تقاضوں کی وجہ سے ہو سکتا ہے لیکن عام روایت یہی ہے.... اصل یہی ہے کہ انسان نوافل کو علیحدہ تنہائی میں ادا کرے کیونکہ نوافل کی بہت سی برکات کا تعلق خاموشی تنہائی اور پوشیدگی سے ہے اور جو شخص واقعی اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والا ہو وہ اپنے اس پیار کا اظہار لوگوں کے سامنے نہیں کیا کرتا۔ اس لئے یہ نماز گھر میں تنہائی میں پڑھنی چاہیے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس میں دقت محسوس کرے تو پورے ثواب سے محروم ہونے کی بجائے یہ بہتر ہے کہ وہ عشاء کے بعد ان نوافل کو ادا کرے اس طرح ایک حد تک اسے بھی ثواب حاصل ہو جائے گا۔“

(خطبات طاہر جلد اول صفحہ 72-73)

### رمضان کا مہینہ پانچ بنیادی عبادتوں کا مجموعہ ہے

فرمایا:

”اس مہینے میں تمام قسم کی عبادتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے حقوق کو قائم کرنے یا ادا کرنے پر بہت کچھ کہا گیا ہے۔ رمضان کا مہینہ پانچ بنیادی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ پہلے تو روزہ ہے دوسرے نماز کی پابندی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر قیام اللیل یعنی رات کے نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ تیسرے قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت ہے۔ چوتھے سخاوت اور پانچویں آفات نفس سے بچنا ہے ان پانچ بنیادی عبادتوں کا مجموعہ عبادت ماہ رمضان کہلاتی ہیں۔ جہاں تک روزہ کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حکم دیا **لَا يَصِيَامُ جُنَّةً** یعنی روزہ گناہوں سے بچاتا اور عذابِ الہی سے محفوظ رکھتا ہے۔ انسان کی روحانی سیر کی ابتدا گناہوں سے بچنے سے شروع ہوتی ہے اور اس سیر روحانی کی انتہا اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے ہوئے اس کی رضا کی جنٹوں میں داخل ہونے پر ختم ہوتی

ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ روزہ کا اور رمضان کے مہینے کی عبادتوں کا قیام اس غرض سے ہے کہ انسان ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے جس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بھی محفوظ رہے اور اس کی رضا کی جنتوں میں بھی داخل ہو جائے اس لئے ہم تمہیں اس طرف توجہ دلاتے ہیں۔ فَلَا يَرْفُثُ وَلَا يَصْحَبُ یعنی نہ زبان سے کوئی گناہ کرے اور نہ ہاتھ سے کوئی گناہ کرے۔

حقوق العباد کا تعلق دو ہی چیزوں سے ہے اور دو ہی گناہوں سے حقوق تلف کئے جاتے ہیں۔ کبھی زبان سے حق تلفی کی جاتی ہے کبھی عمل سے حق تلفی کی جاتی ہے اور یہاں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ یہ مہینہ خاص تربیت کا ہے جو بقیہ گیارہ ماہ بھی تمہارے کام آئے گا اس ماہ میں یہ عادت پختہ کر لو کہ نہ اپنی زبان سے تم نے کسی کو دکھ پہنچانا ہے اور نہ اپنے عمل سے کسی کی حق تلفی کرنی ہے۔

پس روزہ جو ہے یا صیام کا نظام جو ہے جسے قرآن کریم نے ماہ رمضان کہا ہے پانچوں عبادتوں پر مشتمل ہے اس کی غرض یہ ہے کہ انسان گناہوں سے محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کو حاصل کرے اور اس کا طریق یہ ہے کہ زبان سے بھی کسی کی حق تلفی نہ ہو اور ہاتھ سے بھی کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے حق قائم کیا ہے اس حق کو قائم کیا جائے اور ادا کیا جائے۔ اس میں حق نفس بھی آجاتا ہے اور جو شخص اس حکمت کو سمجھتا اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالتا اور رمضان کے مہینے میں سختی سے اس پر کار بند ہوتا ہے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان میں اس پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا کہ اس پر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جس کا مفہوم یہی ہے کہ آسمان کے دروازے کھلتے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آسمان کے دروازے کھلتے اور اعمال صالحہ بجالانے کی توفیق ملتی ہے اور انسان حسن قبول کی جزا حاصل کرتا ہے۔ انسانی اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور انسان کو اپنے رب کی طرف سے اعمال صالحہ بجالانے کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور پھر وہ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حُسن قبول کا مقام پاتے ہیں تو اُس وقت فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ ہی جاتی ہیں۔ جنت ہی کا دروازہ ہے جو اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے اندر وہ لوگ داخل ہوں جنہوں

نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اعمالِ صالحہ کی توفیق پائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان اعمالِ صالحہ کو قبول کیا۔“

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 565-566)

رمضان کا حقوق العباد سے بھی تعلق ہے

فرمایا:

”عبادات کا یہ مجموعہ عظیم مجاہدہ اور عظیم کوشش ہے اور یہ ایک ایسی کوشش ہے جس نے اس کے دن اور رات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ ایسی کوشش ہے جس میں نفس کے حقوق کی ادا نیگی کا بھی خیال رکھا گیا ہے اور دوسروں کے حقوق کی ادا نیگی کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ تزکیہٴ نفس اور طہارتِ قلب کی طرف بہت توجہ کی گئی ہے اور ہر شخص کو سکھ پہنچانے اور ہر شخص کو دکھوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ مختلف کوششیں جن کا تعلق دن سے بھی ہے اور رات سے بھی ہے۔ جن کا تعلق ایثار اور قربانی سے بھی ہے یعنی شہوت سے بچنا اور کھانے پینے کو چھوڑنا اور جن کا تعلق مستعدی اور عزم و ہمت کے ساتھ غیروں سے حسن سلوک سے پیش آنے سے بھی ہے پھر ان کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہے۔ یعنی قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء اور اس کی تسبیح کو کثرت سے بیان کرنا۔ اسی طرح ان کا مجموعی طور پر حقوق العباد سے بھی تعلق ہے۔“

(خطبہ جمعہ 7 نومبر 1969ء خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 973)

سامعین! ماہِ رمضان کی چار اہم برکات کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں

”بھرپور برکتوں کے ساتھ آنے والے اس ماہِ مبارک کی پہلی برکت یہ ہے کہ ایمان کے بیج کو مضبوط کرنے کے سامان اس میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ خشوع و خضوع، تضرع و ابتهال اور عاجزی اور فروتنی کی حالتیں اس مہینے میں بمقابلہ دوسرے مہینوں کے زیادہ میسر آتی ہیں علاوہ ازیں اس مہینے میں بھی گو حسنات دنیا کے حصول کی جدوجہد کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں دوسرے مہینوں میں زیادہ دی گئی ہے۔ اس مہینے میں زیادہ زور عبادات پر دیا گیا ہے۔ چنانچہ تہجد کے نوافل ہیں۔ انسان قربانی اور ایثار دکھاتا ہے۔ بعض صورتوں میں نماز باجماعت سے استثناء بھی جائز ہے یعنی نماز کے لئے مسجد میں نہ جانا قابلِ اعتراض

نہیں ہوتا لیکن رمضان کے بارہ میں یہ کہا گیا ہے کہ مسجدوں میں زیادہ تعداد میں اور کثرت سے آؤ..... پس خشوع کی حالت رمضان کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ میسر آتی ہے۔

دوسری چیز لغو باتوں کو چھوڑنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید بیان فرمائی ہے کہ رمضان میں بالخصوص لغو باتوں کی طرف توجہ نہ دیا کرو۔ زیادہ توجہ اپنی عبادتوں کی طرف قائم رکھو۔ یہ حکم خداوندی ہے اور ہمارے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے جو نمایاں طور پر ہمارے سامنے ماہ رمضان میں آتی ہے۔

پھر تیسری چیز اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے متعلق ہے۔ ہر درخت کی پہلے ایک روئیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اس کے اندر کچھ مضبوطی آجاتی ہے۔ یہ ایک ٹہنی کی شکل اختیار کر جاتی ہے اور بڑی بڑی اونچی نکل جاتی ہے..... اسی طرح ایمان کا پودا بڑھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی پرورش اللہ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرنے سے کرو۔ رمضان میں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف بڑی توجہ دلائی گئی ہے..... غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس وقت ایمان کے درخت کی ٹہنی نکل آئے یعنی پہلے باریک چھوٹی اور معمولی سی روئیدگی تھی اس کے بعد جب وہ ٹہنی کی شکل اختیار کر جائے تو اس میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے خدا کی راہ میں اموال خرچ کرو۔ ماہ رمضان سے اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ رمضان کی برکتوں میں سے یہ تیسری برکت ہے۔ اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

پھر رمضان کے مہینے میں صبح روزہ رکھنے کے بعد غروب آفتاب کے وقت روزہ کھلنے تک دن کا ایک بڑا لمبا عرصہ جس میں بیویوں سے جائز تعلقات سے روکا گیا ہے۔ روزہ کی حالت میں انسان جائز تعلقات بھی نہیں رکھ سکتا۔ اس میں شہواتِ نفسانیہ کا مقابلہ کرنے کا سبق سکھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جب تم اپنے نفس پر قابو پا لو گے تو گویا ایمان کا درخت اپنے تنے پر مضبوطی سے کھڑا ہو جائے گا۔ خواہشاتِ نفسانیہ پر قابو پانا انسان کا آخری مجاہدہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نفس کے تابع نہ رہے بلکہ اس کا نفس اس کی روحانی فراست کے تابع ہو جائے اور یہ انسان کے مجاہدے کا آخری مرحلہ ہے۔ یہ سبق ہمیں رمضان میں سکھایا گیا ہے اور یہ جو تھی بڑی برکت ہے جو اس ماہ مبارک میں میسر آتی ہے۔

پھر جس وقت انسان کا نفس اس کے قابو میں آجاتا ہے اور انسان مجاہدہ کی آخری سیڑھی پر چڑھ جاتا ہے اور اپنا ہاتھ آسمانی برکات کو حاصل کرنے کے لئے اوپر اٹھاتا ہے تو اسے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اب بھی اسے آسمانی برکات نہیں مل سکتیں جب تک آسمانی برکات خود اس کے قریب نہ آجائیں یا آسمان سے برکات کا نزول نہ ہو اور خدا تعالیٰ خود اپنے فضل سے اپنے فیض کو اس کے قریب نہ کر دے پہلے اس نے پکڑنے کے لئے ایک ہاتھ اٹھایا تھا۔ پھر وہ دونوں ہاتھ اٹھالیتا ہے اور دعائیں مشغول ہو جاتا ہے..... چنانچہ اگر اس کی یہ دعا قبول ہو جائے تو ایک نئی قوت آسمان سے آتی ہے ایک نئی چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے جو زمین سے نہیں پیدا ہوتی جس کو ہم اپنی طاقت سے نشوونما نہیں دے سکتے۔ گو جسم اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اس کی ٹہنیوں میں مضبوطی پیدا ہو گئی۔ اس کے پتوں پر حسن آگیا لیکن ابھی اس کو پھول آئے نہ پھل لگے۔ اس کے لئے انسان عاجزانہ طور پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا طالب ہوتا ہے۔

پس اگر اور جب اللہ تعالیٰ انسان کی عاجزانہ اور متضرّانہ دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے تو وہ ہاتھ جو اس کی طرف اٹھتے ہیں وہ خالی واپس نہیں آتے اللہ تعالیٰ اپنے بے شمار خزانوں سے انسان کی جھولی بھر دیتا ہے اور بھرتا چلا جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 6 اکتوبر 1972ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان میں ان پاکیزہ نصحیح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1105﴾

﴿19﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ - وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

(البقرہ: 186-187)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے میرے رب! میں نے بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات

کو نیند سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(مسند احمد الرسالة)

اک نورِ خاص مرے دل و جاں کو بخش دو  
میرے گناہِ ظاہر و پنہاں کو بخش دو  
بس اک نظر سے عقدہ دل کھول جائیے  
دل لہجے مرا مجھے اپنا بنائیے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

رمضان میں قرآن کریم کا نزول

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ“۔ فرمایا یہ ایک ایسا مہینہ ہے جو بہت ہی برکتوں والا ہے۔ کیونکہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا یا جس کے بارے میں قرآن کریم نے تعلیم دی یا جس میں قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا۔ اُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے اندر تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

اڈل یہ کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں نزول قرآن کریم کی ابتدا ہوئی۔ احادیث اور دوسری کتب (تاریخ) سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان کے آخری حصہ میں قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ تو مہینے کا انتخاب اور پھر رمضان کے آخری حصہ کا انتخاب جو خدائے تعالیٰ نے کیا وہ بغیر کسی حکمت اور وجہ کے نہیں ہو سکتا۔

دوسرے اُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے یہ معنی بھی ہیں کہ اس کے بارے میں قرآن کریم نے تاکید کی اور تفصیلی احکام نازل کئے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کوئی حکم تاکید کے ساتھ نازل فرماتا ہے تو اس لئے نازل فرماتا ہے کہ اس حکم کو بجالا کر بندہ اپنے رب کی بہت سی برکتوں کو حاصل کر سکے۔

تیسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں کہ بار بار سارا قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ کیونکہ احادیث میں یہ امر بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ ہر رمضان کی پہلی رات سے آخری رات تک حضرت جبریل علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول فرماتے اور اس وقت تک جتنا قرآن کریم نازل ہو چکا ہوتا۔ آپ سے مل کر اس کا ذور کرتے۔ اس طرح وہ نازل شدہ قرآن آپ پر پھر ایک دفعہ بذریعہ وحی نازل ہوتا اور ہر سال ایسا ہوتا تھا۔

...أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ فَرَمَا كَرُغُوِيَا يُوْنُ كَمَا كَهَا كَهَا اَع مِرْع بِنْدُو! دِكْهُو! يَه رَمَضَانَ وَه هَبْ كَه كَب قِرْآنِ كَرِيمِ نَازِل هُونَا شَرُوع هُوَا تُوَا سِي مَهِينَه مِيْن شَرُوع هُوَا۔ دُوسرے گياره مَهِينَه بَهِ تُوَا تَهِ ان مِيْن بَهِ نَازِل كَيَا جَا سَكْتَا تَها مَگر خُدَا تَعَالَى نَه اِپنِي بَالِغ حَكْمَت اور اِپنِه كَامِل عِلْم كِي بِنَا پَر نَزُولِ قِرْآنِ كَرِيمِ كَه لَئِه اِسِي مَهِينَه كُو چَنا اور اِسِي مِيْن اِس كَه نَزُولِ كِي اِبْتَدَا هُوِي۔ پَھر كَتَنِي تَاكِيد كَه سَا تَها، كَتَنِي حَكْمَتِي بِيَان كَرْنَه كَه بَعْد اور كَتَنِي دِلَاكِل دَه كَر اللّٰهُ تَعَالَى نَه تَما هِيْن يَه حَكْم دِيَا كَه رَمَضَانَ كَه مَهِينَه مِيْن رُوزَه رَكْهُو اور عِبَادَاتِ پَر زُور دُوتَا اِلَهِي فَضْلُوْن كَه تَم وَارِث هُنُو۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 51-53)

قرآن پر عمل کر کے تمہارا انجام بخیر ہو سکتا ہے

فرمایا:

”تو فرمایا کہ اتنی عظیم الشان کتاب کو ہم نے رمضان شریف میں نازل فرمایا ہے۔ هُدَى لِّلنَّاسِ مِيْن اِيَكِ بَرَا زَبْر دَسْتِ دَعُوِي اِپشِي كَيَا جِيَا هَب۔ فرمایا کہ اب یہی ایک کتاب ہے جس پر عمل کر کے تمہارا انجام بخیر ہو سکتا ہے اور تم جنت موعودہ کو پا سکتے ہو۔“

دنیا کی دوسری تعلیمیں فلسفیانہ ہوں یا مذہبی، ان کے اندر کچھ ایسی باتیں تو ضرور پائی جاتی ہیں کہ جن پر عمل کر کے ہم اس دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں لیکن یہاں فرمایا کہ قرآن کریم کے علاوہ دنیا میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں جو انسان کی ضرورتوں کو اس طور پر پورا کر سکے کہ اس کی اخروی زندگی بھی اس کے لئے جنت بن جائے۔ یہ صرف قرآن کریم ہی ہے جس کے ذریعہ انسان کا انجام بخیر ہوتا ہے اور اس کو جنت نصیب ہوتی ہے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 55)

رمضان میں قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرنی چاہیے  
فرمایا:

”پس روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی گردن اور اپنی نسل کی گردن خدا کی آخری اور کامل شریعت قرآن کریم کے جوئے کے نیچے رکھ دے۔ اسی لئے نفلی عبادت جو رمضان سے خاص طور پر تعلق رکھتی ہے۔ وہ تلاوت قرآن کریم کی کثرت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فعل اس پر شاہد ہے کہ اس ماہ میں قرآن کریم کو کثرت سے پڑھنا چاہیے حضرت جبرائیل رمضان کے مہینے میں ہر رات زمین پر نزول فرماتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر قرآن کریم کا دور کرتے اور ہر رمضان میں ایسا ہوتا رہا۔ تا امت مسلمہ جان لے کہ رمضان شریف میں قرآن کریم بکثرت پڑھنا چاہیے۔ پھر چونکہ روزے کی حکمت اور اصل غرض یہ ہے کہ انسان کو یہ تعلیم دی جائے کہ وہ اپنی گردن خدا کی مرضی کے جوئے تلے رکھ دے اور خدا کی مرضی کا علم ہمیں قرآن کریم کے سوا ہو نہیں سکتا تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ قرآن کو پڑھا جائے اور پڑھنے سے مراد صرف الفاظ ہی کی تلاوت نہیں بلکہ جسے خدا توفیق بخشے اور علم و فراست عطا فرمائے اس کا فرض ہے کہ وہ اس کے مطالب پر غور کرے اور وہ پڑھے تو اس نیت سے پڑھے کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر نیت یہ ہو کہ محض الفاظ کو دہرا دینا ہے عمل ضروری نہیں تو ایسا شخص قرآن کریم سے کوئی برکت حاصل نہیں کر سکتا۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 71-72)

### نزول قرآن

”یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قدر عظیم کتاب کو ہم نے رمضان کے مہینے میں نازل کرنا شروع کیا تھا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اور اسے (سارے کے سارے کو) اپنے اپنے وقت پر رمضان کے مہینے میں نازل کرتے رہے ہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نزول فرماتے اور میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے۔ اس رمضان میں جتنا حصہ قرآن کریم کا نازل ہو چکا ہو تا اس کا دور نزول کے ذریعے جبرائیل علیہ السلام حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ایک دفعہ پھر دوسری دفعہ پھر تیسری دفعہ نزول ہوتا رہتا تھا اور آخری سال

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے میرے ساتھ دو دفعہ قرآن کریم کا دور کیا ہے۔ غرض اتنی عظیم کتاب کا اس مہینے میں بار بار نزول ہونا اور پھر اسی مہینے میں نزول ہونا بتاتا ہے کہ یہ ماہ بھی بہت سی برکتیں اپنے اندر رکھتا ہے پس فرمایا کہ یہ مہینہ وہ ہے جس کے بارہ میں قرآن کریم کے احکام بھی پائے جاتے ہیں اس کے علاوہ اس کا قرآن کریم کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اور جو قرآنی برکتیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کی ہیں جن کا اختصار کے ساتھ ابھی میں نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم ان برکتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو رمضان کی عبادتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 969-970)

ماہ رمضان کا دوہرا تعلق قرآن کریم سے ہے

فرمایا:

”ماہ رمضان کا دوہرا تعلق قرآن کریم سے ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں اس کے احکام ہیں۔ ماہ رمضان کی عبادات صوم کی جو عبادات ہیں اس کے احکام جو ہیں وہ قرآن کریم میں نازل ہوئے اور دوسرے یہ کہ قرآن کریم ماہ رمضان میں نازل ہوا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہر رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا قرآن نازل ہوتا تھا اس کا دور کیا کرتے تھے۔ تو ماہ رمضان کا ایک گہرا تعلق اور دوہرا تعلق قرآن عظیم سے ہے۔“

(خطبات ناصر جلد 8 صفحہ 300)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نذید فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کی عظمت قرآن کریم میں بیان کی ہے۔ اس ماہ کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان میں جتنا قرآن کریم اس وقت تک نازل ہو چکا ہوتا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کا دور کیا کرتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی کے لانے والے فرشتے ہیں۔ وہی قرآن کریم کی وحی کو لے کر آتے تھے، آیت یا اس کے

مکڑوں کی شکل میں جیسا کہ وحی نازل ہوتی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں وہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دور بھی کرتے ہیں۔“

(خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 155-156)

رمضان میں کثرت سے تلاوت قرآن کریم کے بارے میں فرمایا:

”حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے میں کثرت سے تلاوت قرآن کریم کرتا ہے اس کا بھی اُسے ثواب ملتا ہے کثرت تلاوت قرآن کریم کا ثواب بھی اور دوسرے ثواب بھی محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ملتے ہیں۔ جب انسان اس فضل کو جذب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اس طرح جب اللہ تعالیٰ کے رحیم ہونے کی صفت جوش میں آتی ہے تب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی رضا کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اسے جزا دیتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت نیکی تو ہے لیکن صرف اسی صورت میں کہ شرائط پوری ہوں۔ قرآن کریم کی تلاوت تو عیسائی بھی کرتے ہیں مگر وہ اس کی تلاوت اس نیت سے کرتے ہیں کہ قرآن کریم پر اعتراض کریں۔ قرآن کریم کی تلاوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کیا کرتے تھے مگر آپ نے اس پاک ترین نیت کے ساتھ تلاوت کی کہ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ فضل آپ پر نازل ہوا۔ پس کثرت تلاوت قرآن کریم ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ خلوص نیت بھی نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر تلاوت کی جو نعمتیں ہیں یا قرآن کریم کی جو نعمتیں ہیں وہ انسان کو حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اس کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے اور یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم کے فیوض سے انسان تنہی حصہ وافر لے سکتا ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کو جوش میں لائے۔ اسی لئے رمضان کے مہینے میں کثرت تلاوت پر زور دیا گیا ہے حالانکہ اور بہت سی روحانی مشقتیں (اگر دنیا کا محاورہ استعمال کیا جائے) اس پر ڈالی گئی تھیں۔ دن کو بھوکا پیاسا رہنا اور پابندیاں سہنا اور پھر لوگوں کا خیال رکھنا اور پھر یہ بھی دیکھنا کہ دوسروں کے دکھوں کو دور کرنے کے لئے رمضان کے دنوں میں اسے باہر جانا پڑے گا اور اسے جانا چاہیے اگر اس نے روزے کا حق ادا کرنا ہے۔ پھر رات کے نوافل ہیں لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود مثلاً قرآن کریم کی

اس تلاوت اگر خود قاری ہو یا اس سماع کے علاوہ اگر وہ خود قاری نہ ہو تراویح پڑھ رہا ہو اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کی جائے۔“

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 969-970)

رمضان میں قرآن کریم پوری توجہ سے پڑھنا چاہیے

سامعین! بعض لوگ رمضان میں جلدی جلدی قرآن کریم کو پڑھتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ قرآن کے دور کر سکیں اس کے بارے میں حضورؐ فرماتے ہیں:

”ہمارے بزرگ محدثین یعنی علم حدیث کے جو علماء تھے وہ تو رمضان کے مہینے میں اپنی حدیث کی کتب کے مسودات اور پوتھیاں وغیرہ کو بند کر دیتے تھے اور صرف قرآن کریم کو ہاتھ میں پکڑ لیتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ رمضان میں قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کی جائے۔ دوسرے بزرگ صحابہؓ بھی بڑی کثرت سے تلاوت کرتے تھے۔ بعض تو تین دن کے اندر سارے قرآن کریم کو ختم کر لیتے تھے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کو تین دن میں ختم کرنے کا ویسے ہی شوق ہوتا ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو تین دن میں ختم کر لیا۔ دراصل اس طرح جلدی جلدی سمجھے بغیر تین دن میں قرآن کریم کو ختم کرنا ثواب نہیں ہے البتہ قرآن کریم پر جو شخص عبور رکھتا ہے وہ اگر قرآن کریم کو جلدی پڑھتا جائے تب بھی چونکہ اس نے قرآن کریم کو کثرت سے پڑھا ہوا ہوتا ہے اس لئے سارے معانی اس کو یاد آنے شروع ہو جاتے ہیں اور نئے معانی پر اس کا ذہن اللہ تعالیٰ کے فضل سے عبور حاصل کرتا چلا جاتا ہے یہ تو ٹھیک ہے کہ اس طرح تین دن کے اندر قرآن کریم کو پڑھ لیا لیکن جس شخص کو معمولی ترجمہ آتا ہے اگر وہ ریل گاڑی کی طرح تین دن میں قرآن کریم کو ختم کرنا چاہے تو یہ اس کے لئے ثواب کا کام نہیں ہے۔ قرآن کریم کوئی ٹونہ یا تعویذ یا جادو نہیں ہے۔ قرآن کریم تو حکمت اور انوار سے پُر اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی کتاب ہے جس کے علوم سے حصہ لینا چاہیے نہ یہ کہ محض جلدی جلدی تلاوت کر لی جائے جو دوسروں کو کیا خود اپنے آپ کو بھی سمجھ نہ آئے۔ پس اگر انسان پورے غور سے اور پوری طرح سمجھتے ہوئے قرآن کریم پڑھ سکتا ہے تو پھر جتنی تیزی سے وہ چاہے پڑھے اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر کوئی شخص صرف ایک سپارہ غور سے پڑھ سکتا ہے تو اس کو ڈیڑھ سپارہ نہیں پڑھنا چاہیے۔“

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 965-979)

### قرآن کریم پر عمل کرنے والا مہینہ

”قرآن کریم کا عمل ہدایت ہے اور حکمتوں اور دلائل کے ساتھ اپنی بات منوانے والی کتاب ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر نور اور فرقان انسان کو حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک کامل اور مکمل نور ہے۔ جو اَللّٰهُ نُورٌ السَّامِيَاتِ وَالْاَرْضِ کے سرچشمہ سے نکلا ہے اور رمضان کا مہینہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی ہدایت اور اس کی حکمتوں اور اس کے فرقان سے زیادہ سے زیادہ حصہ لیا جاسکے۔“

(خطبہ یکم دسمبر 1967ء)

### رمضان سخاوت کا مہینہ

فرمایا:

”حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوسرے اصول کے متعلق بھی ہمارے لئے اپنی زندگی میں ایک بہترین اسوہ اور کامل نمونہ قائم کیا چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے۔ كَانَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ویسے بھی بڑے سخی تھے اور دوسروں کو نیکو پہنچانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے لیکن رمضان کے مہینے میں تیز ہوائیں اپنی تیزی میں آپ کی سخاوت کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں۔ اس قدر جود اور سخاوت پائی جاتی تھی پھر صرف پیسے کی نہیں بلکہ دوسروں کو خیر اور بھلائی پہنچانے کے لئے ایک سخاوت ہوتی ہے۔ سخی دل انسان صرف اپنے مال یا اپنی دولت ہی سے دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے بھی دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اپنے وقت سے بھی دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اپنی دعاؤں سے بھی فائدہ پہنچا رہا ہوتا ہے۔ انسان اپنی اس فطرتی سخاوت کا مختلف طرق سے اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہی سخی تھے لیکن رمضان کے مہینے میں آپ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ تمہیں بھوکا اس لئے نہیں رکھا گیا کہ تم بھوک کی تکلیف اٹھاؤ بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ دوسروں کی بھلائی کے کام کرو، نیکی کے کام کرو اور دوسروں کو سکھ پہنچانے کی سعی کرو۔ اپنے پیسے سے بھی، اپنے اثر و رسوخ سے بھی اور اپنی دعاؤں سے بھی۔“

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 967-968)

فرمایا:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ میں انتہائی سخاوت کیا کرتے تھے پس جو آپ کے اسوہ پر چلنے والا ہے وہ اس مہینہ میں خاموشی کے ساتھ اپنے بھائی کی عزت اور وقار کا خیال رکھتے ہوئے اپنے مال میں سے حسبِ توفیق اپنے بھائیوں کی جیبوں میں ڈالتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے بدلہ میں میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اور جب میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا تو تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی معرفت اور ایمان کی مضبوطی پیدا ہوگی اور جنت کے دروازے تمہارے لئے کھولے جائیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان کے مہینے میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں عبادت قبول ہوتی اور فضل نازل ہوتا ہے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 1003-1004)

فرمایا:

”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ۔ (بخاری باب كَيْفَ كَانَ بَدَأَ النَّبِيُّ الْوَجْهَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ)۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کی جو دو سخا کو کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا تھا نہ پہنچا اور نہ ہی آئندہ بھی پہنچے گا۔ لیکن آپ کی یہ سخاوت رمضان شریف کے مہینہ میں اور بھی بڑھ جاتی اور وہ اس لئے کہ رمضان میں جبریل علیہ السلام نازل ہوتے فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ اور آپ سے مل کر قرآن مجید کا دور کرتے۔

ان دنوں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو بارش کی طرح اترتے دیکھتے تو آپ کی سخاوت اور جود و کرم میں بھی ایک تیزی پیدا ہو جاتی اور آپ ان ہواؤں کی نسبت بھی جو موسلا دھار بارش لاتی ہیں زیادہ سخی نظر آتے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 52)

## رمضان اور انفاق فی سبیل اللہ

فرمایا:

”اسی طرح ایمان کا پودا بڑھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی پرورش اللہ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرنے سے کرو۔ رمضان میں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف بڑی توجہ دلائی گئی ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں بہت سخاوت کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت ایک تیز چلنے والی ٹھنڈی ہوا کی مانند ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام حالات میں بھی بڑے سخی تھے۔ اتنے کہ آپ کی سخاوت کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ایک دفعہ مدینہ میں عرب کا ایک سردار آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قبیلہ سے اس کا تعلق تھا وہ اپنی سخاوت میں اپنے فطرتی میلان کی وجہ سے بڑا مشہور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر ایک ٹیلے پر تشریف فرما تھے سامنے وادی میں بیت المال کے اونٹ اور بھیڑیں چر رہی تھیں وہ سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان جانوروں میں سے مجھے کچھ جانور دیں۔ آپ نے فرمایا یہ جو تمہیں سامنے جانور نظر آرہے ہیں یہ سب ہانک کر لے جاؤ۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گیا اسے یقین نہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا سوچ رہے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سارے جانور ہانک کر لے جاؤ۔ بڑی مشکل سے اسے یہ بات سمجھ میں آئی۔ چنانچہ وہ سارے جانور لے گیا اور جب اپنے قبیلہ میں پہنچا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ سارے مسلمان ہو جاؤ۔ جو شخص اس قدر سخاوت کرتا ہے اور مجھے یہ کہہ دیتا ہے کہ وادی کے سارے کے سارے جانور ہانک کر لے جاؤ اُس کی دولت کا سرچشمہ دنیا کی کوئی چیز نہیں ہو سکتی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جو تمام خزانوں کا مالک ہے اُس کے ساتھ اُس کا تعلق ہے ورنہ وہ یہ کہنے کی جرات نہ کرتا کہ سارے کے سارے جانور ہانک کر لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اُس پر رحمت نازل کرنی تھی اس لئے اس پر یہ دلیل کارگر ہو گئی۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اس قدر سخاوت کرنے والے تھے ان کے متعلق احادیث یہ گواہی دیتی ہیں کہ ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت عام مہینوں کے مقابلہ میں ایسی تھی جیسے تیز ٹھنڈی ہوا ہوتی ہے۔ ہلکی ہوا کے مقابلہ میں اس سے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ آپ کی سخاوت کہاں تک پہنچی ہو گی۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس وقت ایمان کے درخت کی ٹہنی نکل آئے یعنی پہلے باریک چھوٹی اور معمولی سی روئیدگی تھی اس کے بعد جب وہ ٹہنی کی شکل اختیار کر جائے تو اس میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے خدا کی راہ میں اموال خرچ کرو۔ ماہ رمضان سے اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ رمضان کی برکتوں میں سے یہ تیسری برکت ہے۔ اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔“

(خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 452-453)

روحانی امراض کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ انفاق فی سبیل اللہ ہے

فرمایا:

”اعمالِ صالحہ کی مثال پانی کی ہے خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا بھی ایک عملِ صالح ہے۔ آپ کو اس حد تک سخاوت کرنی چاہیے کہ گویا کسی چیز کو اتنا پانی مل جائے کہ مثلاً درخت کے ارد گرد جو ہودی لگائی جاتی ہے اس سے باہر نکل آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس طرح تمہارے ایمان کے درخت کی جو ٹہنیاں ہیں ان کو کسی قدر مضبوطی حاصل ہو جائے گی۔ پہلے اُن کے اندر نرمی تھی اور اُن کے لئے بہت سے خطرات تھے۔ نرمی کا مطلب یہی ہے کہ وہ وقت معروضِ خطر میں ہیں مثلاً ہمارا یہ مادی جسم ہے۔ جس شخص کے اندر قوتِ مدافعت نہ ہو تو اس پر بیماری کے حملے کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ چنانچہ جن بچوں کے اندر قوتِ مدافعت نہیں ہوتی کمزور ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ والدین ایسے بچوں کو میرے پاس دعا کے لئے لے آتے ہیں کہ یہ ہمارا بچہ ہے جسمانی ساخت کے لحاظ سے بہت کمزور ہے۔ اچانک بیمار ہو جاتا ہے کبھی بخار اور کبھی نزلہ زکام ہو جاتا ہے۔ آپ دعا کریں تندرست ہو جائے۔ غرض جس طرح درخت کی ٹہنیاں نرم و نازک ہونے کی وجہ سے ہر وقت معروضِ خطر میں ہوتی ہیں اسی طرح ایمان کے درخت کی ٹہنیوں کو بھی بیماریوں کا خطرہ رہتا ہے۔ اس روحانی امراض کے خطرہ کو دور کرنے کا ایک طریق انفاق فی سبیل اللہ ہے۔“

(خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 454)

مزید فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں اموال خرچ کرنے کا رمضان کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس ماہ مبارک میں یہ بڑا تاکیدی حکم دیا گیا ہے کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کو حاصل کرو۔ گویا رمضان کے مہینے میں انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ روحانی ٹہنیوں کو مضبوط کرنے کی یہ تیسری برکت ہے۔ جس کا رمضان کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔“

(خطبات ناصر جلد چہارم صفحہ 450-457)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعة النور عمران۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1106﴾

﴿20﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۗ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۗ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِلَعَلَّهُمْ  
يَرْشُدُونَ (البقرہ: 187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور و شر کرے اگر اُس سے کوئی گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔

(بخاری کتاب الصوم باب هل يقول اني صائم اذا شئتم)

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے  
کھلا تو ہے تری ”جنت کا باب“ جانے دے  
مجھے تو دامن رحمت میں ڈھانپ لے یونہی  
حساب مجھ سے نہ لے، بے حساب جانے دے  
سوال مجھ سے نہ کر اے مرے سمیع و بصیر  
جواب مانگ نہ اے ”لاجواب“ جانے دے

مرے گناہ تیری بخشش سے بڑھ نہیں سکتے  
ترے نثار! حساب و کتاب جانے دے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

رمضان میں رحمت کی تلاش کی ضرورت ہے

آپ فرماتے ہیں:

”پھر لغت میں تَرَمَّضَ الصَّيْدَ کا محاورہ بھی لکھا ہے۔ یعنی جنونی شکاری شدت گرما کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گرمی کے وقت اپنے شکار کی تلاش میں نکلا۔ گویا اللہ تعالیٰ کا مومن بندہ بھوک اور پیاس اور دوسری سختیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مطلوب کی تلاش میں نکلتا ہے۔ گرمی کی شدت یا تکلیف، یا بھوک اور پیاس، یا بے خوابی وغیرہ اس کے راستہ میں روک نہیں بن سکتیں اور وہ جو کچھ تلاش کرتا ہے اس کا مفہوم بھی ہمیں اسی لفظ سے ہی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کا مطلوب ہرن اور تیترا کا شکار نہیں ہوتا۔ چنانچہ الرَّمَضُضُ کے ایک اور معنی عربی میں اَلْبَطْرُ يَأْتِي قَبْلَ الْخَرَيْفِ فَيَجِدُ الْاَزْضَ حَاذَةَ مُخْتَرِقَةَ (اُقْرَب) ہیں یعنی وہ بارش جو گرمی کی شدت کے بعد اور موسم خزاں سے پہلے آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور جب وہ نازل ہوتی ہے تو زمین پوری طرح تپتی ہوئی اور جلنی ہوئی ہوتی ہے لیکن جب وہ بارش نازل ہوتی ہے تو اس تپش کو دور کر دیتی ہے۔ اس جلن کو مٹا دیتی ہے اور سکون کے حالات پیدا کر دیتی ہے۔ تو یہاں سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مومن بندہ رمضان کے مہینے میں جنونی شکاری کی طرح بھوک اور پیاس اور دوسری تکالیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے جس مطلوب کی تلاش میں نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس رحمت کی بارش کے بغیر میرے دل کی جلن دور نہیں ہو سکتی۔ میرے اندر جو آگ لگی ہوئی ہے وہ مجھ نہیں سکتی جب تک کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش نازل نہ ہو۔ پس یہ تمام مفہوم لفظ رمضان کے اندر ہی پایا جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 24 دسمبر 1965ء)

رمضان دعائیں کرنے، نوافل ادا کرنے، ذکر الہی اور مستحقین کا خیال رکھنے کا مہینہ ہے  
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ماہ رمضان بہت سی برکتیں لے کر آتا ہے اور بہت سی برکتیں لے کر آگیا ہے۔ اس ماہ میں صرف روزے ہی رکھنے کا حکم نہیں، گو اس کی بڑی عبادت تو اس طریق پر روزہ رکھنا ہے جس طرح اسلام نے بتایا ہے لیکن قرآن کریم نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ روزے رکھنے کے علاوہ یہ ماہ دعائیں کرنے کا ہے، نوافل ادا کرنے کا ہے، ذکر الہی سے اپنے اوقات کو معمور کرنے کا ہے نیز یہ مستحقین کا خاص طور پر خیال رکھنے کا مہینہ ہے اور اگر انسان غور کرے تو یہ ایک ایسا مہینہ ہے جو بڑے اور چھوٹے کو ایک مقام پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے اور برابر کر دیتا ہے۔ دن کے وقت بھوکا رہنے اور رات کے اوقات میں خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ جھکنے کے لحاظ سے چھوٹے اور بڑے کی کوئی تمیز نہیں رہتی ان میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔“

(خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 182)

فرمایا:

”پس رمضان اپنی تمام برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ آ رہا ہے۔ میں نے اس وقت رمضان کی چار پانچ برکتوں کا ذکر کیا ہے یعنی چار برکتیں تو وہ ہیں جو انسان اپنی کوشش اور اپنے عمل سے، اپنے ایمان کے درخت کو نشوونما دے کر، اس کی پرورش کر کے اسے ایک بڑا شاندار حسین شاخوں سبز پتوں والا درخت بنا کر حاصل کرتا ہے اور پانچویں وہ برکت ہے کہ جب وہ درخت ثمر آور ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت انسان دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرتا ہے اس طرح وہ اسے پھولوں کا گہنا پہناتا اور پھولوں سے لاد دیتا، اس کی افادیت کے ہر پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ گویا پانچویں برکت کا تعلق انسان کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مہربت کے ساتھ ہے۔ جب انسان کو یہ مہربت الہیہ نصیب ہوتی ہے تو پھر اس کے بعد روحانی درخت اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں ہوتا ہے اور وہ انسان کے لئے ابدی جنت اور ابدی سرور کا ذریعہ بن جاتا ہے۔“

(خطبات ناصر جلد چہارم صفحہ 457)

دعائیں کرنا بھی ایک مجاہدہ ہے

فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے میں مختلف قسم کی کوششوں اور مجاہدات کو اکٹھا کر دیا ہے۔ جسم کا مجاہدہ ہے، زبان کا مجاہدہ ہے، اعمال کا مجاہدہ ہے، خدا تعالیٰ کی یاد میں اوقات بسر کرنے کا مجاہدہ ہے، قرآن کریم پر کثرت سے غور اور فکر اور تدبیر کرنے کا مجاہدہ ہے اور بھی بہت سے مجاہدات اکٹھے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دعا کیا کرو۔ دعائیں کرنا بھی ایک مجاہدہ ہے۔ میں نے ابھی نوافل کے متعلق جو کہا تھا وہ بھی دعائیں کرنے کے لئے ہوتے ہیں یعنی سب کوششوں کے بعد خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرنا کہ اے خدا! ہم نے اپنی طرف سے اپنی ہی کوشش کر لی لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہماری کوشش ناقص ہے اور ہم نے پورا زور لگایا لیکن ہم مانتے ہیں کہ ہم پورا زور لگائیں تب بھی وہ بات نہیں بنتی اور ہم منزل مقصود تک پہنچ نہیں سکتے اس لئے ہم تیرے حضور عاجزانہ طور پر جھکتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد کے طالب ہوتے ہیں۔ اے رحیم خدا! ہم پر رحم فرما اور ہماری کوششوں اور سعی اور خلوص نیت میں اگر کوئی نقص ہے تو اس کو دور کر دے۔ اگر کوئی کمی ہے تو اس کو پورا کر دے ہماری کوششیں اُدھوری ہیں۔ ہم انسان ہیں ہماری کوششوں کے کمال تک پہنچنے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ اپنے رحم سے مہیا فرما۔ اے ہمارے رب رحیم! ہماری کوششوں کا وہ نتیجہ نکال جو ہمارے لئے جنت اور قرب اور رضا کے حصول کا باعث بنے اور ہم تیرے محبوب بن جائیں جس طرح کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت ہم تیرے عاشق اور عاجز بندے ہیں اور جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم تجھ ہی میں فنا ہو جانے کی ہمیشہ کوشش کرتے ہیں۔“

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 979)

نیز فرمایا:

”روزہ کا مطلب محض بھوکا رہنا نہیں بلکہ ماہ رمضان کی عبادت دراصل بہت سی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک نمایاں چیز جو ہمیں نظر آتی ہے وہ جسمانی ضرورتوں سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اُس میں محو ہونے کی کوشش کرنا ہے... وہ لوگ جو روح رمضان کو سمجھتے اور اس کے مطابق اپنی جسمانی ضرورتوں کو پیچھے ڈال کر روحانی ضرورتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے روحانی قویٰ کو تیز

کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں (ایک اصطلاح ہے کہ) تصویر قلب ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ روحانی قوی تیز ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی وجہ سے اس میں فرماتا ہے کہ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي لَعَنِي رُوحَانِي قَوِي كِي تِيزِي كِي بَعْدُ پھلا سوال ہی یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذہب کا یہ دعویٰ ہے کہ مذہبی احکام پر چل کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک پختہ اور زندہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو رمضان کی عبادتوں کے نتیجے میں انسانی ذہن یہ کہے گا کہ رب کو کیسے پایا جاسکتا ہے تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تمہارے روحانی قوی تیز ہوں گے تو تمہیں نظر آجائے گا کہ میں تمہارے بالکل قریب ہوں مگر جو شخص خدا تعالیٰ کو پہچانتا نہیں اور اس کے روحانی قوی میں نشوونما نہیں ہوئی۔ اسے بیماری ہے یا وہ صحت مند نہیں ہے اس کی روح کسی دوسری طرف متوجہ ہے ایسے شخص کو تو نظر نہیں آتا لیکن جس کو نظر آئے یا جسے اللہ تعالیٰ کا عرفان اور معرفت حاصل ہو جائے، وہ تو اپنے رب کو اتنا قریب پاتا ہے کہ واقع میں اس سے زیادہ قریب وہ کسی اور چیز کو محسوس نہیں کرتا۔ اسے یہ نظر آ رہا ہوتا ہے کہ ربوبیت باری کے بغیر وہ زندہ ہی نہیں رہ سکتا صحت کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا، اپنے قوی کو نشوونما نہیں دے سکتا۔ اسے رب کی ربوبیت کی ضرورت ہے اور ربوبیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت کی صفات جلوہ گر ہوتی ہیں مثلاً وہ حی بھی ہے اور قیوم بھی ہے کوئی وجود ظہور پذیر نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے اور کسی زندگی کو بقاء نہیں رہ سکتی جب تک کہ خدا تعالیٰ کی مرضی نہ ہو پس اسے نظر آتا ہے کہ حیات کا سرچشمہ اور قائم رہنے کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ نہیں سوچتا کہ میرا سانس میری زندگی کا سانس ہے بلکہ اسے نظر آ رہا ہے کہ میرا وہ سانس میری زندگی کا سانس ہے جس کے متعلق خدا چاہے کہ وہ میری زندگی کا سانس بنے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ غذا جو ہے وہ خدا تعالیٰ کی منشاء اور اس کے حکم کے بغیر ہمارے جسموں کو صحت اور تروتازگی نہیں بخشتی اور طاقت نہیں دیتی جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو اس کے سامنے نہ روزمرہ یہ نظارے آتے ہیں کہ کھانا کسی آدمی کی موت کا موجب بن گیا یا پانی جس کو آب حیات کہا جاتا ہے یعنی وہ ہمارے لئے زندگی کا پانی ہے اور روٹی سے بھی زیادہ ضروری ہے وہ کسی انسان کی موت کا باعث بن جاتا ہے۔ ڈاکٹر جانتے ہیں، اطباء جانتے ہیں کہ بعض دفعہ انسان کو پانی پی کر اس قسم کا قوت لچ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔“

پھر فرماتے ہیں:

”غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ (رمضان کی) عبادت خاص طور ایسی ہے کہ اس سے روحانی قویٰ میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔ تنویر قلب پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد انسان کے دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میرا رب مجھے کیسے مل سکتا ہے یعنی یہ خیال تبھی پیدا ہو گا جب اس نے صحیح سمت کو قدم اٹھالیا۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہارے قریب ہوں۔ کیا تم میری قدرتوں کو نہیں دیکھتے؟ میں تمہاری ہر احتیاج پوری کرتا ہوں۔ تمہارا سانس لینا، تمہاری بینائی، تمہاری شنوائی یہ سب میرے حکم اور میری اجازت سے قائم ہیں۔ میری تمہیں ضرورت ہے تمہاری آنکھ، ناک، کان، دل اور دل کی صحیح حرکت سب میرے حکم میں بندھے ہوئے ہیں... پس ماہ رمضان اور اس کی عبادتوں کا انسان کو ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس کے روحانی قویٰ تیز ہوتے ہیں اور اپنے رب کے متعلق ایک جستجو پیدا ہوتی ہے اور یہ انسان کے لئے بڑی ضروری ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے رب کی صفات کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے یہاں تک کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ اس کا رب اس کے کتنا قریب ہے۔ وہ دُور نہیں کہ جس سے ہم بھاگ سکتے ہوں۔ وہ دُور نہیں کہ جس کے بغیر ہم زندگی گزار سکتے ہوں۔ وہ دُور نہیں کہ جس کی توجہ کے بغیر ہم اپنی ضرورتیں اور احتیاجیں پوری کر سکتے ہوں پس انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میرے بالکل قریب ہے۔“

(خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 490)

فرمایا:

”پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے لئے ہدایت کے سامان بھی مہیا فرمائے ہیں اور پھر تم ماہ رمضان میں قبولیت دعا کے نمونے بھی دیکھتے ہو لیکن اگر تم مستقل طور پر میری اطاعت کو اختیار نہیں کرو گے تو میرے فضل بھی تم پر مستقل طور پر نازل نہیں ہوں گے اور نہ ہی تمہارا انجام بخیر ہو گا۔ انجام بخیر اسی کا ہوتا ہے جو اپنی زندگی کے آخری سانس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جو اپنی گردن پر رکھے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 61)

### رمضان اور قبولیت دعا

”رمضان کے مہینے کا اور رمضان کے روزوں اور عبادات کا بڑا گہرا تعلق دعا اور قبولیت دعا کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے یہ فرمایا ہے کہ روزہ میرے لئے رکھا جاتا ہے ”اور میں خود اس کی جزا ہوں گا“ اور وہ خود ہی اس کی جزا بن جاتا ہے۔ اسے اپنا قرب عطا کرتا ہے اور اپنے پیار اور محبت کا سلوک اس سے کرتا ہے اور پیار اور محبت کے سلوک میں بڑا ہی پیار سلوک قبولیت دعا کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ قرآن میں ہدایت بھی ہے اور حکمت بھی ہے نور بھی ہے۔ ہر زمانہ میں ہر مہینہ میں ان قرآنی برکات کے حصول کی کوشش کرتے رہا کرو لیکن رمضان میں آسمان سے رحمتوں کا نزول دوسرے مہینوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے اور قبولیت جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ بھی اس مہینہ میں زیادہ حاصل ہو سکتی ہے... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ اگر میرے بندے یہ سوال کریں کہ اللہ کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے تو انہیں میری طرف سے کہو کہ میں تو قریب ہوں۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ رمضان کے روزوں اور دوسری عبادتوں کے نتیجہ میں اور بھی قریب ہو گیا اور میرے قرب پر یہ بات شاہد ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا کو میں قبول کرتا ہوں۔“

(خطبہ جمعہ 8/ دسمبر 1967ء)

آپے فرماتے ہیں:

”ایک دعا ہے کہ جس میں آدمی بے تاب ہو کر خدا تعالیٰ کے قدموں پر گر جاتا ہے اور کہتا ہے مجھے یہ عطا فرما۔ وہ تو الہی صفات کی معرفت کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ یعنی وہ اسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان کو یہ پتہ لگے کہ اللہ تعالیٰ ماں باپ سے زیادہ قریب ہے جہاں تک موسم کی حفاظت کا تعلق ہے اپنے گھر سے زیادہ قریب ہے۔ جہاں تک بعض دوسری ضرورتوں کا اور زینت کا سوال ہے۔ ہمارے لباس سے زیادہ قریب



تمہاری نسلوں کی بقا کا سراسر بات میں ہے کہ تم اپنی زندگیوں کو اور اپنی نسلوں کی تربیت کو اپنے مولا کی مرضی کے تابع بناؤ۔ (فَلَا يَزِفْتُ) اور اپنے منہ سے جاہلیت کی زبان باہر نکال پھینکو اور اپنے جوارح کو زمانہ جاہلیت کی بد اعمالیوں سے پاک کرو۔ (وَلَا يَجْهَلُ) اور آنے والی نسلوں کے لئے نیک نمونہ قائم کرو۔ اگر تم روزے کو اپنے لئے ڈھال نہیں بناؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے کبھی بچ نہیں سکو گے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 70)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان کی ان فضیلتوں اور برکات کو حاصل کرنے والا بنائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)



﴿مشاہدات-1107﴾

﴿21﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 4)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

أَجَلٌ لَّكُمْ بَيْلَةٌ الرِّفْقُ إِلَى نِسَائِكُمْ ۖ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَكَتَبَ اللَّهِ لَكُمْ ۖ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَسْبَيْنَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتُوا الصَّيَامَ إِلَى الْيَلِيلِ ۖ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَجِدِ ۚ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (البقرہ: 188)

تمہارے لئے (ماہ) صیام کی راتوں میں اپنی بیویوں سے تعلقات جائز قرار دیئے گئے ہیں۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ تم اپنے نفسوں کا حق مارتے رہے ہو۔ پس وہ تم پر رحمت کے ساتھ جھکا اور تم سے درگزر کی۔ لہذا اب ان کے ساتھ (بے شک) ازدواجی تعلقات قائم کرو اور اس کی طلب کرو جو اللہ نے تمہارے حق میں لکھ دیا ہے۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر (کے ظہور) کی وجہ سے (صبح کی) سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے تمہارے لئے ممتاز ہو جائے۔ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔ اور ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو جب نماز کیلئے نکلتے تو سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر لوگوں کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہوتے، لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے آپ انہیں وعظ فرماتے اور حکم دیتے۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 965)

ہے قابل طلب کوئی دنیا میں اور چیز؟  
تم جانتے ہو تم سے سوا کون ہے عزیز  
دونوں جہاں میں مایہِ راحت تمہیں تو ہو  
جو تم سے مانگتا ہوں وہ دولت تمہیں تو ہو

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

سامعین! جس آیت کی میں نے ابھی تلاوت ہے اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اس آیت (البقرہ: 188) کی تفسیر یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں روزہ رکھنے کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانے کی اجازت ہے۔

عرب کے دستور کے مطابق اور ان کے خیال کی رُو سے روزے کے دنوں میں ایسا فعل رات کو بھی جائز نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ فرمایا وہ تمہارے لئے ایک قسم کا لباس ہیں۔ یعنی تقویٰ کا ایک پیرہن تم ان کے ذریعہ حاصل کرتے ہو۔ اسی طرح تم بھی ان کے لئے تقویٰ کا پیرہن ہو۔ گویا تم ایک دوسرے کے لئے تقویٰ اللہ کے بعض تقاضوں کے پورا کرنے کا ذریعہ بنتے ہو.... تو فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں کی حق تلفی کرتے تھے اور جہاں تک تسکین نفس کی تمہیں اجازت دی گئی ہے۔ تم اس سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے فضل سے اپنا یہ حکم تمہارے لئے کھول کر بیان کر دیا اور عَفَا عَنْكُمْ اس طرح تمہاری حالت کی اصلاح کر دی اور تمہاری عزت کے سامان کر دیئے۔

یہاں خدا تعالیٰ نے ایک بنیادی اصول کی طرف بھی متوجہ کیا ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں کا تعین اگر بندہ اپنے طور پر کرنے لگے۔ تو وہ اپنے حقوق بھی تلف کر جاتا ہے اور دوسروں کے حقوق کا تو کہنا ہی کیا۔ اس لئے دین کے معاملہ میں یہ ضروری تھا کہ قرب کی راہوں اور شریعت کے اصول کی تعین آسان سے وحی الہی کے ذریعہ کی جائے۔ ورنہ انسان غلطیاں کرے گا اور اپنے بھی اور دوسروں کے حقوق بھی تلف کر دے گا۔ تو فرمایا فَالَّذِينَ بَايَسُوا بِالْهُدَىٰ سَوَاءٌ لَّهُمْ شَرٌّ مُّبِينٌ اسی لئے ہم نے تمہارے حقوق کی حفاظت کے لئے اس شریعت کو نازل کیا ہے اور تمہارے فائدے کے لئے ہی سب احکام اُتارے گئے ہیں۔ پس اب تم بلا خوف لَوْ مَاتَ لَكُمْ ابْنِي يُبُولُ كَمَا يَبُولُ ابْنُ الْكَافِرِ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کیا ہے۔ اس کی جستجو کرو۔۔۔ فرمایا کہ تم روزے اس نیت سے رکھو یا یہ کہ ہم نے روزوں کو تم پر اس لیے فرض کیا ہے کہ تا تم یہ سبق سیکھو کہ کتاب اللہ (یعنی آسمانی شریعت) کو اور اس کے تمام احکام کو اپنا مطلوب بنانا ہے گویا وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض تمہارے لیے مقرر کیے ہیں ان کو اپنا مطلوب اور مقصود بناؤ۔۔۔ پھر روزے کی عبادت کے متعلق جب ہم مزید غور سے کام لیتے ہیں تو ہمیں ایک اور لطیف بات معلوم ہوتی ہے۔ اس عبادت میں ہمیں کھانے پینے سے روکا گیا ہے اور کھانے پینے پر ایک فرد کی بقا کا انحصار ہے کیونکہ کوئی شخص کھائے پئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

پھر ہمیں جنسی تعلقات سے بھی روکا گیا ہے اور جنسی تعلقات پر نسل کی بقا کا انحصار ہے۔ اس کے بغیر نسل انسانی جاری نہیں رہ سکتی۔ اگر دنیا کے سارے لوگ وہ کیفیت اپنے پر وارد کر لیں جو روزہ کے وقت ایک روزہ دار کی ہوتی ہے تو یقیناً یہ دنیا اسی نسل میں ختم ہو جائے۔ تو بنیادی چیز جس کا اقرار اللہ تعالیٰ نے روزہ کے ذریعہ ہم سے لیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی اور اپنی نسل کی زندگی۔ اے خدا! تیرے حوالے کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں ان چیزوں سے بھی روکا گیا ہے جن پر ہماری زندگی کی بقا کا انحصار ہے اور اس چیز سے بھی روکا گیا ہے جس پر ہماری نسل کی بقا کا انحصار ہے گویا ہم سے خدا تعالیٰ یہ اقرار کرواتا ہے کہ ہمارا سب کچھ تیرا ہو گیا۔ تو اگر کہے تو ہم بھوکے پیاسے مرنے کے لیے تیار ہیں اور اگر ٹوچا ہے اور تیری رضا میں ہو تو ہماری نسلیں بھی تجھ پر قربان۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 65-70)

## اعتکاف

سما معین! رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کی بھی اہمیت ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ علم دینے کے لئے کہ وہ کس قسم کے انقطاع عن الدنیا اور انابت الی اللہ کو پسند کرتا ہے۔ ہمارے لئے اعتکاف کی نفلی عبادت مقرر فرمائی۔ یہ نفلی عبادت یعنی اعتکاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے پہلے دس دنوں میں بجالائے پھر آپ رمضان کے درمیانی دس دنوں میں بھی اعتکاف بیٹھے اور آپ یہ عبادت رمضان کے آخری عشرہ میں بھی بجالائے ہیں۔ غرض آپ رمضان کے تینوں عشروں میں اعتکاف بیٹھے ہیں اور اسے آخری شکل آپ نے یہ دی کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی عبادت بجالائی جائے اب رمضان کا آخری عشرہ بڑا ہی محدود زمانہ ہے۔ دس دن ہی تو ہیں۔ پھر لوگوں کی ایک تو محدود تعداد اعتکاف بیٹھتی ہے لیکن اس سے ہم سب کو کم سے کم یہ علم ضرور حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس قسم کی زندگی گزارنے کی ہم سے امید کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے لئے خلوت اور تنہائی کو پسند فرماتے تھے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 94)

## لیلیۃ القدر کی تلاش

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آخری دنوں کے متعلق بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اس عشرہ میں مسلمان کو اس رات کی تلاش کرنی چاہیے تقدیر کی جس رات میں دعائیں قبول ہوں اور اسلام کے حق میں دنیا کی تقدیریں بدل دی جائے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 1006)

## فرمایا:

”پس ان آخری دنوں میں اعتکاف بیٹھنے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ لیلیۃ القدر کی تلاش کی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس رات کی تلاش کے لئے ان دنوں میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو یہ رات دکھادے اور جس خوش قسمت کو وہ گھڑی نصیب ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کی دعائیں بڑی کثرت سے سنتا ہے تو اسے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس رات کی تلاش سے پہلے اسے یہ سوچ لینا چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت دعا کی یہ گھڑی نصیب کر دی تو وہ اس میں کون کون سی دعا کرے گا۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میں نوافل بھی پڑھوں گی اور دعائیں بھی کروں گی لیکن آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر مجھے لیلیۃ القدر کی گھڑی نصیب ہو جائے تو اس میں میں کون سی دعا کروں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھڑی میں تم اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو۔ پس استغفار ایک بنیادی دعا ہے اس کے بغیر حقیقتاً ہماری زندگی زندگی ہی نہیں رہتی نہ دنیوی زندگی باقی رہ سکتی ہے اور نہ اخروی زندگی۔ نہ مادی زندگی باقی رہ سکتی ہے اور نہ روحانی زندگی۔ اس دنیا میں جو مختصر زندگی ہمیں ملتی ہے اس میں ہم اس قدر غلطیاں کرتے ہیں اتنی کوتاہیاں ہم سے سرزد ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور عفو نہ ہو اور وہ اس دنیا میں یا اگلی دنیا میں ہمیں پکڑنا چاہے تو ہمارے لئے راہ نجات ممکن ہی نہیں۔

لیلیۃ القدر میں جو دعائیں مانگنی چاہئیں ان میں سے دو بنیادی اور انفرادی دعائیں استغفار اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرنا ہے۔ استغفار یعنی اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنا اور اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر پردہ پوشی کی درخواست کرنا اور خاتمہ بالخیر ہو جائے تو پھر پچھلی غلطیاں شمار نہیں ہوتیں۔ وہ سب معاف ہو جاتی ہیں۔ اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے اور اپنی رضا کی جنت ہمیں نصیب کرے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 96-99)

فرمایا:

”لیلیۃ القدر ہمیں یہ بتاتی ہے کہ خدا کی تقدیریں تمہارے حق میں اور تمہارے فائدہ کے لئے اس وقت حرکت میں آئیں گی جب تم راتوں کو اپنے رب کے لئے زندہ کرو گے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہر روز تمہارا خدا تمہارے لیے اپنی تقدیر کی تاریں ہلائے تو تمہیں ہر رات کو لیلیۃ القدر بنانا پڑے گا۔ اگر تم اپنی ہر رات کو لیلیۃ القدر نہیں بناتے بلکہ غفلت میں اور سوتے ہوئے سارے سال کی راتوں کو گزار دیتے ہو تو ایک لیلیۃ القدر سے تمہیں کیا فائدہ؟ پس اگر میرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر روحانی ترقیات چاہتے ہو

تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تمہاری ہر رات لیلیۃ القدر کی کیفیت رکھتی ہو۔ اور تمہارا ہر دن جمعۃ الوداع کی کیفیت رکھتا ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو خدا تعالیٰ کی رضا کو نہیں پاسکو گے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 551)

### لیلیۃ القدر کی فضیلت

فرمایا:

”رمضان کے ان آخری دنوں میں جن میں ہم اعتکاف بیٹھتے ہیں ایک وہ رات بھی آتی ہے جو لیلیۃ القدر کے نام سے موسوم ہے لیلیۃ القدر کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ رات جس میں اگر انسان چاہے اور پھر اس کا رب فضل کرے تو وہ اپنی اور اپنی قوم کی تقدیر کو اپنے رب سے بدلواسکتا ہے یعنی لیلیۃ القدر وہ رات ہے جس میں تقدیریں بھی بدل سکتی ہیں لیکن اکثر تقدیریں جو مضرعانہ دعا کے نتیجہ میں بدل دی جاتی ہیں ہمارے علم میں نہیں آسکتیں... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (یوسف: 21)

اللہ تعالیٰ تقدیر بدل سکتا ہے اور بدلتا ہے ہاں جو تقدیر پردہ غیب میں ہے اور پردہ غیب میں ہی بدل دی جاتی ہے اس کے متعلق اکثر لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری دعا کو قبول فرما کر بہت سی دکھ دینے والی چیزوں کو بدل دیتا ہے اور ہمارے دل اس کی حمد سے بھر جانے چاہئیں۔

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ اکثر لوگ غیب کی ان باتوں کی طرف مومنانہ فراست سے متوجہ نہیں ہوتے اور ان کے دل حمد سے خالی رہتے ہیں۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 95-96)

پھر فرمایا:

”پھر اگلا رمضان آجاتا ہے اور وہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی عباد، اللہ تعالیٰ کی عبادات بجالانے کے لئے شَدَّ مِشْرَكَہ کا مصداق بن جاتا ہے۔ پوری طرح مستعد اور تیار ہو جاتا ہے کیونکہ اس ماہ مبارک میں بہت ساری عبادتیں اکٹھی کر دی گئی ہیں وہ اپنی طرف سے رمضان کی عبادتیں بجالاتے لاتے رمضان کے آخری عشرہ میں پہنچ جاتا ہے تو اس کا دل کہتا ہے کہ اس نے اپنی طرف سے سارے اعمال خدا کے لئے کئے لیکن وہ یہ

نہیں کہہ سکتا کہ اُس کے اعمال قبول بھی ہوں گے یا نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے اُس کے اعمال کی کسی خرابی یا بیماری یا کسی اندرونی کیڑے کی وجہ سے اُس کے وہ سارے اعمال جنہیں وہ سارے سال بجلا تا رہا ہے اور جنہیں ماہ رمضان میں اور بھی زیادہ تندہی اور مستعدی کے ساتھ بجلا لیا۔ وہ عند اللہ مقبول نہ ہوں چنانچہ پھر وہ سال نو کی ایک نئی لیستہ القدر کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں تہجد کے ساتھ خود بھی جاگتا اور اپنے اہل کو بھی جگاتا ہے اور فدائیت کے ساتھ اُن راتوں کو زندہ رکھتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ فضل کرے تو اسے اس قسم کی دونوں قدرتوں یا قدرت کے دونوں پہلوؤں کے حسین جلوے دکھائی دینے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! میں تجھے یہاں طاقت دینے کے لحاظ سے کھڑا نہیں رہنے دوں گا بلکہ میں تجھے پہلے سے بڑھ کر نیکیاں بجالانے کی توفیق عطا کروں گا لیکن میں نے وہ اختیار تجھ سے نہیں چھینا اس لئے شیطان سے ہوشیار رہ کر اپنا اگلا سال گزارنا پھر اسی طرح انسان کی زندگی کے سارے سال گزرتے رہتے ہیں۔

پس اصل بات یہی ہے کہ وہ گھڑی خواہ وہ ایک سیکنڈ کی ہو یا ایک گھنٹے کی یا ایک رات کی ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو یہ بشارت ملتی ہے کہ میں نے تیری نیکیوں کو قبول کیا اور میں نے پہلے سے بھی زیادہ نیکیاں کرنے کی تجھے توفیق عطا کی۔ ایسی گھڑی ساری عمر سے بڑی ہے خواہ وہ عمر تراسی سال چار ماہ کی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَيْسَ لَكَ الْقَدَرُ بِرِزْرِ مَمِينُونَ سے زیادہ بزرگی والی، زیادہ عزت والی، زیادہ فائدہ والی اور زیادہ خیر والی ہے۔ تراسی سال کی ایسی تدبیر جو قبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔ ایسا مجاہدہ جو رد کر دیا جاتا ہے ایسی دعائیں جو واپس منہ پر ماردی جاتی ہیں اُن کے مقابلہ میں پیار کی ایک گھڑی جس میں انسان اپنے خدائے قادر کی محبت کو دیکھتا ہے ایسی گھڑی کہیں زیادہ خیر اور برکت والی ہوتی ہے۔ انسان رمضان کے آخری عشرہ میں اسی مبارک گھڑی کی تلاش میں لگا رہتا ہے اور اپنے رب پر پوری طرح حسن ظن رکھتا ہے بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی غفلتوں پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت پر وہ ڈال دیتی ہے اور جن کے کام اور اعمال مقبول ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیض کو وہ حاصل کرتے ہیں مگر یہ لَيْسَ لَكَ الْقَدَرُ یعنی مبارک گھڑی اصل لَيْسَ لَكَ الْقَدَرُ کی ایک ذیلی چیز یا بطور ضمیمہ کے ہے۔“

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 1020-1021)

نیز فرمایا:

”جب یہ ساری عبادتیں جن کا تعلق اعمالِ صالحہ سے ہے وہ اپنے اختتام تک پہنچ رہی ہوتی ہیں یعنی تیسرا، اب جو تیسری تہائی تھی رمضان کی وہ آج شروع ہوگئی۔ اکیسواں روزہ ہے تو ان دنوں میں روزے تو رکھنے ہی ہیں روزے رکھنے والوں نے جن پر فرض ہوئے ہیں لیکن خاص طور پر زور دے دیا دعاؤں پر اور لیلیۃ القدر جو دعاؤں کی قبولیت کا ایک وقت ہے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ تر پانے والے آخری عشرہ میں پائیں گے اُس میں اسے تلاش کرو۔ دعاؤں سے ہی تلاش کرنا ہے نالیۃ القدر کو کیونکہ اُس کا تعلق دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ ہے۔ اُس کا تعلق خیرات کی تقسیم کے ساتھ نہیں۔ اُس کا تعلق انسان کی روح کا پانی کی طرح آستانہ الہی پر بہ جانے کے ساتھ ہے۔ تو جہاں پہلے میں دن رمضان کے بھی دعاؤں کے ہیں وہاں یہ دس دن آخری جو ہیں خاص طور پر دعاؤں کے ہیں۔“

(خطبات ناصر جلد 9 صفحہ 202)

جمعة الوداع کی اہمیت اور برکات

فرمایا:

”شہر رمضان کا ہر دن ہی برکتوں والا دن ہے۔ رحمتوں والا دن ہے لیکن رمضان میں جو جمعے آتے ہیں وہ خاص طور پر زیادہ برکتیں اور رحمتیں لے کر آتے ہیں کیونکہ جمعہ کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ اس دن بھی انسان کے لئے ایک گھڑی ایسی آتی ہے ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ جب دعا خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔ ہم اس کے یہ معنی بھی کر سکتے ہیں کہ جمعہ کے دن جب خدا کا ایک بندہ خدا کے حضور عاجزی اور اہتال کے ساتھ دعا کرتا اور دعا کو انتہا تک پہنچاتا ہے تو اس کی تضرع کی انتہا وہ وقت جو اس شخص کے لئے قبولیت دعا کا وقت بن جاتا ہے۔“

(خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 182)

نیز فرمایا:

”رمضان کا یہ آخری جمعہ ایک لحاظ سے بڑا اہم ہے کیونکہ یہ انسان کو آخری موقع دیتا ہے کہ وہ اس جمعہ میں یہ دعا کرے کہ اے خدا! جس طرح تو نے رمضان کے مہینے میں ہمیں اپنے ذکر کی توفیق دی تھی ایسا کر کہ

گیارہ کے گیارہ مہینے جو اگلے رمضان سے پہلے آنے والے ہیں ان میں بھی ہمیں اسی طرح تیرے ذکر کی توفیق ملتی رہے اور اس طرح ہمارا شیطان مسلمان ہو جائے، بندھ جائے، اس کی Mischief (مس چیف) اور اس کی شرارت جاتی رہے۔ ذکر اللہ کے ساتھ جس وعدے کو باندھا گیا ہے وہ صرف رمضان کے متعلق نہیں۔ رمضان میں انسان مقبول دعاؤں کی توفیق پاتا ہے اور رمضان کی مقبول دعائیں سارے رمضان ہی میں ہیں لیکن خاص طور پر رمضان کے جمعوں میں ہیں اور مقبول دعا کا آخری موقع آخری جمعہ کے دن ہے توجہ رمضان کی مقبول دعاؤں کے نتیجے میں انسان ذکر اللہ کی، ذکر آکشیڈا والے ذکر اللہ کی توفیق پاتا ہے، کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے کی توفیق پاتا ہے تو اس کا شیطان مسلمان ہو جاتا ہے اور باندھ دیا جاتا ہے پھر اس کی شرارت اثر انداز نہیں ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا کہ صبح شام اس کی تسبیح کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَیْكُمْ تَمَّ اس کی رحمتوں کے وارث بنو گے اور اس کے ملائکہ تمہارے لئے دعائیں کریں گے جس کے نتیجے میں تمہارے اندھیرے دور کر دیئے جائیں گے اور تمہارے لئے نور کے سامان پیدا ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی کوششوں اور ان کی جدوجہد اور مجاہدہ کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ تو مومنوں کے لئے بڑا رحیم ہے۔“

(خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 185)

عید

فرمایا:

”عید الفطر کی شکل میں بار بار آنے والی یہ خوشی میں رمضان جیسے بابرکت مہینے کے بعد میسر آتی ہے۔ اور رمضان وہ مہینہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت مغفرت اور عتق من النار کا مہینہ قرار دیا ہے... رمضان بھی انسان کو روحانی بلندیوں سے ہمکنار کرنے آتا ہے اور انہی معنوں کی رو سے یہ رحمت اور مغفرت کا مہینہ ہے۔ روحانی بلندیوں سے کیا مراد ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَانْتَ رَقَبَةً اَوْ اَطْعَامًا فِيْ يَوْمِ ذِيْ مَسْعَبَةِ يَتِيْمًا اَوْ مَسْكِيْنًا اَوْ مَتْرُوْبَةً یعنی گردن چھڑانا اور بھوک کے دن بے سہارا یتیموں مسکینوں یا کسی اور وجہ سے ناگہانی طور پر بھوک سے دوچار ہونے والوں کو کھانا کھلانا۔

فَلْكَ رَقَبَةٍ سے عام طور پر کمراد غلاموں کو آزاد کرنا لی جاتی ہے۔ یہ معنی بھی درست ہیں لیکن سب سے بڑا غلام ہمارا اپنا نفس ہے جو شیطان کی غلامی اختیار کر لیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس امر کا ذکر کیا ہے کہ روحانی بلندی حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ اول کو ہم اپنے نفس کو شیطان کی غلامی سے آزاد کروائیں نیز دوسروں کو بھی شیطان کی غلامی سے آزاد کروائیں بالخصوص شیطان کی اُس غلامی سے جو بسا اوقات بھوک کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور اسی مضمون کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے ضمن میں عتق من النار کے الفاظ سے ادا فرمایا ہے۔ پس جہاں رمضان میں خود کھانا چھوڑنے اور دوسروں کی بھوک کا احساس کرنے اور اُسے دور کرنے کا عمل نمایاں ہوتا ہے وہاں عید کے دن خود کھانا کھانا کھانے اور دوسروں کو کھانا کھلانے کے عمل کو نمایاں حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ پس رمضان اور عید کا ایک بہت بڑا سبق یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو بھی شیطان کی غلامی سے چھڑائیں اور خاص طور پر دوسروں کو بھی شیطان کی اُس غلامی سے چھٹکارا دلائیں جو بھوک کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 17 جنوری 1967ء صفحہ 1 اور 8)

عید کی خوشی بار بار آنے والی خوشی ہے

فرمایا:

”عید کے معنی بار بار آنے والی خوشی کے ہیں۔ اسی لیے جو دن ہر سال آتا ہے اور نئی خوشیاں لاتا ہے عید کہلاتا ہے۔ عید الفطر ہر سال رمضان کا مہینہ پورا ہونے پر منائی جاتی ہے اور اس لئے منائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن نیت اور اپنی رضا کے حصول کی خاطر رمضان کے روزے رکھنے اور اُس کی مخصوص عبادات بجالانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر دیکھا جائے تو عید عبد اذاب کے بار بار خدا کی طرف جھکنے اور ربّ توّاب کے اپنے عبدِ اقرب پر بار بار رجوع برحمت ہونے کی وجہ سے منائی جاتی ہے۔ اذاب کے معنی ہیں صحیح اعتقاد اور صحیح عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور بار بار جھکنے والا۔ پس عید الفطر جو رمضان کے بعد آتی ہے ہمیں یہ باور کراتی ہے کہ جس طرح رمضان کے روزے رکھنے اور اُس کی مخصوص عبادات بجالانے والوں کے لیے ظاہری طور پر بھی ایک خوشی کا دن مقدر ہوتا ہے اور جو عید کہلاتا ہے اور بار بار آتا ہے اسی طرح اگر ایک مسلمان چاہے تو عبدِ اذاب ہونے کی حیثیت میں حسن نیت اور صحیح اعتقاد اور صحیح عمل کے

ساتھ روزانہ ہی اپنے ربِّ تواب کے حضور جھک کر اُس کی رحمت کا جلوہ اس رنگ میں دیکھ سکتا ہے کہ روزانہ ہی وہ اُس پر رجوع برحمت ہو اور اُسے اپنے فضلوں سے نوازنا چلا جائے۔“

(روزنامہ الفضل 5 جنوری 1968ء صفحہ 1)

عید کے بارے میں فرمایا:

”اس عید کا تعلق رمضان سے بہت گہرا ہے۔ جہاں تک رمضان کا تعلق ہے اس میں جہاں اور بہت سی بنیادی خصوصیات پائی جاتی ہیں وہاں اس میں بنیادی اہمیت کی حامل یہ دو خصوصیات بھی ہیں ایک تو ماہ رمضان کا تعلق لیلۃ القدر سے ہے دوسرے ماہ رمضان کا تعلق اُن انتہائی قربانیوں کے ساتھ ہے جو ایک انسان اپنے ربِّ کے حضور پیش کر سکتا ہے۔ جب انسان انتہائی قربانیاں اپنے ربِّ کے حضور پیش کرتا ہے اور لیلۃ القدر اُسے نصیب ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے لیے ایک عید مقدر کر دی جاتی ہے جس میں خدا تعالیٰ اُسے خوش ہونے اور خوشی منانے کا حکم دیتا ہے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 4 دسمبر 1970ء)

فرمایا:

”ہماری عید اور اسلام سے پہلے آنے والی قوموں کی عیدوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلوں کی عیدیں تو بار بار آتی تھیں لیکن وہ کوئی واضح اور معین مقصد اپنے سامنے نہ رکھتی تھیں۔ وہ ہر بار بعض نامعلوم اشارے کر کے چلی جاتی تھیں اُس کے بالمقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں جو عید کی دی گئی ہے ان میں نہایت حسین پیرایہ میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ہماری عید نَزْلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ کے ساتھ وابستہ ہے یعنی دین کی راہ میں اور خدا تعالیٰ کی خاطر صبر و استقامت کے ساتھ مسلسل قربانیوں کے نتیجے میں ہر عید ہمارے لئے ہمارے غفور و رحیم خدا کی برکات کے نزول کا موجب بن جاتی ہے اور ہر سال یہی وہ برکات ہیں جو ہر مومن کے لئے حقیقی عید اور خوشی و مسرت کا موجب ہوتی ہیں۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 11 نومبر 1972ء)

## ہماری عید

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے عید کا خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا:

”آج ہماری عید ہے۔ اللہ آپ سب کے لیے اس عید کو مبارک کرے۔ میں نے کہا ہے ”ہماری عید“ اس کی وجہ یہ ہے کہ عید، عید میں فرق ہے۔ خوشیاں سارا جہاں مناتا ہے۔ ہر قوم کے مذہب کے نیز سیاسی گروپوں کے اپنے تہوار ہیں جنہیں وہ مناتے ہیں۔ ہر تہوار دوسرے تہوار سے، ہر عید ہر خوشی کا دن دوسری عید کے دن سے مختلف ہے۔ ہماری عید اُس وقت ہوتی ہے جب ہم اپنے خدا سے امید رکھتے ہیں اور جب ہمیں بشارت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پیشکش کو جو ہم نے اس کے حضور پیش کی قبول کر لیا۔۔۔ خدا کے ایک عاجز بندے کی عید اُس وقت ہوتی ہے جب اُسے اس کا پیار حاصل مل جاتا ہے۔ خدا کے ایک عاجز بندے کی عید اُس وقت ہوتی ہے جب اس پر آسمان سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ خدا کے ایک عاجز بندے کی عید اُس وقت ہوتی ہے جب فرشتے اُس کے کان میں کہتے ہیں کہ خوش ہو، غم نہ کرو سارے اندیشے دل سے نکال دو، خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے بڑے انعامات مقدر کر رکھے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے بندے کی عید اُس وقت ہوتی ہے جب خدا سے کچھ پالینے کے بعد اسے یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ اور آگے بڑھو اور زیادہ پاؤ۔ یہ ہے ہماری عید۔ اور میری دعا ہے کہ آپ سب کے لئے یہ عید مبارک ہو۔

ان کے لئے بھی جو پاکستان میں بستے ہیں، اُن کے لئے بھی جو افریقہ میں بستے ہیں جو یورپ میں بسنے والے ہیں جو امریکہ (شمالی اور جنوبی) میں بستے ہیں جو جزائر کے رہنے والے ہیں اور بنی نوع انسان کے لئے بھی جلد تر اس عید کا دن چڑھے کہ جب سارے انسان ہی اپنے پیدا کرنے والے رب کریم کی یہ آواز سنیں کہ میں تم سے خوش ہوا تم بھی خوشی مناؤ اور انسان جس غرض کے لئے پیدا کیا گیا تھا بحیثیت مجموعی بنی نوع انسان کی زندگی میں وہ غرض پوری ہو اور سوائے چند ایک استثناءؤں کے سارے کے سارے ہی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جمع ہو جائیں اور موسلا دھار بارش کی طرح برسنے والی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے وارث بنیں۔“

(خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 105-106)

اللہ تعالیٰ ہمیں مقبول عبادات اور حقیقی عید منانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزر: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ  
طَعَامُ مَسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185)

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(بخاری کتاب الصوم باب هل يقال رمضان او شهر رمضان)

مولا سموم غم کے تپیرے پنہ! پنہ!  
اب انتظام دفع بلیات چاہئے  
جھلسے گئے ہیں سینہ و دل جاں بلب ہیں ہم  
جھڑیاں کرم کی، فضل کی برسات چاہئے  
مانا کہ بے عمل ہیں نہیں قابل نظر  
ہیں ”خانہ زاد“ پھر بھی مراعات چاہئے

پل مارنے کی دیر ہے حاجت روائی میں  
بس التفات قاضی حاجات چاہئے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

سامعین! سفر اور بیماری میں روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جو شخص سفر پر ہو یا بیمار ہو تو وہ اتنے دن کے روزے بعد میں رکھے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جو سفر پر ہو یا بیمار ہو اور وہ روزے نہ رکھ سکے تب وہ ان روزوں کو پورا کرے۔ تو ان الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے بیماری میں روزہ رکھ لیتا ہے یا سفر میں روزہ رکھ لیتا ہے تو قرآن کریم کی اس آیت پر تبھی وہ کار بندہ رکھتا ہے کہ ان روزوں کے باوجود کسی اور وقت میں روزے رکھے۔ کیونکہ قرآن کریم نے تو یہ کہا ہی نہیں کہ روزے چھوٹیں تب اور وقت میں روزے رکھو۔ قرآن کریم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ جو دن رمضان کے ایسے آئیں جن میں تم بیمار ہو یا سفر میں ہو تو ان دنوں کے روزے تم نے دوسرے دنوں میں رکھنے ہیں۔ مگر بہانہ جو بھی نہیں بننا چاہئے۔ بات یہ ہے کہ سفر کے متعلق بعض لوگ کہہ دیتے ہیں ”جی آج کل دے سفر دا کی اے۔ بڑا آرام ہے ریل وچ بیٹھے ایتھوں اوتھے پہنچ گئے“، لیکن اگر روزہ رکھنا عبادت ہے۔ تو عبادت خواہ جو ن سی بھی ہو۔ اسے ہم نے اس کی پوری شرائط کے مطابق ادا کرنا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کا پڑھنا، نوافل ادا کرنا، رات کو جاگنا، دن کو بھوکے اور پیاسے رہنا۔ پھر بڑی عادتوں کو چھوڑنا اور کئی نیکیوں کے کرنے کا اپنے رب سے وعدہ کرنا۔ وغیرہ کئی چیزیں ہیں جن کا تعلق رمضان کے مہینے سے ہے۔ سو اگر رمضان کی عبادت کما حقہ ہم نے ادا کرنی ہے تو یقینی بات ہے کہ چاہے ریل کا سفر ہو۔ یا ہوائی جہاز کا ہم اس عبادت کو سفر میں یا بیماری میں کما حقہ ادا نہیں کر سکتے۔ ایک شخص بیماری کی وجہ سے مثلاً نوافل ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی رات کو دعا کرنے کا موقع پاتا ہے۔ تو ایک طرح اس نے اس عبادت سے پوری طرح فائدہ نہ اٹھایا۔ صرف بھوکا پیاسا رہنا ہی تو روزے کا مقصد نہیں کہ صبح کسی کو اس کے گھر والے

اٹھائیں۔ یاسوئے سوئے اس کے منہ دودھ کا پیالہ یا ہارکس کا ایک گلاس ڈالیں اور پھر وہ لیٹ جائے اور سارا دن سوتا رہے اور پھر شام کے وقت اس کو افطاری کے لئے اٹھا دیا جائے۔ یہ کوئی روزہ نہیں۔ نہ یہ رمضان کی عبادت کہلائے گی۔ بہر حال بہانہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔ کہ کسی طرح روزے کو چھوڑ دیا جائے۔ بیماری کے متعلق تو بہانہ بنانا آسان ہے اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے یہ صرف ڈاکٹر ہی فیصلہ دے سکتا ہے۔ کہ یہ بیماری ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے روزہ چھوڑا جائے۔ بعض بیمار ایسے ہوتے ہیں کہ بظاہر چنگے بھلے معلوم ہوتے ہیں چلتے پھرتے بھی ہیں لیکن ڈاکٹر یہ فیصلہ دے دیتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔ مثلاً ایک شخص بلڈ پریشر کا بیمار ہے۔ اور ڈاکٹر کے نزدیک اس کا روزہ رکھنا اس کے لئے خطرناک ثابت ہو حالانکہ وہ چلتا پھرتا ہو گا۔ باتیں بھی کرتا ہو گا۔

اسی طرح بعض ایسی بیماریاں بھی ہو سکتی ہیں کہ ڈاکٹر یہ فیصلہ دے کہ اس بیماری میں روزہ رکھنا مضرت نہیں بلکہ مفید ہو گا۔ پس ہمیں بہانہ بنا کر روزہ نہ چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز مخفی نہیں اور نہ کسی کی حالت چھپی ہوئی ہے۔ ہم اس کے ساتھ فریب یا چالاکی سے کام نہیں لے سکتے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 62-63)

### بیمار یا مسافر

سامعین! آپ فرماتے ہیں:

”جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو وہ کسی اور وقت رمضان کے روزوں کی گنتی کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ اس طرح میں اپنے بندوں کے لئے سہولت کے سامان پیدا کروں۔ مومن وہی ہوتا ہے جو اپنے ارادہ اور خواہش کو چھوڑ دیتا ہے اور خدا کے ارادہ کو قبول کرتا ہے۔ پس مومن کی علامت ہے کہ وہ سفر میں اور بیماری میں اپنی شدید خواہش کے باوجود اپنی اس تڑپ کے باوجود کہ کاش میں بیمار نہ ہوتا یا سفر میں نہ ہوتا روزہ نہیں رکھتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نیکی اس بات میں نہیں کہ میں بھوکا رہوں بلکہ نیکی یہ ہے کہ میں اپنے ارادہ کو خدا تعالیٰ کے ارادہ کے لئے چھوڑ دوں۔“

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1967ء)

سامعین! بچوں کے روزہ کی کیا عمر ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:

” لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (البقرة: 287) کہ تمہاری وسعت کے مطابق تم پر بار ڈالا جائے گا اس میں کسی فلسفے کی ضرورت نہیں ہے۔ شریعت میں اتنی لچک ضرور ہونی چاہیے کہ ہر فرد کی طاقت کے مطابق اس کی ہدایتیں بدلتی چلی جائیں۔ قرآن کریم کے بہت سے احکام میں سے مثلاً روزہ کو لے لو۔ ایک صحت مند بچہ ہے اور نظر آرہا ہے کہ وہ پہلو ان بننے والا ہے لیکن دس سال کی عمر میں خدا تعالیٰ نے اُسے فرمایا کہ روزہ نہیں رکھنا کیونکہ ابھی تم میں روزے کی طاقت پیدا نہیں ہوئی۔ اب امریکہ میں جو نئے تجربے کئے گئے ہیں والدہ اغذم کب تک ان کو صحیح سمجھا جائے گا۔ اُن تجربات کی رو سے اٹھارہ سال کی عمر تک انسان کھانے کے اعتبار سے بچہ متصور ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے غذا کا ایک فارمولا بنایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر تک کا بچہ (کھانے کے لحاظ سے وہ بچہ ہے) جس وقت جس چیز کی جتنی مقدار میں خواہش کرے وہ اُسے ملتی چاہیے۔ تب اُس کی (جسمانی) صحیح نشوونما ہو سکتی ہے اسی واسطے اٹھارہ سال کی عمر سے کم کے بچوں کو عادت ڈالنے کے لئے تو کچھ روزے رکھوانے چاہئیں لیکن ایک مہینہ کے لگاتار روزے نہیں رکھوانے چاہئیں کیونکہ رمضان کے لئے وہ عمر بلوغت نہیں ہے... غرض روزوں کا انسانی جسم پر بھی اثر ہے۔ اخلاق پر بھی اثر ہے۔ مختلف چیزوں پر اثر ہے لیکن جسم پر بھی اثر ہے مگر اٹھارہ سال کے بعد انسانی جسم پر روزے کا اچھا اثر پڑے گا یعنی صحبت قائم رہے گی۔ اٹھارہ سال سے کم عمر والا بچہ خواہ اپنی عمر کے لحاظ سے بہترین صحت میں ہو۔ مثلاً دس سال کا بچہ ہے یا آٹھ سال کا بچہ ہے اور پورا صحت مند ہے۔ اس کی آنکھوں میں چمک ہے اور فراست ہے اور طاقت کے آثار ہیں لیکن خدا تعالیٰ اُسے فرماتا ہے کہ تو روزہ نہ رکھ کیونکہ تیری نشوونما کا زمانہ ہے۔ روزے کی بلوغت کے دائرہ میں تو داخل نہیں ہوا۔ جب داخل ہو جائے گا تو ٹھیک ہے پھر اللہ تعالیٰ اسی طرح صحت قائم رکھے تو وہ ساری عمر روزے رکھتا چلا جاتا ہے۔“

(خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 521-522)

## سحری و افطاری کے بارے احکام

فرماتے ہیں:

”یہاں میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سحری کے کھانے کو آخری وقت میں زیادہ پسند فرماتے تھے اور افطاری کو پہلے وقت میں۔ زید بن ثابت سے روایت ہے کہ تَسَخَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْإِذَانِ وَالسَّحُورِ قَالَ قَدَرُ حَمْسِينَ آيَةً۔ رمضان کے مہینے میں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا۔ اس کے بعد آپ نماز فجر کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ سحری کے کھانے اور نماز صبح کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے کہا بس اتنا ہی جس میں قرآن کریم کی پچاس آیات پڑھی جاسکتی ہوں (یہ بھی ایک بڑا پیارا طریق بیان ہے کہ وقت کو منٹوں کی بجائے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ یہ بات بتائی ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کا کتنا عشق تھا؟)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت بلال محتاط قسم کے آدمی ہیں ابھی پونہیں پھوٹی تھی کہ اذان دینے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے جب بلال اذان دے رہا ہو تو کھانا پینا نہ چھوڑا کرو اور انتظار کیا کرو کہ حضرت ابن ام مکتوم (جو ایک نابینا صحابی تھے) اذان دیں وہ اسی وقت اذان دیتے تھے جب انہیں چاروں طرف سے آوازیں آتیں کہ فجر ہو گئی ہے۔ اذان دو۔ ان کی اذان کی آواز جب کان میں پڑے تو پھر سحری چھوڑ دو۔

کسی پوچھنے والے نے پوچھا کہ ان دونوں اذانوں میں کتنا فرق تھا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اتنا ہی فرق تھا کہ بلال اذان بند کرتے اور ابن ام مکتوم اذان شروع کرتے۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سحری کا کھانا بالکل آخری وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔

افطاری کے متعلق آپ کا یہ ارشاد ہے کہ بالکل پہلے وقت میں کر لینی چاہیے۔ بخاری شریف میں روایت ہے۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَلُوا الْفِطْرَ۔ کہ میری امت کے لوگ بھلائی کو اس وقت تک حاصل کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ افطاری پہلے وقت میں کیا کریں گے۔

اس کے ایک لطیف معنی شارحین حدیث نے یہ کئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ جب تک لوگ میری سنت پر عمل کرتے رہیں گے ان کا بھلا ہوگا۔ میں پہلے وقت میں افطاری کرتا ہوں اور جب تک میری امت میری سنت کی تابع رہے گی اور میری سنت پر عمل کرے گی اس وقت اللہ تعالیٰ کی بڑی برکتیں بھی اسے حاصل ہوتی رہیں گی۔“

(خطبات ناصر جلد اول 68-69)

### سحری و افطاری کے متعلق مزید فرمایا:

”روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی تو اسے یہ حاصل ہوتی ہے إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ کہ وہ روزہ کھولتا ہے اور کھاتا اور پیتا ہے اس یقین اور ایمان کے ساتھ کہ میں نے خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کے حکم سے کھانا پینا چھوڑا تھا اور اب میں خدا تعالیٰ کی اجازت سے اس کے حکم سے کھانے لگا ہوں کیونکہ افطار محض کھانا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھانا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے اس بات سے منع کیا ہے کہ سورج غروب ہو جانے پر کھانے میں تاخیر کی جائے بلکہ آپ اتنی جلدی کیا کرتے تھے کہ بعض دفعہ صحابہؓ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! ابھی تو روشنی ہے۔ آپ فرماتے نہیں سورج غروب ہو گیا ہے تم روشنی کی طرف نہ دیکھو اور میرے لئے افطاری تیار کرو تو أَفْطَرَ میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ انسان روزہ رکھنے کے بعد جب روزہ کھولتا اور کچھ کھاتا ہے تو یہ سمجھتے ہوئے کھاتا ہے کہ میرا یہ کھانا صرف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھانے کی اجازت دی ہے۔ جس طرح میرا کھانے سے پرہیز کرنا اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے منع کر دیا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو یہ سبق مل جاتا ہے اور وہ اس کو اچھی طرح سمجھنے لگ جاتا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں کھائی جس کی اللہ تعالیٰ اجازت نہ دے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 989-990)

### متفرق احکامات

”اول وقت میں افطاری اور آخری وقت میں سحری کھانا بڑی برکت کا موجب ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ہمیں اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے تا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی برکات سے نوازتا چلا جائے۔“

پھر روزے کی عبادت کے متعلق جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں ایک اور لطیف بات معلوم ہوتی ہے۔ اس عبادت میں ہمیں کھانے پینے سے روکا گیا ہے اور کھانے پینے پر ایک فرد کی بقاء کا انحصار ہے کیونکہ کوئی شخص کھائے پئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

پھر ہمیں جنسی تعلقات سے بھی روکا گیا ہے اور جنسی تعلقات پر نسل کی بقاء کا انحصار ہے۔ اس کے بغیر نسل انسانی جاری نہیں رہ سکتی۔ اگر دنیا کے سارے لوگ وہ کیفیت اپنے اوپر وارد کر لیں جو روزہ کے وقت ایک روزہ دار کی ہوتی ہے تو یقیناً یہ دنیا اسی نسل میں ختم ہو جائے۔

تو بنیادی چیز جس کا اقرار اللہ تعالیٰ نے روزہ کے ذریعہ ہم سے لیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی اور اپنی نسل کی زندگی۔ اے خدا! تیرے حوالے کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں ان چیزوں سے بھی روکا گیا ہے جس پر ہماری نسل کی بقاء کا انحصار ہے گویا ہم سے خدا تعالیٰ یہ اقرار کرواتا ہے کہ ہمارا سب کچھ تیرا ہو گیا۔ تو اگر کہے تو ہم بھوکے پیاسے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور تو اگر چاہے اور تیری رضا اسی میں ہو تو ہماری نسلیں بھی تجھ پر قربان۔

پس یہ ایک بنیادی منشاء ہے جس کے گرد قرآن کریم اور اسلامی شریعت کے تمام احکام چکر لگاتے ہیں اسی وجہ سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ باقی عبادتوں کا تو اپنا اپنا ثواب ہے۔ لیکن روزہ میرے لئے ہے۔ اور میں خود روزے دار کی جزاء ہوں۔ اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 71-72)

## تہجد و تراویح

فرمایا:

”رمضان کے مہینے کے متعلق یہ بھی آتا ہے کہ ان دنوں میں شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے اور باندھ دیا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ماہ رمضان میں ہماری زندگی کے لمحات کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جاتا ہے۔ رمضان کی ایک عبادت روزہ ہے پھر نوافل ہیں۔ عام آدمیوں کے لئے رمضان میں رات کے پہلے وقت میں تراویح کا انتظام ہوتا ہے۔ تہجد کا اصل وقت تورات کا پچھلا پہر ہے لیکن ہر شخص کے لئے نہ

یہ ممکن ہے اور نہ ہر شخص اتنا تربیت یافتہ ہوتا ہے کہ وہ پچھلے پہر خدا کے حضور نوافل ادا کرنے کے لئے جاگے اور اس وقت میں کہ جو صفائی کا وقت ہے جب دماغ بھی صاف ہوتا ہے اور روح سے بھی بہت سی کدورتیں غائب ہو جاتی ہیں وہ عبادت کرے اس لئے ذورِ خلافتِ اولیٰ میں یہ تراویح رائج ہوئیں۔ اصل میں تو یہ عبادت انفرادی ہے۔ بہر حال یہ ایک عبادت ہے جو رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔ بقیہ گیارہ مہینے میں تو تراویح کا انتظام نہیں ہوتا۔“

(خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 182)

### اعتکاف

آپ فرماتے ہیں۔

”معتکف کو اس کے حال پر چھوڑ دیں... معتکف کو مسجد میں صرف اس لئے بٹھایا گیا ہے کہ اس کی نماز جمعہ ضائع نہ ہو اور وہ نماز باجماعت ادا کر سکے اس لئے نہیں کہ جو چاہے اور جب چاہے اس کی کوٹھڑی میں چلا جائے اور اس کی عبادت میں مغل ہو۔ مساجد سے اعتکاف کی عبادت کو لازم کرنے سے اجتماعی دعا اور عبادت کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عباسؓ سے ایک دوست نے سوال کیا کہ ایک شخص سارا دن عبادت اور روزہ میں گزارتا ہے رات کو بھی ذکر الہی اور نوافل پڑھنے میں خرچ کرتا ہے لیکن وہ نماز باجماعت سے غافل ہے اور جمعہ کی نماز میں بھی نہیں آتا اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے نہایت آرام سے جواب دیا *هُوَ فِي النَّارِ* وہ شخص آگ میں جائے گا۔ پس ہمیں فرائض کی طرف بہر حال پہلے متوجہ ہونا چاہیے اور نوافل تو ایک زائد عبادت ہے... فرائض کے بغیر نوافل کوئی چیز نہیں۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 96-99)

### معتکفین کی عبادت میں خلل نہیں ڈالنا چاہیے

سامعین! عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اعتکاف کے دوران لوگ معتکفین کے پاس جا جا کر انہیں دعا کے لیے کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا:

”معتکفین کی عبادت اور ان کی دعاؤں میں خلل انداز ہونا تو اب کام نہیں اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے اگر ضروری طور پر دعا کی درخواست کرنا ہی ہے تو اجتماعی طور پر دعا کی درخواست کر دی جائے یا اعتکاف بیٹھنے سے پہلے دعا کی درخواست کر دی جائے یا اس کام کے لئے کوئی ایسا وقت تلاش کیا جائے جس میں ان کی عبادت اور دعا میں خلل واقع نہ ہو۔ گو مجھے ان دنوں میں کوئی وقت ایسا نظر نہیں آتا جو دعا اور عبادت سے خالی ہو۔ دعا کا دروازہ آپ سب کے لئے کھلا ہے جہاں ان دنوں میں معتکف بھائی دعا کرتے ہیں آپ بھی دعا کر سکتے ہیں پھر دعا اور صدقہ خیرات کے اور کئی مواقع ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 94)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان میں ان پاکیزہ نصاب پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعۃ النور عمران۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1109﴾

﴿23﴾

## ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرہ: 186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”انسان کے سب کام اُس کے اپنے لیے ہیں مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اُس کی جزا ہوں گا۔“

(بخاری کتاب الصوم)

اے مجھے اپنا پرستار بنانے والے  
جوت اک پریت کی ہر دے میں جگانے والے

سرمئی پریم کی آشاؤں کو دھیرے دھیرے  
مدھ بھرے سر میں مدھر گیت سنانے والے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

رمضان کی اہمیت اور برکات کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:  
”کبھی کسی اور مہینے میں اس کثرت کے ساتھ خدا کی رحمت کے ایسے چھینٹے نہیں پھینکے جاتے جو دنیا کے ہر کونے میں ہر ملک میں برس رہے ہوں اور جس کسی پر بھی پڑیں اُسے خوش نصیب بنا دیں۔ اس لیے رمضان کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 258)

رمضان شریف تمام عبادتوں کا خلاصہ ہے  
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:

”رمضان شریف تمام عبادتوں کا ارتقاء ہے، رمضان شریف تمام عبادتوں کا ارتقاء ہے، رمضان شریف انسان کو اس مقصد کی طرف لے جاتا ہے جس کی خاطر انسان کو پیدا کیا گیا ہے یہ انسان کو بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے میں بھی درجہ کمال تک پہنچاتا ہے اور اللہ کے حقوق ادا کرنے میں بھی درجہ کمال تک پہنچاتا ہے۔ اس کے باوجود بڑے ہی بد قسمت ہوں گے وہ لوگ جو رمضان کو پائیں اور خالی ہاتھ اُس میں سے نکل جائیں۔ رمضان کی برکتوں میں سے ہو کے نکلیں لیکن یہ پانی ان کو چھوئے اور چکنے گھڑے کی طرح ویسے کے ویسے وہاں سے آگے چلے جائیں۔“

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 326-327)

رمضان کے روزے رکھنا قیام نماز کی طرح ہے

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

”جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور جس نے رمضان کے تقاضوں کو پہچانا اور اس کے دوران ان تمام باتوں سے محفوظ رہا جن سے محفوظ رہنا چاہئے تھا تو ایسے روزہ دار کے لئے اس کے روزے اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔“

(مسند امام احمد بن حنبل، مسند المکثوبین من الصحابة، مسند ابی سعید الخدری، حدیث نمبر: 11524)

بالکل واضح حدیث ہے اس کے سمجھنے میں کوئی ایسی مشکل نہیں جو عام سادہ اردو جاننے والے کے لئے مشکل پیش ہو۔ رمضان کے مہینے کو اس کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اگر ادا کیا جائے اور روزے رکھے جائیں تو یہ اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں یعنی رمضان کے مہینہ میں پھر وہ روحانی لحاظ سے دھل کر نکلتا ہے اور کوئی پرانا داغ اس کے روحانی بدن کو میلا کرنے والا باقی نہیں رہتا۔

دوسری حدیث سنن النسائی کتاب الصیام سے لی گئی ہے... نضر بن شیبان کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے کہا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو۔ (بیچ میں کوئی اور واسطہ نہ آیا ہو) ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنا تم پر فرض کئے اور میں نے اپنی سنت کے ذریعہ تم پر کھول دیا ہے کہ اس کا قیام کیسے کیا جاتا ہے۔“

جیسے نماز کو قائم کیا جاتا ہے اور اگر کوشش اور محنت اور توجہ سے نماز کو قائم نہ رکھا جائے تو بار بار اس میں گرنے کا رجحان پایا جاتا ہے یعنی اس کے تقاضے پورے نہیں کئے جاتے تو جس حد تک تقاضے پورے نہ ہوں اس حد تک کہہ سکتے ہیں کہ اتنی نماز گر گئی۔ رمضان کا بھی یہی حال ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا قیام نماز کی طرح ہے۔ جہاں جہاں بھی کوئی انسان اس کے تقاضے پورے کرنے میں ناکام رہے گا اس حد تک

رمضان کھڑا نہیں رہے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی سنت کے ذریعہ تم پر کھول دیا ہے یعنی سنت جاری کر کے بتا دیا ہے اس طرح رمضان کے حقوق ادا کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح جس طرح میں نے رمضان گزارے ہیں تم بھی رمضان گزارو تو تم نماز کی طرح رمضان کو بھی قائم کرنے والے کہلاؤ گے۔ اس کے بعد فرمایا:

”پس جو اس کے روزے رکھے اور اسے قائم کرے۔ (کس حالت میں قائم کرے؟) ایمان کی حالت میں اور نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے۔ (تمام وقت ایمان کی حالت میں رہے اور ہمیشہ نفس کا محاسبہ کرتا رہے) وہ اس دن کی طرح اپنے گناہوں سے باہر نکل آئے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔“

(سنن النسائی، کتاب الصیام، باب ذکر اختلاف یحییٰ بن ابی کثیر... حدیث نمبر: 2210)

یعنی پاک و صاف فطرت لے کر بچہ پیدا ہوتا ہے اور جس طرح ماں کے پیٹ سے باہر نکلا تھا اسی طرح اس رمضان سے باہر نکلے گا، اگر یہ شرائط پوری کرے گا۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

**رمضان کے ساتھ تہجد کا بہت ہی گہرا تعلق**

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرمایا ہے کہ

”رمضان کے ساتھ تہجد کا بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ وہ روزے جو تہجد سے خالی ہیں وہ بالکل ادھورے اور بے معنی سے روزے ہیں۔ اس لئے بچوں کو خصوصیت کے ساتھ روزے کی تلقین کرنی چاہیے... قادیان میں... لازمی تھا کہ وہ ضرور پہلے نفل پڑھے“

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 1988ء)

**رمضان کا خصوصیت سے تہجد کے ساتھ تعلق ہے**

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”رمضان خصوصیت کے ساتھ تہجد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یعنی تہجد کی نمازیں... خصوصیت سے رمضان سے تعلق رکھتی ہیں اگرچہ دوسرے مہینوں میں بھی پڑھی جاتی ہیں۔ اور اس پہلو سے وہ سب جو روزے رکھتے ہیں ان کے لئے تہجد میں داخل ہونے کا ایک راستہ کھل جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اگر عام دنوں

میں تہجد پڑھنے کی کوشش کی جائے تو ہو سکتا ہے بعض طبیعتوں پر گراں گزرے مگر رمضان میں جب اٹھنا ہی اٹھنا ہے تو روحانی غذا بھی کیوں انسان ساتھ شامل نہ کر لے۔ اس لئے اسے اپنا ایک دستور بنالیں اور بچوں کو بھی ہمیشہ تاکید کریں کہ اگر وہ سحری کی خاطر اٹھتے ہیں تو ساتھ دو نفل بھی پڑھ لیا کریں اور اگر روزے رکھنے کی عمر کو پہنچ گئے ہیں پھر تو ان کو ضرور نوافل کی طرف متوجہ کرنا چاہئے۔ یہ درست نہیں کہ اٹھیں اور آنکھیں ملتے ہوئے سیدھا کھانے کی میز پر آجائیں یہ رمضان کی روح کے منافی ہے اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اصل برکت تہجد کی نماز سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور امید ہے کہ اس کو اب رواج دیا جائے گا بچوں میں بھی اور بڑوں میں بھی“

(خطبہ جمعہ 26/ جنوری 1996ء)

رمضان میں شیاطین کا جکڑا جانا اور ابواب جنت کا کھلنا

فرمایا:

”ایک اور حدیث ہے جو اکثر آپ سنتے رہتے ہیں اس کی کچھ تشریح کی ضرورت ہے۔ وہ ہے رمضان میں شیاطین کا جکڑا جانا اور ابواب جنت کا کھلنا۔ الترمذی کتاب الصوم سے یہ حدیث لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس کا ایک بھی دروازہ کھلا نہیں رکھا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک بھی دروازہ بند نہیں رکھا جاتا اور منادی اعلان کرتا ہے کہ اے خیر کے طالب! آگے بڑھ اور اے شر کے خواہاں! رک جا اور آگ سے بچائے جانے والے اللہ ہی کی خاطر آگ سے بچائے جاتے ہیں اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔“

(جامع الترمذی، کتاب الصوم عن رسول اللہ، باب ما جاء في فضل شهر رمضان، حدیث نمبر: 682)

یہ جو اللہ ہی کی خاطر آگ سے بچائے جاتے ہیں یہ ترجمہ ہے اس کا۔ وَدَلَّهِ عُنُقَاءُ مِنَ النَّارِ اَوْ دَلَّهِ كَا تَرْجَمَهُ میں نے یہ کیا ہے اور اللہ ہی کی خاطر عُنُقَاءُ مِنَ النَّارِ آگ سے جو لوگ بچنے کی توفیق دے جاتے ہیں، جن کو آگ سے بچایا جاتا ہے وہ اللہ ہی کی خاطر آگ سے بچائے جاتے ہیں۔ جس میں یہ مفہوم مضمر ہے کہ اگر

اُن کا رمضان اللہ کی خاطر بسر ہو گا تو اللہ کی خاطر ہی پھر اُن کو آگ سے بھی بچایا جائے گا۔ بعض لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے اللہ کے بندے اُس دن آگ سے بچائے جاتے ہیں، مجھے تو اس سے اختلاف ہے۔ یہاں اللہ کے بندے مراد نہیں، بندے تو ہیں لیکن اللہ عتقاً اللہ کی خاطر جنہوں نے رمضان بسر کیا وہ اللہ ہی کی خاطر آگ سے بچائے جائیں گے یعنی اللہ اس بات کا خاطر جنہوں نے رمضان بسر کیا لحاظ رکھے گا۔ وَذَلِكْ كُلٌّ لَّيَسِّرَ لَكَ - تو یہ ہوتا ہے ہر رمضان کی رات کو یہ طرف بن جائے گا اس لئے كَلَّا لَيَسِّرَ لَكَ ہو جائے گا پس ایسا رمضان کی ہر رات کو ہوتا ہے... امر واقعہ یہ ہے کہ رمضان کی راتوں کو یا رمضان کے آغاز پر بھی جہنم کے سارے دروازے بند نہیں کئے جاتے اور جنت کے سارے دروازے کھولے نہیں جاتے یعنی عام بنی نوع انسان کے لئے جو اللہ کی خاطر رمضان بسر نہ کرتے ہوں اور ایسا ساری دنیا میں ہو رہا ہے۔ خدا کے نام پر تہوار منائے جاتے ہیں اور ان تہواروں میں حرکتیں وہ ہوتی ہیں جو اللہ کی خاطر نہیں ہوتیں۔ اب رمضان کے مہینہ میں بھی جہاں تک ہمارا علم ہے جو مسلمان ممالک سے خبریں آتی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ اکثر راتیں وہ جشن کی طرح مناتے ہیں اور عیش و عشرت میں صرف کرتے ہیں۔ بعض لوگ جو شراب کے عادی ہوں وہ آخر وقت تک، اذان تک شراب خوری کرتے چلے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ اب شیطان نے بند ہونا ہے۔ جب روزہ شروع ہو گا تو شیطان بند ہو گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرما رہے ہیں رمضان کے وقت شیطان بند ہو جاتا ہے تو اگر مسلمان ممالک کا یہ حال ہے کہ وہاں شیطان بند نہیں ہوتا تو باقی ممالک کا اندازہ کریں کہ کیا حال ہو گا۔

آج کل اب یہ کہ سمس کے دن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیسی گستاخی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے نام پر کہ سمس منائی جا رہی ہے... مگر ایک خوبی بھی ہے جس کا ذکر کرنا ضروری ہے وہ ان کے لئے جنت کا ایک دروازہ ضرور کھولتی ہے۔ وہ یہ کہ اپنے غریب عیسائی ممالک کے بچوں کے لئے خصوصیت سے اہل انگلستان بہت محنت کر کے خوبصورت عیدوں کے ڈبے تیار کرتے ہیں۔ جس طرح ہماری عیدی ہوتی ہے اس طرح کہ سمس کی بھی عیدی ہوا کرتی ہے اور یہ وہ دروازہ ہے جو ان میں سے کئیوں کے لئے اللہ فضل کرنا چاہے تو جنت کا دروازہ ہے جو کھل جائے گا۔ یہ بکثرت مثلاً رومانیہ میں جو عیسائی ملک ہے، غریب ملک ہے عیسائی بچے بہت سے ایسے ہیں جو محتاج ہیں کہ ان کو کوئی تحفہ دیا جائے اور کثرت سے ان میں ایڈز

کے مریض بھی ہیں اور یہ لوگ اس پہلو سے اتنا خیال رکھتے ہیں کہ تمام عیسائی ممالک میں جہاں جہاں گہرے ایڈز کے مریض ہیں ان کے بچوں کو بھی خوش کرنے کے لئے وہ خوبصورت تحفے بناتے ہیں اور پیکیٹس میں ڈالتے ہیں اور اس کے لئے لاکھوں انگریز مرد عورتیں اور بچے ہیں جو محنت کر کے یہ تیار کرتے ہیں۔ تو انہوں نے تو اپنے لئے ایک ایسا دروازہ کھولا جسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جنت کی ایک کھڑکی تو ضرور ہے یہ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان ممالک کو یہ بھی توفیق نہیں ملتی۔ اب سعودی عرب اور کویت وغیرہ جن سونے کے پہاڑوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اگر ان کی ایک چٹان ہی کو استعمال کر لیں اور جتنے مسلمان غریب ممالک میں بسنے والے بچے ہیں ان کی عید بنا دیں یا رمضان کے مہینہ میں ان کے لئے رمضان کے پورا کرنے کے سامناہمیا کر دیں اور آنے والی عید ہر ان کے لیے تحفے مہیا کریں تو بہت بڑی خدمت ہے۔ کُل عالم اسلام میں چونکہ غربت زیادہ ہے تو اس لیے یہاں خدمت کی بہت ضرورت ہے، تو ان سے، غیروں سے ہی سبق سیکھیں اور وہ دروازے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے ان دروازوں کو اپنے اوپر کھولیں۔“

(خطبہ جمعہ 25 دسمبر 1998ء)

ایک رمضان اگلے رمضان تک کفارہ

حضورؐ نے فرمایا

”ایک حدیث ہے جو کتاب الطہارۃ صحیح مسلم سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

”کہاؤں سے بچنے کے لئے پانچ نمازیں، ایک جمعہ اگلے جمعہ تک اور ایک رمضان اگلے رمضان تک کفارہ ہوتا ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعة... حدیث نمبر: 233)

یعنی بڑے گناہوں سے بچنے کے لئے دیکھو! اللہ تعالیٰ نے کیسا زبردست انتظام کیا ہوا ہے کہ محافظین کا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ ایک دن بھی سال کا ایسا نہیں بچتا جس میں شیطان حملہ آور ہو اور اس کو رد کرنے کے سامان نہ ہوں۔ تو فرمایا کہ کفارہ یعنی بڑے گناہوں سے بچنے کے لئے۔ یہاں کفارہ کا لفظ اس لئے استعمال

فرمایا ہے کہ انسان غلطی کا پتلا ہے، کبائر سے بچنے والے، بڑے گناہوں سے بچنے والے بھی بہت سے ہیں جو روزمرہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نظر انداز فرمادیا ہے۔ فرمایا کبائر سے بچنے والے کے لئے پانچ نمازیں ہیں۔ ہر نماز پر اقرار کرتا ہے کہ اے خدا! مجھے سچی عبادت کی توفیق عطا فرما، مجھے منعم علیہ گروہ کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما، مجھے مغضوبوں کے راستہ سے بچا، ضالین کے راستہ سے بچا۔ اب یہ ساری باتیں کبائر سے بچانے والی نہیں تو اور کیا ہیں؟ اور ہر روز پانچ مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ پھر ایک جمعہ اگلے جمعہ تک یہ روز کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور جمعہ کو خصوصیت کے ساتھ ان امور کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جن کی روزانہ پانچ وقت توجہ دلائی جاتی ہے اور ایک رمضان اگلے رمضان تک کفارہ ہو جاتا ہے یعنی رمضان سے رمضان تک کا سلسلہ اسی طرح روز بروز کی پانچ نمازوں اور جمعوں کے ذریعہ ملتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پورا سال انسان کبائر سے بچنے کی اہلیت حاصل کر لیتا ہے اور اگر بچنا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بچانے کے لئے بہت عظیم الشان انتظام جاری فرما رکھے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

### رمضان اور انفاق فی سبیل اللہ

سامعین! جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ رمضان میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی کتنی اہمیت ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعی فرماتے ہیں:

”رمضان المبارک میں بہت زیادہ خرچ کرنے کی تلقین ہے، اتنا زیادہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ کی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی رفتار تیز ہو اؤں کی طرح تھی لیکن رمضان میں یوں لگتا تھا جیسے جھکڑ آگیا ہو۔ ان ہو اؤں کی رفتار اور بھی زیادہ تیز ہو جایا کرتی تھی اور بہت تیزی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انفاق فی سبیل اللہ کرتے تھے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب أجد ما كان النبي يَكُونُ فِي رَمَضَانَ، حدیث نمبر: 1902)

سوال یہ ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ کیا صرف مال نکلتا ہی ہے یا اللہ تعالیٰ اموال میں برکت کا بھی اسی کو ذریعہ بناتا ہے۔ تو اس حدیث میں یہ نسخہ درج ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ذاتی خواہش نہیں تھی کہ میں خدا کی راہ میں خرچ کروں اور جیسا کہ خدا نے وعدہ کیا ہے وہ مال کو

بڑھائے یعنی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ قومی اموال کو بڑھانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نسخہ تھا اور یہ حقیقت ہے، ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاق ہی کی وجہ سے مسلمانوں کے قومی خزانے اتنے بھر دیئے گئے کہ پھر وہ ملک در ملک خدا کا یہ مالی فیض بھی بنی نوع انسان کو پہنچاتے رہے، غریبوں کو پہنچاتے رہے اور وہ خزانے ختم ہونے میں نہیں آتے تھے۔ تو یہ وہ نسخہ ہے جو مال بڑھانے کا نسخہ ہے جو انفرادی لحاظ سے بھی اطلاق پاتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو رمضان کے مہینہ میں خرچ کرتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس خرچ سے ان کے مال میں کمی نہیں آئے گی اور بہت سے جماعت کے غریب اس سے استفادہ کریں گے۔ خدا کی خاطر خرچ کریں، اللہ کی خاطر خرچ کرنے کی نیت سے خرچ کرنا لازم ہے۔ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ جو بہت زیادہ بندے کا شکر ادا کرنے والا ہے وہ ایسے بندوں کے اموال میں برکت دے گا۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء صفحہ 897)

نماز روزہ اور ذکر کرنا مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”سہل بن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز روزہ اور ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کئے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد باب فی تضعیف الذکر فی سبیل اللہ تعالیٰ، حدیث نمبر: 2498)

اب دیکھیں اس کے ساتھ شرط ہے، نماز اور روزہ اور ذکر کرنا بڑھاتا ہے۔ یہ شرط پوری ہونی ضروری ہے۔ نماز کا حق ادا کیا جائے، روزے کا حق ادا کیا جائے، ذکر الہی کا حق ادا کیا جائے، اس کے ساتھ اگر خدا کی راہ میں خرچ کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے سات سو گنا بڑھا دیتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں سات سو گنا بڑھانے کا ذکر ملتا ہے وہ بایوں کی تعداد کے اشارے سے ایک دانے سے اتنی بالیاں نکلتی ہیں اس سے استنباط ہوتا ہے کہ سات سو گنا بڑھاتا ہے مگر ساتھ ہی یہ وعدہ ہے جس کے لئے چاہے اس سے بہت زیادہ بڑھاتا ہے۔ تو تعداد جب بیان کی جاتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعداد بیان کی جاتی ہے تو صرف بندوں کو ایک ترغیب کی خاطر، سمجھانے کے لئے اور دوسرے لفظوں میں کم سے کم یہ تو ہو گا ضرور اور اس سے بہت

زیادہ بھی ہو گا۔ اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ پاس تھا خدا کی راہ میں خرچ کیا اور اب جماعت کا بجٹ دیکھیں اربوں تک پہنچ گیا ہے اور ساری دنیا میں فیض پہنچ رہا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ نے جو خرچ کیا، انفاق فی سبیل اللہ، اُس کو خدا نے دیکھو کیسے رنگ دلائے، کیسی برکت دی اور انفرادی طور پر بھی یہ ممکن ہے کہ ساری جماعت کے اموال میں بہت برکت پڑے مگر شرط وہی ہے جو حدیث کے حوالہ سے میں نے بیان کی ہے۔ نماز، روزہ اور ذکر الہی کا حق ادا کرو اور اس کے ساتھ ذکر الہی سے معمور ہو کر پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرو پھر دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے اموال میں برکت دیتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء صفحہ 898)

### روزہ آگ سے بچانے والی ڈھال ہے

سامعین! روزہ روزہ ہماری حفاظت ایک ڈھال کی مانند کرتا ہے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مطرف سے روایت ہے، سنن النسائی کتاب الصیام سے یہ روایت لی گئی ہے کہ: ”میں عثمان بن ابی العاص کے پاس گیا انہوں نے دودھ منگوایا۔ میں نے کہا میں روزہ سے ہوں۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ نہیں تھا، ویسے روزہ رکھا ہوا تھا) عثمان کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ روزہ آگ سے بچانے والی ڈھال ہے۔ جس طرح جنگ سے بچنے کے لئے تم میں سے کسی کی ڈھال ہو۔“

(سنن النسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی محمد، حدیث نمبر: 2231)

جسے آگے آگے سپاہی لے کے چلتا ہے تاکہ تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ ڈھال پر رک جائے اور اسے گزند نہ پہنچے اسی طرح روزہ انسان کے لئے ڈھال بن جاتا ہے۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”روزہ ایک ڈھال اور آگ سے بچانے والا ایک حصن حصین ہے۔“

(مسند احمد بن حنبل، مسند البکثرین من الصحابة، مسند ابی ہریرة، حدیث نمبر: 9225)

ایک ایسا قلعہ ہے جسے مضبوط کر دیا گیا اس میں شیاطین کو داخل ہونے کی اجازت ہی نہ ہو۔ تو رمضان میں روزے رکھنا ایک حصن حصین تعمیر کرنے کے مترادف ہے۔ اپنے لئے یہ قلعہ تعمیر کر لو جن کو ہر طرح سے بُرجوں سے محفوظ کر دیا گیا ہو اور شیطان کو ان قلعوں میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

روزہ اللہ کے لئے ہے

فرمایا:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں سوائے روزہ کے، یقیناً وہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا ہوں۔“

اب انسان کے سب کام اُس کے اپنے لئے ہیں روزہ بھی تو اُس کے اپنے ہی لئے ہوتا ہے، روزے کے فوائد بھی تو اُسی کو حاصل ہوتے ہیں پھر یہ کیوں فرمایا کہ میں اس کی جزا ہوں یعنی روزے کی جزا؟ مطلب یہ ہے کہ روزے کے دنوں میں، روزے کے اوقات میں انسان اُن حلال چیزوں کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے جو دیگر ایام میں حلال ہیں اور رمضان کی بہت سی راتیں ایسی بھی آتی ہیں جن میں وہ راتوں کو حلال چیزوں کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے تو یہ ایسا معاملہ ہے جو دوسرے دنوں میں روزے کے سوا دیکھنا نہیں آتا۔ پس فرمایا کہ چونکہ میری خاطر وہ ایسا کرتا ہے، میرے جاری کردہ حلال کو میری خاطر وقتی طور پر اپنے اوپر حرام کرتا ہے تو میں اس کی جزا بن جاتا ہوں اور اس سے بڑی جزا روزے کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ خود اس کی جزا بن جائے۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“

اب یہ بات بھی سمجھنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بویا بدبو سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بدبو آئے یا خوشبو آئے خدا کی ذات ان چیزوں سے بالا ہے۔ تو کستوری سے زیادہ پیاری ہے، اس سے یہ بھی لوگ سمجھ سکتے ہیں یعنی لوگوں کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کو کستوری کی خوشبو بہت پسند ہے۔ یہ ہرگز مراد نہیں۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہے کہ روزے دار روزہ کی بنا پر کھانے پینے سے محروم رہتے ہوئے اس حال کو پہنچ جائے کہ اس کے منہ سے روزے کی بو آنے لگ جائے۔ اس کے برعکس وہ شخص جو روزہ نہ رکھتا ہو اور کستوریاں کھا کھا کر اس کے منہ سے خوشبوئیں اٹھ رہی ہوں، اللہ فرماتا ہے اس کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں یعنی روزہ رکھو خواہ منہ سے بدبو آئے اور چونکہ اللہ کی خاطر تم اُس بدبو کو برداشت کرتے ہو جو خود مومن کو پسند ہی نہیں۔ یہ نہ کوئی کہے کہ اللہ کو پسند ہے مجھے بھی بدبو پسند ہوگئی، ہرگز یہ مراد نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بو کے معاملہ میں زود حس اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے باوجود اس کے محض خدا کی خاطر منہ بند رکھنے کے نتیجہ میں منہ سے جو بو اٹھتی ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برداشت کر لیتے تھے۔ یہ وہ بات ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ اس کی خاطر ایک ایسا بندہ جو بو سے گویا الرجک ہو، تصور بھی نہ کر سکے کہ اس کے پاس سے، اس کے بدن سے، اس کے منہ سے بو اٹھے اور وہ برداشت کر رہا ہے تو یہ بات خدا کو بہت پسند ہے بہ نسبت ایسے بے روزہ دار کے جو خوشبوئیں لگائے پھرے اور اس کے منہ میں ہر وقت کچھ کھانے پینے کی خوشبودار چیزیں ہوں، اس کے منہ سے کستوری کی خوشبوئیں اٹھتی ہوں خدا کو ایسے بندے کی خوشبوؤں کی کوئی بھی پرواہ نہیں۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

**رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ ہے**

سامعین! رمضان کا مہینہ ہمیں صبر کرنا بھی سکھاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے کیونکہ اپنی خواہشات پر صبر کرنا ہے، اپنے عضوں پر صبر کرنا ہے، نیکوں پر جرم کے بیٹھنا ہے۔ بدیوں کی طرف جو تحریک ہے اس کا مقابلہ کر کے رک جانا ہے۔ ان سب چیزوں کو صبر کہا جاتا ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 15 صفحہ 75)

روزے رکھا کرو صحت اچھی ہو جائے گی  
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ اکبر علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے جو بات فرمائی۔ دیکھیں! کیسی صحت کے ساتھ وہ بات فرمائی، کتنی سچی بات فرمائی۔ صَوْمًا تَصْحُوًا روزے رکھا کرو صحت اچھی ہو جائے گی۔ پھر ایک موقع پر فرمایا۔ صبر کے مہینے کے روزے سینے کی گرمی اور کدورت دور کرتے ہیں اور رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے..... سینے کی گرمی میں ایک وہ گرمی بھی ہے جو میں نے بتایا ہے Heart Burns اور اس قسم کی چیزیں لیکن اصل سینے کی گرمی میں روحانی طور پر نقصان دہ جذبات اور اشتعال انگیز باتیں ہیں۔ بعض لوگوں کے سینے کھولتے رہتے ہیں بعض بڑی نیتوں کے ساتھ، بعض بدیوں کے ساتھ، کچھ عضوں کے ساتھ تو اول معنی وہ ہے جو سینے کی گرمی دور کرنے کا ہے..... جسم کی اندرونی تیزابی گرمی اس کے لیے علاج موجود ہے لیکن یہاں ظاہر ہے کہ مراد سینے کے طیش، سینے کے کھول، غصے کی حالت میں سینے میں جو باتیں ابلیقی رہتی ہیں یا نفسانیت کے جوش سے جو سینے میں جذبات کھولتے رہتے ہیں رمضان ان کا بہترین علاج ہے۔“  
(خطبات طاہر جلد 15 صفحہ 76)

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ فرحت محسوس کرتا ہے اول جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام، حدیث نمبر: 2706)

جب بھی افطار کرتا ہے ایک خاص خوشی پہنچتی ہے اور اس خوشی کے نتیجے میں بعض لوگ اتنا افطار کرتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں پتلے ہونے کی بجائے موٹے ہونے لگتے ہیں اور یہ خوشی کا تو اظہار بہر حال ہے۔ سارا دن کے رکے ہوئے بھی جب کھاتے ہیں تو پھر بے تحاشا کھانے لگ جاتے ہیں، تو یہ مراد نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو روزہ کھولا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی روزہ کھولتے رہے ہیں ہمارے سامنے انہی دنوں کی بات ہے، اس زمانے کی۔ روزہ کھولتے وقت خوشی تو

ہوتی ہے مگر اُس خوشی میں کھانا بے تماشا نہیں کھایا جاتا۔ ہاتھ روک کر کھانا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی غلامی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہاتھ روکنے کی توفیق زیادہ تھی۔ جن کو کم ہے ان کو کم ہوگی مگر کوشش یہ کریں کہ اپنے آپ کو کھلی چھٹی نہ دیں تاکہ رمضان کے ساتھ جو بُرائیاں اُتریں گی ان بُرائیوں کے علاوہ کچھ چربی بھی اُتر جائے اور انسان ہلکا پھلکا جسمانی بدن لے کر رمضان سے باہر آئے۔ تو ایک وہ خوشی ہے جب وہ روزہ کھولتا ہے۔ دوسری اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے کے باعث خوش ہوگا۔ یہاں رب سے ملے گا کیہ مفہوم نہیں ہے کہ مرنے کا انتظار کرے کہ مرنے کے بعد رب سے ملے گا۔ جس نے روزہ رکھا خدا کی خاطر اُس کو افطار کی طرح نقد و نقد خوشی پہنچتی ہے، اللہ سے ملتا ہے اور اس کی راتیں اور بھی پہلے سے زیادہ روحانیت سے شاداب ہو جاتی ہیں اور اللہ کے آنے سے اُس کی راتیں خوشبوؤں سے بھر جاتی ہیں۔ تو اللہ سے ملنے کی خوشی روز بروز ہوتی ہے، نقد و نقد سودا ہے اُس کے لئے موت کے انتظار کی ضرورت نہیں۔ کیوں؟ جن کو اس دُنیا میں خدا سے ملاقات میسر نہ ہو اُن کو قرآن کریم کی رُوسے قیامت کے دن بھی ملاقات میسر نہیں ہوگی۔ جو اس دُنیا میں اندھے ہیں وہ قیامت کے دن بھی اندھے ہی اٹھائے جائیں گے۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک اس کے حقیقی حق کے ساتھ گزرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزرڈ: تمثیل احمد)



﴿مشاہدات-1110﴾

﴿24﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

طَعَامٌ مِّسْكِينٍ ۚ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۗ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185)

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے میرے رب! میں نے بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(مسند احمد الرسالة)

مجھ سے بڑھ کر مری بخشش کے بہانوں کی تلاش

کس نے دیکھے تھے کبھی ایسے بہانے والے

تو تو ایسا نہیں محبوب کوئی اور ہوں گے  
وہ جو کہلاتے ہیں دل توڑ کے جانے والے

سامعین کرام آہیں! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

رمضان کا شنکاری کا مہینہ ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اپنی اگلی نسلوں کی تربیت کی کوشش کریں۔ ان کو بار بار یہ بتائیں کہ عبادت کے بغیر تمہاری زندگی بالکل بے معنی اور بے حقیقت بلکہ باطل ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاں کسی شمار میں نہیں آئے گی اس لئے جانوروں کی طرح یہیں مر کر مٹی ہو جاؤ گے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ جانور تو مر کر نجات پا جاتے ہیں تم مرنے کے بعد جزا سزا کے میدان میں حاضر کئے جاؤ گے۔ پس یہ شعور ہے جسے ہمیں اگلی نسلوں میں پیدا کرنا ہے اور رمضان مبارک میں ایک بہت اچھا موقع ہے کیونکہ فضا ساز گار ہو جاتی ہے... یہ وہ طریق ہے جس سے آپ اپنے گھر میں اپنے بچوں کی بہت عمدہ تربیت کر سکتے ہیں۔ جب وہ صبح اٹھتے ہیں تو ان کو پیار اور محبت کی نظر سے دیکھیں، ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ ان کو بتائیں کہ تم جو اٹھے ہو تو خدا کی خاطر اٹھے ہو اور ان سے یہ گفتگو کیا کریں کہ بتاؤ آج نماز میں تم نے کیا کیا۔ کیا اللہ سے باتیں کیں، کیا دعائیں کیں اور اس طریق پر ان کے دل میں بچپن ہی سے خدا تعالیٰ کی محبت کے بیج مضبوطی سے گاڑے جائیں گے یعنی جڑیں ان کی مضبوط ہوں گی۔ ان میں وہ تمام صلاحیتیں جو خدا کی محبت کے بیج میں ہو ا کرتی ہیں وہ نشوونما پا کر کوئٹلیں نکالیں گی۔ پس رمضان اس پہلو سے کا شنکاری کا مہینہ ہے۔ آپ نے بچوں کے دلوں میں خدا کی محبت کے بیج بونے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 17 جنوری 1997ء)

جو بندہ اللہ تعالیٰ کا فضل چاہتے ہوئے روزے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ اور آگ کے مابین ستر خریف کا فاصلہ کر دیتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں۔

”یہ تھوڑے سے تو دن ہیں۔ اَیَّامًا مَعْدُودَات (البقرہ: 185) رمضان بھی اَیَّامًا مَعْدُودَات ہی ہیں، چند دن کی بات ہے، ان دنوں میں جو کچھ محنت ممکن ہے وہ کر لو لیکن اس محنت کا تعلق دل کے خلوص سے ہے۔ اگر خلوص دل نہ ہو تو پھر یہ محنت بے کار ہے۔ یہ مضمون ہے جس کو میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کے حوالہ سے آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں... روزہ آگ دور کرتا ہے۔ ایک یہ حدیث ہے جو سنن الدارمی کتاب الحجّاج سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جو بندہ اللہ تعالیٰ کے رستے میں اس کا فضل چاہتے ہوئے روزے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ اور آگ کے مابین ستر خریف کا فاصلہ کر دیتا ہے۔“ (سنن الدارمی، کتاب الجہاد باب من صام یوما فی سبیل اللہ عن وجہ، حدیث نمبر: 2399)۔ فضل چاہتے ہوئے روزے رکھتا ہے۔ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ کا یہ ترجمہ ہے۔ فضل چاہتے ہوئے۔ وجہ اللہ کا اصل معنی تو ہے خدا کا چہرہ، خدا کی توجہ، جو اپنی طرف خدا کی توجہ کرنے کی خاطر کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف پھر جائے، تمام تر توجہ اس کی طرف مبذول ہو جائے جو اس نیت کے ساتھ روزے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ، بَاعَدَ اللّٰهُ بَیْنَ وَجْهِهِ وَبَیْنَ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔ اس کے اور آگ کے درمیان ستر خریف کا فاصلہ کر دیتا ہے..... اب ستر خریف کا فاصلہ یہ کیا چیز ہے؟ خریف سرما اور گرما کے درمیان کے زمانہ کو کہتے ہیں یعنی سردیوں اور گرمیوں کے درمیان ایک زمانہ آتا ہے جو ان دونوں کو ملنے سے روکتا ہے، بیچ میں حائل ہو تو سردیاں گرمیوں سے نہیں مل سکتیں۔ تو ناممکن ہے کہ دونوں ایک ہی جیسے موسم گزر جائیں یعنی سردیاں بھی اور گرمیاں بھی۔ بیچ میں ایک موسم حائل ہو جاتا ہے لیکن لفظ ستر کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ فرمایا ستر خریفوں کا فاصلہ، اب ستر خریفوں کا فاصلہ ویسے تو تصور میں نہیں آسکتا کہ ایک حریف نہیں، دو نہیں، تین نہیں، ستر خریف ہیں لیکن معاملہ اس سے زیادہ آگے ہے کیونکہ ستر کا لفظ عربی میں زمانہ کے بے شمار ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ستر کا لفظ قرآن کریم سے اور احادیث سے ثابت ہے یہ محض عدد ستر پر اطلاق نہیں پاتا بلکہ ایک لامتناہی زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس لفظ ستر کو خصوصیت کے ساتھ ان معنوں میں آپ پیش نظر رکھیں کہ مراد یہ

ہے کہ ناممکن ہے۔ کوئی صورت ایسی نہیں کہ یہ چہرہ آگ دیکھ سکے۔ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ ہم سب کو اللہ کا یہ چہرہ دکھا دے۔ جس چہرہ کو خدا اپنا وہ چہرہ دکھا دے جو اُس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا تھا اس چہرہ پر آگ حرام ہو جاتی ہے۔ ناممکن ہے کہ اُسے آگ چھوئے۔“

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 1998ء، خطبات طاہر جلد 17 صفحہ 38-39)

رمضان میں اپنے ساتھیوں کے عیوب تلاش نہ کریں

فرمایا:

”رمضان کے مہینہ میں واقعۃً بعض منافقین اس کھوج میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی شخص روزہ تو رکھتا ہے مگر فلاں عیب رکھتا ہے کوئی شخص بظاہر عبادت کر رہا ہے مگر فلاں عیب بھی رکھتا ہے اور عجیب بات ہے کہ اس مہینہ میں اس مضمون کے خطوط بھی مجھے ملتے ہیں۔ بلا استثناء ہمیشہ اس مہینہ میں ضرور ایسے خطوط ملتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر گواہ ہو جاتے ہیں۔ بالکل سچ فرمایا۔ ایسے بد نصیب لوگ ہیں کہ اپنے حال کی فکر نہیں مگر مومنوں کی نیکیوں پر حسد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان میں عیوب ڈھونڈیں، ان میں ناسور ڈالنے کی کوشش کریں اور رمضان کے مہینہ میں اس میں تیزی آ جاتی ہے۔ اب مالی قربانیوں کے متعلق جہاں تک جماعت کو علم ہے خصوصیت کے ساتھ رمضان میں مالی قربانی کا حکم ہے اور مومنین ضرور کرتے ہیں اور انہی مالی قربانیوں کے متعلق کیڑے ڈالنے کے خطوط ملتے ہیں۔ دیکھ لیا جی ہم نے فلاں شخص کو بڑا مالی قربانی کرتا پھر تا ہے لیکن یہ کمزوری پائی جاتی ہے، وہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ پس فرمایا یہ حالت مومنوں کے لئے غنیمت ہے اور فاجر کے لئے اس کا فور بڑھانے میں مددگار ہے۔ پس اتنا ہی کہنا کافی ہے مزید تفصیلات میں میں نہیں جانا چاہتا۔ استغفار سے کام لیں اور اس مہینہ میں لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کی کوشش بالکل بند کر دیں۔ اگر کوئی عیب تلاش کرتا ہے اور اس کا تذکرہ کرتا ہے اس کو کہہ دینا چاہئے کہ تم شیطان کے غلبہ کو، تم عباد اللہ میں لکھے جانے کے لائق نہیں اس لئے مجھے الگ چھوڑ دو۔ اس مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں سے پرہیز کریں۔“

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 1998ء)

## رمضان میں مادی غذا کی جگہ روحانی روٹی کھائے

حضور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پس رمضان کے مہینہ میں کھانے میں زیادتی رمضان کا حق ادا نہیں کرتی بلکہ رفتہ رفتہ کھانے میں کمی رمضان کا حق ادا کرتی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ شروع میں تو بھوک نہیں لگتی، اس وقت میں اس لئے نسبت کم کھاتے ہیں اور جوں جوں رمضان آگے بڑھتا جاتا ہے وہ زیادہ کھانے لگتے ہیں یہاں تک کہ آخری دنوں میں تو رمضان ان کو پتلا کرنے کی بجائے موٹا کر جاتا ہے۔ یہ جسم کی فرہبی دراصل نفس کی فرہبی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے عام طور پر بھولے پن میں، لاعلمی میں لوگ ایسا کرتے ہیں مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تزکیہ نفس ہوتا ہے جو کم کھانے سے زیادہ ہوتا ہے، پس جتنا آپ کم کھانے کی طرف متوجہ ہوں گے اتنا ہی رمضان آپ کے لئے فائدہ بخش ہوگا اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں یعنی خدا تعالیٰ کو انسان مختلف صورتوں اور صفات میں دکھائی دینے لگتا ہے..... (پس) خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تشبہ اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لئے تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور برے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔“

(خطبہ جمعہ 16 جنوری 1998ء)

## روزہ اور نماز کا آپس میں تعلق

فرمایا:

”روزہ بمقابل نماز نہیں ہے بلکہ روزہ کا مقصد نماز ہے اور نمازوں کی حالت کو درست کرنا ہے۔ پس اگر روزہ میں نمازیں نہ سنوئیں تو روزہ بے کار ہے۔ اگر روزہ میں نمازیں سنو جائیں تو روزہ نماز کا معراج اور نماز میں روزے کا معراج بن جاتی ہیں۔ پس اس میں تفریق نہ کریں ورنہ مضمون بالکل بگڑ جائے گا۔ حقیقت میں

روزہ کے دوران جتنی نمازیں سنوریں گی اتنا ہی روزہ کا آپ پھل پائیں گے اور اس حد تک سنور جانی چاہئیں کہ گویا آپ کو خدا نظر آگیا اور گویا اللہ آپ کو دیکھنے لگا۔“

(خطبہ جمعہ 16 جنوری 1998ء)

### رمضان اور جھوٹ سے اجتناب

سامعین! جھوٹ ایک لعنت ہے اور شرک کے برابر ہے لیکن بہت سے لوگ رمضان میں بھی جھوٹ بولنے سے بعض نہیں آتے۔ حضور فرماتے ہیں:

”بخاری کتاب الصوم باب مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا، پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی اس کا روزہ رکھنا بے کار ہے۔“

(صحیح البخاری، الزور، حدیث نمبر: 1903)

یہ وہ حدیث ہے جو غالباً ہر رمضان میں میں بیان کرتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک یہ مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ رمضان کو سنوارنے کے لحاظ سے بھی اور آپ کی زندگی، آپ کی عقبی کو سنوارنے کے لحاظ سے بھی۔ جھوٹ جو قَوْلُ الزُّور کہلاتا ہے یہ انتہائی ذلیل چیز ہے جو دنیا میں بھی انسان کو ضرور نامرادی کا مزہ چکھاتی ہے اور آخرت میں بھی وہ ہر نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس صداقت کو اپنائیں اور جھوٹ کو ہر پہلو سے رد کر دیں۔ اپنے روزمرہ کے معاملات میں، اپنے بچوں سے باتوں میں، بیوی کا اپنے ماں باپ سے سلوک، خاوند کے ماں باپ سے سے سلوک اور اندرونی باتوں میں پردے ڈالنے کی کوشش کرنا یہ سارے وہ امور ہیں جو کسی نہ کسی نہ کسی رنگ میں جھوٹ کی ملونی رکھتے ہیں اور شاید ہی کوئی گھر ہو، بعض ایسے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے وہ تقاضے پورے کرتے ہیں، مگر شاید ہی ایسے گھر ہوں یعنی کم ہونگے جن کے متعلق میں سو فیصدی یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کے معاملات میں جھوٹ کی کوئی بھی ملونی نہیں۔ نیکیاں بہت ہیں، بدیوں سے اجتناب کرتے ہیں لیکن جب اپنے نفس کو ضرورت پیش آئے تو چھوٹا ہوا یا بڑا ہو جھوٹ سے ان کا پرہیز نہیں رہ سکتا اور یہ جو چیز ہے یہ ان کے تقویٰ کو ننگا کر دیتی ہے۔ جب بھی جھوٹ

اپنی مجبوری کے پیش نظر بولا جائے وہ جھوٹ اصل جھوٹ ہے جو شرک کی طرف مائل کرتا ہے... جھوٹ کے خلاف جنگ ایک بہت عظیم جہاد ہے۔ جماعت احمدیہ کا جہاد کا دعویٰ اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک عالمی طور پر جماعت احمدیہ جھوٹ کے خلاف جہاد کا علم بلند نہ کرے۔ پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ بھی صرف بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ قرار نہیں دیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جھوٹ سے اجتناب کی باریک راہیں اختیار کریں گے اور اپنے نفس کو کھنگالتے رہیں گے۔ جہاں آپ کو جھوٹ نظر آئے گا وہ آپ کا دشمن، کینہ توڑ آپ کے دل میں کمین گاہ بنا کے کہیں بیٹھا ہوا ہے جب اُس کو موقع ملے گا وہ آپ پر حملہ کر دے گا اس حملہ سے وہ باز نہیں آئے گا۔ پس یہ ایک شرک کا بت ہے جو ہر دل میں پنہاں ہے۔ کہیں اونچا سطح کے قریب، کہیں نیچا، گہرا اور تہ میں۔ اس بت کو توڑنا ہے۔ اگر آپ اس بت کو توڑ دیں گے تو ابراہیم کی طرح بُت شکن کہلائیں گے۔ اگر اس بُت کو نہیں توڑیں گے تو سارے بت اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ کا دل صنم خانہ بن جائے گا۔ ایسا دل اللہ کے قیام کے لئے مسجد نہیں بنا کرتا۔ پس اُمید ہے کہ آپ اس مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اپنی زندگی میں جاری فرمائیں گے۔“

(خطبہ جمعہ 9 جنوری 1998ء، خطبات طاہر جلد 17 صفحہ 27-28)

روزہ باقی گیارہ مہینوں کے آداب بھی سکھاتا ہے

سامعین! روزہ صرف بھوکا رہنے کا ہی نام نہیں یہ ہمیں زندگی گزارنے کے آداب بھی سکھاتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

”...جماعت کو اپنے روزہ کے معیار کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور روزے رکھوانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور روزہ کا معیار بڑھانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے ہے۔ معیار میں ایک توضیح کی تجدد کی نماز ہے، دوسرے روزہ کے دوران کے آداب ہیں۔ روزہ کے دوران لڑائی، جھگڑا، تیز گفتگو، ناجائز حرکات یہ ساری چیزیں بے معنی اور لغو ہو جاتی ہیں مومن کے لئے۔ اور یہ ایک تربیت کا دور ہے۔ جس شخص کو ایک مہینہ یہ تربیت ملتی ہے کہ اُس نے اپنی زبان پر قابو رکھنا ہے۔ اُس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ مہینہ گزرنے کے بعد بھی زبان پر قابو ہی رکھے گا۔ یہ مراد تو نہیں ہے کہ مہینہ کا انتظار ہو رہا ہے مہینہ ختم ہو تو پھر میں گالیاں شروع کروں۔ جس کو ایک مہینہ ذکر الہی کی عادت پڑ جائے، جس کی زبان تر ہو اللہ کی محبت

اور پیار سے، جس کا دل بھرا ہو اللہ کے ذکر سے، ایک مہینہ کے بعد اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ واپس اپنی پرانی گندی عادتوں کی طرف لوٹ جائے گا یہ ایک بالکل لغو اور بے معنی توقع ہے۔ اگر لوٹنا ہے تو پھر وہ روزہ کو سمجھائی نہیں اور اس نے روزہ سے فائدہ ہی نہیں اٹھایا۔ یہ تو ویسا ہی ہے کہ ایک مہینہ کسی کو اچھی غذا کھلائی جائے اور وہ انتظار کر رہا ہو کہ مہینہ ختم ہو تو پھر میں دوبارہ گند کھانا شروع کر دوں اور مہینہ ختم ہوتے ہی کہے کہ بہت اچھا شکر ہے اب موقع آگیا اچھی غذائیں جائیں جنم میں اب میں گندگی شروع کرتا ہوں۔

تو روزہ تو باقی گیارہ مہینوں کی بھی ضمانت دینے کے لئے آتا ہے۔ باقی گیارہ مہینوں کے بھی آداب سکھانے کے لئے آتا ہے لیکن اس مہینہ میں آداب سکھائے جائیں تو باقی گیارہ مہینے ان آداب کا اثر پڑے ناں۔ اگر صرف بھوک کا نام روزہ ہے تو پھر تو انسان روزہ کی اکثر نیکیوں سے محروم رہ جائے گا، اکثر فوائد سے محروم رہ جائے گا۔ اس لئے اپنے گھروں کو بقیہ دن جتنے بھی باقی ہیں ان کو آداب کی فیکٹریاں بنا دو۔ اسلامی آداب اور اسلامی اخلاق جو جو کمزوریاں عام حالات میں بچوں میں پائی جاتی ہیں ان کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہو اور روزہ کا واسطہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بتا کر بچوں کو سمجھاؤ کہ تم پہلے زبان سے ایسی بے احتیاطی کر لیا کرتے تھے اب روزہ آگیا ہے اب بالکل نہیں کرنی۔ اور اسی طرح دیگر امور میں بھی تلاوت کی عادت ڈالنا، ذکر الہی کی عادت ڈالنا، دعاؤں کی عادت ڈالنا، حسن سلوک کی عادت ڈالنا، حقوق کی ادائیگی کی عادت ڈالنا، زبان کو جھوٹ سے کلیہ پاک کرنے کی عادت ڈالنا، صاف اور سچی بات کی عادت ڈالنا، قول سدید کی عادت ڈالنا، یہ سارے مواقع ہیں روزہ کے لئے۔“

(خطبہ جمعہ 20/ مئی 1986ء، خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 393-394)

### رمضان اور بچوں کی تربیت

سامعین! والدین کے لیے بچوں کی تربیت انتہائی ضروری امر ہے اور رمضان میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

”اس لئے آپ بچوں پر اعتماد کریں۔ خدا تعالیٰ نے ان کے اندر نیکی کا بیج رکھا ہے، نیکی کے لئے بڑی زر خیز مٹی عطا فرمائی ہے۔ خواہ مخواہ لاعلمی کے نتیجے میں یا عدم توجہ کے نتیجے میں رمضان آتا ہے اور چلا جاتا ہے اور

آپ اُس کو ضائع کر دیتے ہیں اور آپ کے بچے وہیں کے وہیں رہتے ہیں۔ بعد میں جب رمضان گزر جاتا ہے اُس وقت صرف روزے رکھنا کام نہیں آتا کیونکہ روزوں کا وقت گزر چکا ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ بس روزے گئے اور سب باتیں ساتھ ہی ختم ہو گئیں۔ جو نمازیں آپ اُن کو پڑھا دیں گے، جو تہجد پڑھائیں گے، جو سورتیں یاد کرائیں گے، جو غریب مدردی ان کے دل میں پیدا کریں گے یہ رمضان کے ساتھ چلی جانے والی باتیں نہیں ہیں، یہ ان کی زندگی کا حصہ بن جائیں گی، ان کی زندگی کا سرمایہ بن جائیں گی۔ اس لئے رمضان کو اولاد کی تربیت کے لئے خصوصیت سے استعمال کریں۔ علاوہ ازیں بعض چیزوں سے منع ہونے کا حکم ہے وہ ساری باتیں وہی ہیں جن سے روزمرہ کی زندگی میں بھی پرہیز لازم ہے۔ مثلاً جھوٹ ہے، لغو بیانی ہے، وقت کا ضیاع ہے لیکن بعض چیزیں روزمرہ کی زندگی میں کسی حد تک قابل قبول ہو جاتی ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان ہر چیز کو اپنے بہترین معیار کے مطابق ہر روز ادا کر سکے لیکن رمضان مبارک میں جب معیار بلند کیا جاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ جب رمضان گزر جائے تو معیار گرے بھی تو اتنا نہ گرے کہ پہلی سطح پر واپس آجائے بلکہ سطح بلند ہو جائے۔

اس لئے انفرادی طور پر جب آپ بچوں کو ان امور کی طرف متوجہ کریں گے کہ آپ نے جھوٹ نہیں بولنا تو یہ کہہ کر متوجہ کرنا ہے کہ جھوٹ تو رمضان کے بعد بھی نہیں بولنا لیکن رمضان میں اگر بولا تو پھر کچھ بھی حاصل نہیں، تمہارے بھوکے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے جب آپ تیس دن جھوٹ نہ بولنے کی اہمیت یاد دلاتے ہیں تو ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتے رہیں کہ رمضان تو ایک ایسی برکتوں کا مجموعہ ہے جو ایک مہینے کے اندر ختم نہیں ہوتی بلکہ سارے سال کے لئے تمہارے لئے ایک خزانہ لے کے آتی ہیں، ایسا رزق عطا کر جاتی ہیں جسے تم سارا سال کھاؤ۔ جھوٹ نہیں بولنا کا یہ مطلب ہے کہ رمضان تمہیں متوجہ کر رہا ہے اور رمضان کے گزرنے کے بعد بھی نہیں بولنا اور کوشش کرو اس بات کی طرف کہ جب بھی جھوٹ کی طرف ذہن جائے تو یاد کیا کرو کہ آج تو رمضان ہے اور جب رمضان سوچو گے تو ساتھ یہ بھی سوچا کرو کہ یہ تو پریکٹس کا وقت ہے آئندہ بھی نہیں بولنا۔ اس طرح پیار کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں بچوں کو سمجھائی جائیں تو وہ سمجھتے ہیں اور اس کو اچھی طرح سے بعض دفعہ مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں“

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 1988ء، خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 272-273)

رمضان کا مہینہ ہمارے گناہوں، ہماری آلودگیوں، ہماری گزشتہ غفلتوں کو جلانے کا کام دے گا  
فرمایا:

”جس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے کو بھٹی کی طرح قرار دیا جس میں  
زنگ آلود لوہا جب لوٹایا جاتا ہے تو اس کا زنگ، اس کی آلودگیاں جل کر خاک ہو جاتی ہیں اور وہ صاف  
شفاف ہو کر دوبارہ باہر نکلتا ہے، اسی طرح وقت کے لحاظ سے رمضان کا ظرف بھی بھٹی کا حکم رکھتا ہے اور  
رمضان کے لفظ میں بھی گرمی اور شعلوں کی تیزی اور بھسم کر دینے والے معنی پائے جاتے ہیں۔ پس ان  
معنوں میں رمضان کا مہینہ ہمارے گناہوں، ہماری آلودگیوں، ہماری گزشتہ غفلتوں کو جلانے کا کام دے گا  
اگر ہم اپنے آپ کو اس مہینے کے حضور پیش کر دیں۔ اور مہینے کے حضور پیش کرنے میں ایک یہ بھی  
مضمون شامل ہے کہ اپنے مختلف پہلوؤں کو بدل بدل کر اس مہینے کے سامنے رکھیں۔ جس طرح ایک  
انسان جب آگ پر کوئی چیز بھونتا ہے تو اس کے پہلو بدلتا رہتا ہے ورنہ ایک پہلو جو آگ کے دوسری طرف  
ہو وہ ٹھنڈا رہ جاتا ہے۔ پس رمضان مبارک میں بھی انسان کو اپنی بدیاں تلاش کر کے مختلف پہلوؤں سے  
رمضان کے حضور پیش کرنی چاہئیں اور اس پہلو سے اگر آپ غور کریں تو آپ کو یوں لگے گا کہ جیسے انسان  
اس مہینے میں ہمیشہ کروٹیں بدلتا ہوا مختلف پہلوؤں سے خدا سے التجائیں کرتا ہوا، مختلف زاویہ ہائے نظر سے  
اپنی کمزوریوں کا مطالعہ کرتا ہوا مسلسل ایک نئی کیفیت کے ساتھ گزرتا چلا جائے گا یعنی رمضان مبارک  
میں یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی کیفیت سے داخل ہوں اور اسی کیفیت سے باہر آئیں بلکہ ہر روز ایک نیا  
مضمون آپ پر ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔ ہر روز رمضان مبارک کی نئی برکتیں آپ کی آنکھوں کے سامنے  
ظاہر ہوتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر اس طرح آپ جستجو اور محنت سے اس مہینے سے گزریں  
گے تو ایک نیا وجود پا کر نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ 15 مارچ 1991ء، خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 227-228)

## تین اذکار کا ذکر

ان ایام میں خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ذکر الہی کی تاکید فرمائی ہے وہ ایک ہے تہلیل۔ تہلیل سے مراد ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، دوسرے تکبیر اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، تیسرے تحمید، الْحَمْدُ لِلَّهِ

## الْحَمْدُ لِلَّهِ

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، حدیث نمبر: 5446)

تو یہ تین سادہ سے ذکر ہیں جو آسانی ہر شخص کو توفیق ہے کہ ان پر زور ڈالے۔ توفیق اس لئے کہ ان اذکار کا سب کو علم ہے۔ بہت گیا گزرا مسلمان بھی ہو تو وہ یہ تین باتیں ضرور جانتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اور الْحَمْدُ لِلَّهِ ہر گلی میں آپ کو جگہ جگہ اللَّهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ پس یہ وہ تین اذکار ہیں جن کو یاد کرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کو یاد ہیں لیکن یاد نہیں بھی یعنی ان کے معنوں میں ڈوب کر یہ ذکر نہیں کئے جاتے۔ جب حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان ایام میں بکثرت یہ ذکر کیا کرو تو مراد ہے کہ کثرت کی وجہ سے شاید دل میں بات اتر بھی جائے۔ جب آپ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد کرتے ہیں تو ہر دوسرے خدا کی نفی کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر زبان سے ذکر ہے مگر دل میں ذکر نہیں ہے اگر دماغ اس ذکر کی پیروی نہیں کر رہا اور آپ کو بتا نہیں رہا کہ جب خدا کے سوا آپ کسی اور معبود کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ دنیا کے معبودوں کے کیا جھگڑے بنا رکھے ہیں۔ کیوں بڑے لوگوں کی پیروی کرتے ہو، کیوں رزق کے ان ذرائع کی پیروی کرتے ہو جن کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ رزق پیدا کرنے والا تو وہی ہے لیکن رزق کے قوانین بتانے والا بھی تو وہی ہے کہ کس رزق کو حاصل کرو، کس کو نہ کرو۔ پس لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد ان دنوں میں جب ان معنوں میں ہو تو اللہ تعالیٰ ایک نئی شان سے آپ کے دل پر طلوع ہو گا اور توحید کے ایسے مضامین آپ پر روشن ہوں گے جن کی طرف پہلے کبھی خواب و خیال میں بھی توجہ نہیں گئی۔“

(خطبہ جمعہ 23 جنوری 1998ء، خطبات طاہر جلد 17 صفحہ 63-64)

## رمضان کا مقصد انسان کو مشقت میں ڈالنا نہیں

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روزے کی جو تعلیم دی گئی ہے وہ ہر لحاظ سے کامل بھی ہے اور زیادہ مشقت طلب بھی ہے لیکن اس کے باوجود یہ وضاحت کر دی گئی کہ مشقت ڈالنا ہرگز مقصود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مضمون کو خوب کھول کر بیان کر دیتا ہے۔ اس کی ضرورت بھی اس لئے پیش آئی کہ جب انسان اسلامی روزے کی تعلیم پر غور کرتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے کہ پہلے لوگوں پر اس کا عشر عشر بھی فرض نہیں تھا اس لئے یہ وہم دل میں پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سختیوں سے خوش ہوتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ میرے بندوں پر بوجھ پڑے اور وہ تنگی محسوس کریں اور اس کے نتیجے میں محض تنگی اور محض تکلیف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب بن جاتی ہے؟ جیسا کہ بعض مذاہب میں یہ تصور پایا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ وضاحت فرماتا ہے کہ ہرگز ایسا نہیں۔ چنانچہ سہولتیں بھی دیتا چلا جاتا ہے اور پھر حکمتیں بھی بیان کرتا ہے کہ مقصد تقویٰ کو بڑھانا ہے۔ مراد مقصود زندگی عطا کرنا ہے سختی پیدا کرنا ہرگز مراد نہیں۔ یہ یعنی چیز ہے۔ مقصود بالذات نہیں ہے۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فرماتا ہے چند گنتی کے دن ہی تو ہیں۔ سارے سال میں سے صرف ایک مہینہ ہے۔ گویا موصیٰ جو دسواں حصہ دیتا ہے اس سے بھی کم، البتہ اگر رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لیں تو پھر وصیت کا حق یعنی سال کا 10/1 بن جاتا ہے اور اس کا مضمون بھی پورا ہو جاتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم پر یہ بہت معمولی بوجھ ہے اور جتنے فوائد ہیں ان کے مقابل پر یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ گنتی کے چند دن آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کے دل میں خوف پیدا ہو رہا ہوتا ہے اور بعض لوگ ان دنوں سے یہ حسرتیں لے کر گزر رہے ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں اگلے سال پھر یہ دن دیکھنے نصیب بھی ہوں

گے یا نہیں۔ مگر دونوں قسم کے لوگوں کے دن تھوڑے ہی ہوتے ہیں سختی اور تنگی ترشی محسوس کرنے والوں کے دن بھی گزر جاتے ہیں اور دل میں حسرتیں لئے ہوئے لوگوں کے دن بھی گزر جاتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 10 / جون 1984ء، خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 317-318)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے فیوض اور برکات سے وافر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزر: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1111﴾

﴿25﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَبَيِّنَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ ثُمَّ أَتُوا الصِّيَامَ إِلَىٰ  
الْيَلِّ ۚ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ ۚ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ فَلَا تَعْتَرِفُوهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لِيَتِيهِ  
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (البقرہ: 188)

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر (کے ظہور) کی وجہ سے (صبح کی) سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے  
تمہارے لئے ممتاز ہو جائے۔ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔ اور ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو  
جبکہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ  
اپنی آیات لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ:

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمر ہمت کس لیتے اپنی راتوں کو  
زندہ کرتے اور گھر والوں کو جگاتے۔“

(صحیح البخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب العمل فی العشرۃ الاواخر من رمضان، حدیث نمبر: 2024)

مجھ سے بھی تو کبھی کہہ رَاَضِيَةً مَرْضِيَةً

روح بیتاب ہے روحوں کو بلانے والے

اس طرف بھی ہو کبھی، کاشفِ اسرارم، نگاہ

ہم بھی ہیں ایک تمنا کے چھپانے والے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

رمضان کی راتوں کو دعاؤں کے تیروں سے دشمن کا مقابلہ کرو

سامعین! رمضان میں دعاؤں کو بہت اہمیت حاصل ہے اور ہم احباب جماعت نے انہی دعاؤں کے تیروں سے دشمن کا مقابلہ کرنا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہم ان قوموں میں سے نہیں ہیں جو بزدل ہوتی ہیں اور مقابلے سے پیچھے ہٹ جاتی ہیں ہم ہر چیلنج کا جواب دیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) اور ہر حملہ کا سامنا کریں گے۔ لیکن ہمارے ہتھیار آور ہیں اور حق کے مخالفوں کے ہتھیار آور ہیں۔ ان کا طرز کلام آور ہے اور ہمارا طرز کلام آور ہے۔ ان کی لحن مختلف ہے اور ہماری لحن مختلف ہے۔ وہ عناد اور بغض کی آگ جلانے کے لئے نکلیں گے تو ہم محبت کے آنسوؤں سے اس آگ کو بجھائیں گے۔ وہ دنیا کے تیر چلا کر ہماری چھاتیوں کو برمائیں گے اور ہم راتوں کو اٹھ کر گریہ و زاری کے ساتھ دعاؤں کے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے۔ پس اے احمدی! اس رمضان کو فیصلہ کن رمضان بنا دو، اس الہی جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مگر تمہارے لئے کوئی دنیا کا ہتھیار نہیں ہے۔ دنیا کے تیروں کا مقابلہ تم نے دعاؤں کے تیروں سے کرنا ہے۔ یہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی لیکن گلیوں اور بازاروں میں نہیں بلکہ مسجدوں میں اس لڑائی کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ راتوں کو اٹھ کر اپنی عبادت کے میدانوں کو گرم کرو اور اس زور سے اپنے خدا کے حضور آہ و پکار کرو کہ آسمان پر عرش کے کنگرے بھی ملنے لگیں۔ مَتَنِي نَصَمُ اللّٰهِ کا شور بلند کرو۔ خدا کے حضور گریہ و زاری کرتے ہوئے اپنے سینوں کے زخم پیش کرو، اپنے چاک گریبان اپنے رب کو دکھاؤ اور کہو کہ اے خدا!

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے میرے پیارے آج

شور محشر تیرے کوچے میں مچایا ہم نے

پس اس زور کا شور مچاؤ اور اس قوت کے ساتھ مَتَنِي نَصَمُ اللّٰهِ کی آواز بلند کرو کہ آسمان سے فضل اور رحمت کے دروازے کھلنے لگیں اور ہر دروازے سے یہ آواز آئے: اَلَا اِنَّ نَصَمُ اللّٰهِ قَرِيْبٌ، اَلَا اِنَّ نَصَمُ اللّٰهِ قَرِيْبٌ،

اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ: سنو سنو کہ اللہ کی مدد قریب ہے، اے سننے والو! سنو کہ خدا کی مدد قریب ہے، اے مجھے پکارنے والو! سنو کہ خدا کی مدد قریب ہے اور وہ پہنچنے والی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 24/ جون 1983ء، خطبات طاہر جلد دوم صفحہ 349)

خدا سے خدا کو مانگنے کی دعا کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں۔

”اس رمضان میں اپنے خدا سے خدا کو مانگنے کی دعا کریں۔ اگر تم نے خدا سے خدا کو مانگ لیا تو تم نے سب کچھ مانگ لیا“

فرمایا:

”آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے ہر مشکل کا علاج اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور ہر آگ کو ٹھنڈا کرنے کا نسخہ عشق الہی کی آگ ہے اور عشق الہی کی یہ آگ رمضان میں خوب بھڑکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس مہینہ کا رمضان نام ہی اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی تپش پائی جاتی ہے۔ اللہ کی محبت جولانی دکھاتی ہے ایک خاص گرمی کی لپیٹیں اس سے آتی ہیں اس لئے یہ بہت ہی مبارک مہینہ ہے۔ (الحکم جلد نمبر 5 نمبر 27 مورخہ 24 جولائی 1901 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود زیر آیت شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن) ہمیں سنبھالنے اور پناہ دینے کے لئے عین وقت پر آیا ہے اس لئے بہت دعائیں کریں اور خاص طور پر اپنے رب سے اس کی محبت مانگیں، اللہ کی رضا تلاش کریں اس سے التجا کریں کہ اے خدا! ہم تیری رضا پر راضی ہیں۔ جو بھی تیری رضا ہے ہمارے لئے ٹھیک ہے لیکن ہم بہر حال تیری پناہ میں آتے ہیں۔ ہمیں لپیٹ لے۔ ہمیں چھپالے، ہماری کمزوریوں۔ یوں سے پردہ پوشی فرما، ہماری غفلتوں کو دور فرمادے اور ہماری پناہ بن جا، ہمارے لئے قلعہ بن جا جس کے چاروں طرف تو ہی تو ہو اور دشمن ہم تک نہ پہنچ سکے جب تک تجھ پر حملہ آور ہو کر نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر یہ ہو جائے تو ہم نے گویا اپنی زندگی کا مقصد پالیا۔ جس کو خدا مل جائے اس کو پھر اور کیا چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ 17/ جون 1983ء، خطبات طاہر جلد دوم صفحہ 338)

رمضان کا سب سے بلند مقصد اور اعلیٰ پھل۔ اللہ کامل جانا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے رمضان المبارک کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”جو رمضان کا سب سے بلند مقصد اور سب سے اعلیٰ پھل ہے وہ یہ ہے کہ اللہ مل جاتا ہے..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اے رسول! یعنی رسول کا نام تو نہیں مگر مخاطب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي) جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں، (عَنِّي) میرے بارے میں، (فَإِنِّي قَرِيبٌ) تو میں قریب ہوں۔ اس دعا میں جس کی طرف اشارہ ہے یہاں دنیا کی ضرورتیں پوری کرنے کا کوئی حوالہ نہیں۔ (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي) یعنی جب میرے بندے مجھے ڈھونڈتے پھریں، مجھے چاہتے ہوں اور تجھ سے پوچھیں کیسے ہم اپنے رب کو پالیں تو اس وقت یہ نہیں فرمایا فُقِلَ اِنِّي قَرِيبٌ تو ان سے کہہ دے اِنَّ اللّٰهَ قَرِيبٌ۔ کہ اللہ قریب ہے یا میں قریب ہوں۔ فوری جواب ہے (فَإِنِّي قَرِيبٌ)۔ قریب والا بعض دفعہ دوسرے کا حوالہ بھی نہیں دیتا، کسی دوسرے کو یہ نہیں بتائے گا کہ اس کو بتادو کہ میں قریب ہوں۔ تو اس میں سوال کرنے والے کی نیت کے خلوص کا ذکر ہے۔ اگر واقعہ کوئی اللہ کو چاہتا ہے تو اے رسول جب بھی وہ تجھ سے پوچھے گا میں اُس کو سن رہا ہوں گا۔ مجھے بتانے کے لئے اس وقت تیرے حوالے کی ضرورت نہیں۔ (اِنِّي قَرِيبٌ) میں تو ساتھ کھڑا ہوں، رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ لیکن (أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا)۔ میں پکارنے والے کی دعوت کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔ یعنی میرا شوق رکھتا ہو، دنیا طلبی کی خاطر نہ میں یاد آؤں۔ یہ عجیب منظر ایک کھینچا گیا ہے (إِذَا دَعَا)۔ جس کا رمضان میں آپ کو زیادہ دیکھنے کا موقع ملے گا، بہت ہی دل کش منظر ہے۔ کئی لوگ ہیں جنہوں نے زندگیاں وقف کر دیں، جنگلوں میں ڈھونڈتے پھرے، اللہ اللہ پکارتے پھرے اور پھر بھی ان کو اللہ نہیں ملا۔ کئی لوگ ہیں جو بعض دفعہ بے اختیار ہو کر اللہ کہتے ہیں تو اللہ ان کو مل جاتا ہے..... (فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي) ان پکارنے والوں کا فرض ہے کہ میری بات بھی تو مانا کریں۔ مجھے اس طرح نہ پکاریں جیسے نوکروں کو پکارا جاتا ہے۔ جب ضرورت پیش آئے آواز دو وہ کہے گا حاضر سائیں!۔ ایسے بندے جو میری باتوں کی طرف دھیان دیتے ہیں جو میری باتوں کے اوپر عمل

کرتے ہیں وہ پہلے میرے بندے بنتے ہیں پھر جب وہ پکاریں گے تو ان کو جنگلوں میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی جہاں بھی پکاریں گے (اِنِّی قَرِیْبٌ) میں ان کے پاس ہوں گا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/ دسمبر 1997ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”... سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خدا کی خاطر خدا کی عبادتوں کی توفیق مانگنے کے لئے سب سے عظیم مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔ کیونکہ اس مہینے کے تعلق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِیْبٌ) اگر تجھ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہہ میں قریب ہوں... رمضان کی بات ہو رہی تھی تو کہو میں دور کہاں ہوں، اب تو میں بہت قریب اترا آیا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی احادیث میں بالکل یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ جیسا قریب رمضان میں خدا آتا ہے ویسا قریب نہیں آتا... اب دیکھیں کتنے لوگوں کے واقعہ خدا قریب آگیا ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو سارا سال سوائے جمعہ کے کوئی نماز نہیں پڑھتے یا جمعہ بھی نہیں پڑھا کرتے تھے، رمضان میں یا جمعہ شروع کر دیتے ہیں یا باقی نمازیں بھی شروع کر دیتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کا یہ اعلان رمضان کے تعلق میں کتنا مناسب حال ہے کہ تم میں سے بہت سے تھے جن سے میں دور تھا یعنی تم نے مجھے دور رکھا ہوا تھا۔ رمضان میں میں ان کے بھی قریب آ جاؤں گا۔ پس رمضان میں مجھ سے دعائیں کرو۔ مجھ سے مدد مانگو تو تمہاری مشکل آسانی میں تبدیل ہو جائے گی...“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جنوری 1996ء)

سامعین! حضور رمضان کی برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”پس اس پہلو سے آپ کو میں متوجہ کرتا ہوں کہ رمضان کی یہ برکتیں جو لوگوں نے جو دن کو عبادت کرتے تھے راتوں کو نہیں اٹھا کرتے تھے ان برکتوں نے انہیں راتوں کو اٹھنا بھی سکھا دیا۔ انہیں خدا کے حضور وہ اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق بخشی جو عام دنوں میں نصیب نہیں تھی۔ رمضان نے گناہوں سے بچنے کی ایک بہت بڑی توفیق عطا فرمائی جو وقت کے لحاظ سے مشروط ہی سہی مگر توفیق ضرور ملی۔ وہ لوگ جو اپنی بد عادتوں کو چھوڑنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتے یا چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتے ایک محدود

وقت کے لئے جو سحری سے لے کر افطار تک چلتا ہے مجبور ہوتے ہیں، ان باتوں سے رکے رہتے ہیں تو رمضان نے سہارا دیا ہے، رمضان نے آپ کو نیکی کے کاموں پہ چلنے کے لئے وہ سونا مہیا کر دیا جس کی ٹیک لگا کر آپ رفتہ رفتہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اسے چھوڑ نہ دیں بالکل۔ لولوں لنگڑوں کی طرح پھر وہیں نہ بیٹھ رہیں جہاں بیٹھتے ہوئے اپنی عمر ضائع کی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 فروری 1997ء)

روزہ سے محروم رہتے ہوئے روزہ کی استطاعت مانگنا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:

”پس روزے سے محرومی کے نتیجے میں اگر درد دل ہو تو ایک بہت ہی اعلیٰ نشان ہے اس بات کا کہ واقعہ تمہاری روزوں سے محرومی تمہیں ثواب سے محروم نہیں رکھے گی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسے درد دل والے کو عام روزہ رکھنے والے کے ثواب سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے ... جبکہ حیلہ جو انسان تاویلیوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔“

”جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں نیت درد دل سے تھی کہ کاش! میں تندرست ہوتا اور روز رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہیں رکھے گا۔“

(خطبہ جمعہ 26 جنوری 1996ء)

رمضان میں روزے نہ رکھنے والے تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ کن نیکیوں سے محروم ہیں

سامعین! بعض لوگ روزے کو بالکل کوئی اہمیت نہیں دیتے اور ان کے نزدیک روزہ رکھنے سے نقصان ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:

”رمضان المبارک میں جو لوگ روزے نہیں رکھتے وہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ کن نیکیوں سے محروم رہ گئے ہیں۔ چند دن کی بھوک انہوں نے برداشت نہیں کی۔ چند دن کی پابندیاں انہوں نے برداشت نہیں کیں اور بہت ہی بڑی نعمتوں سے محروم رہ گئے اور پہلے سے اور بھی زیادہ دنیا کی زنجیروں میں جکڑے گئے کیونکہ جو رمضان کی پابندیاں برداشت نہیں کرتا اس کی عادتیں دنیا سے مغلوب ہو جاتی ہیں اور وہ

در حقیقت اپنے آپ کو مادہ پرستی کے بندھنوں میں خود جکڑنے کا موجب بن جایا کرتا ہے۔ یہ لوگ دن بدن ادنیٰ زندگی کے غلام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر چاہیں بھی تو پھر ان بندھنوں کو توڑ کر آزاد نہیں ہو سکتے اس لئے یہ بھی ضروری فیصلہ ہے کہ رمضان کی چند دن کی پابندیاں بشاشت اور ذوق و شوق سے قبول کی جائیں... تم یہ پابندیاں اختیار کر کے دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ اس کے فائدے لامتناہی ہیں۔ چند دن کی سختیاں بہت وسیع فائدے ایسے چھوڑ جائیں گی کہ سارا سال تم ان چند دنوں کی کمائیاں کھاؤ گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 اپریل 1988ء)

جب بھی رمضان آئے اسے روزوں سے بھر دیا کرو

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ جماعت کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”پس اس فتنے کی فکر کرو جو تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے تمہارے بچوں کی صورت میں رونما ہو رہا ہے۔ تمہارے احوال کی صورت میں رونما ہو رہا ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے الصلوٰۃ والصوم دونی چیزیں ہیں۔ نمازوں سے گھر کو بھر دو اور جب رمضان کے مہینے آیا کریں اور ویسے بھی اپنے گھروں کو روزوں سے بھر دیا کرو۔ ہر قسم کے فتنے سے نجات پاؤ گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 دسمبر 1997ء)

## اعتکاف

سامعین! دیکھیں یہاں حضورؐ نے کس قدر خوبصورتی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اعتکاف کے دوران خاموشی سے کیوں عبادت کرنی چاہیے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

”اب مسند احمد بن حنبل کی ایک حدیث جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ رمضان میں جو اعتکاف ہو اکر تا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے اعتکاف بیٹھتے تھے وہ کون سی دنیا تھی جس میں ڈوبا کرتے تھے۔ رمضان میں جب تیزی آتی تھی، اچود ہو جاتے تھے وہ کیا قصہ تھا۔ یہاں ایک جھلکی ہمیں نظر آتی ہے اس بنا پر کہ بعض لوگ اعتکاف میں ذرا اونچی تلاوت کرتے تھے ان کا

اونچی تلاوت کرنا ہم پر ہمیشہ کے لئے احسان ہو گیا کیونکہ اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا حال، اس کی ایک جھلک دکھائی دی۔ یہ وہ باتیں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید از خود اپنے متعلق نہ بیان کرتے مگر ان لوگوں نے مسجد میں جو تھوڑا سا ایک قسم کا ہلکا سا شور یعنی وہ بھی شور ایسا جو تلاوت کا شور ہے وہ بلند کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تخلیہ میں مغل ہو گئے جو آپ کا اور اللہ کا تخلیہ تھا۔ اس لئے مجھے یہ حدیث بہت پیاری لگتی ہے کیونکہ ان لوگوں کی تلاوت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی اور اب بھی ہماری مسجدوں میں شاید اس کی ضرورت پیش آئے مگر اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت کا ایک منظر، ایک جھلکی ہم نے اس حدیث میں دیکھ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔ آپ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنا دیا گیا... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ ایسا تھا کہ وہاں باقاعدہ ایک خیمہ سا بنایا گیا یعنی ایک جھونپڑی سی بنائی گئی اور ارد گرد کافی دور تک دوسرے لوگ نہیں تھے۔ ان کی عام عبادتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں حاصل نہیں ہو سکتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تخلیہ کی حالت ان پر ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ تو وہ مسجد نبوی چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے اصل اعتکاف کا حق بڑی مسجد میں ادا ہوتا ہے۔ ایسی مسجد میں جہاں چند عبادت کرنے والے ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں، ایک دوسرے کے معاملات میں مغل نہ ہوں اور اصل عبادت کا تو وہی مزہ ہے جو ایسے اعتکاف میں کی جائے مگر ہمارے ہاں بھرنے پر زور ہے۔ اس لئے اس دفعہ خواتین میں خصوصیت سے جن خواتین کے متعلق کسی حکمت کی وجہ سے ہم نے سمجھا کہ ان کو یہاں نہیں بیٹھنا چاہئے، مسجد میں گنجائش ہونے کے باوجود ان کو جگہ نہیں دی گئی۔ یہ عین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے کہ یہ نہیں تھا کہ اگر صحابہؓ چاہتے تو ساری مسجد معتکفین سے بھر سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا گیا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اجازت کا کیا نظام جاری تھا مگر کچھ نہ کچھ ضرور نظام جاری ہو گا جس کے تابع بعض لوگوں کو توفیق ملتی تھی اور بعضوں کو نہیں ملتی تھی۔ کھجوروں کا ایک حجرہ سا بنایا گیا، ایک جھونپڑی بنائی گئی۔ ایک رات ایسی آئی آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے قرأت بالجہر اس طرح نہ کیا کرو کہ گویا دوسرے بھی سن سکیں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، حدیث نمبر: 5349)

تویہ فرض ہے ہر حجرے والے کا جو اعتکاف بیٹھتا ہے کہ اس کے اندر کی آوازیں باہر نہ جائیں یہاں تک کہ تلاوت بھی باہر نہ جائے۔ حالانکہ تلاوت تو کسی عبادت کرنے والے کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہئے کیونکہ عبادت اور تلاوت درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاوت کی آواز بھی باہر نہ جائے کہ دوسرے معتکفین کی راہ میں حائل ہو کیوں ایسا فرمایا... اپنے حجرہ سے باہر دوسروں کی طرف نکل کے آئے یعنی چل کر باہر گئے ہیں۔ صاف پتا چلتا ہے کہ فاصلہ ہے بیچ میں جو نماز ادا کر رہے تھے ان کی قرأت کی آوازیں بلند تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی تو اپنے رب ذوالجلال سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے۔“

(مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابة حدیث البیاضی، حدیث نمبر: 19022)

(خطبہ جمعہ 23 جنوری 1998ء، خطبات طاہر جلد 17 صفحہ 66-67)

### آخری عشرہ

سامعین! حضور رحمہ اللہ تعالیٰ رمضان کے آخری عشرہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں اتنی کوشش فرماتے تھے جو اس کے علاوہ دیکھنے میں نہیں آئی۔ تو رمضان میں وہ کوشش کیا ہوتی ہوگی جو عام طور پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دیکھنے میں بھی نہیں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات جو رمضان کے علاوہ ہیں وہ ایسی روایات ہیں کہ ان کو دیکھ کر دل لرز اٹھتا ہے کہ ایک انسان اتنی عبادت بھی کر سکتا ہے۔ ساری ساری رات بسا اوقات خدا کے حضور بلکتے ہوئے ایک سجدہ میں گزار دیتے تھے۔ جس طرح کپڑا انسان اُتار کر پھینک دیتا ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرے ہوئے کپڑے کی طرح پڑا ہوتا تھا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سمجھا کرتی تھیں کہ کسی اور بوی کے پاس نہ چلے گئے ہوں، تلاش میں گھبرا کر باہر نکلتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ویرانے میں پڑا ہوا دیکھتی ہیں

اور جوش گریاں سے جیسے ہانڈی اُبل رہی ہو ایسی آواز آرہی ہوتی تھی۔ وہ عائشہ جب گھر کو لوٹتی ہوں گی تو کیا حال ہوتا ہو گا۔ کیا سمجھا تھا اپنے آقا اور محبوب کو اور کیا پایا۔ یہ عام دنوں کی بات ہے، یہ رمضان کی بات نہیں ہے۔ عام دنوں میں یہ پایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔ آپ گواہی دیتی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری عشرہ میں ایسے وقت آتے تھے کہ ہم نے پہلے کبھی دوسرے دنوں میں نہیں دیکھے۔ ان کیفیات کو بیان کرنا انسان کی طاقت میں نہیں ہے۔ نہ میری طاقت میں ہے نہ کسی اور انسان کی طاقت میں ہے لیکن آپ نے خود ان کیفیات سے کہیں کہیں پردہ اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ میں کسی دنیا میں پہنچا ہوا تھا، میں کس دنیا میں بسر کرتا رہا ہوں..... یہ وہ دن ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی آسان کر دی جاتی ہے۔ پس ان دنوں سے فائدہ اٹھائیں اور ان دنوں کا حقیقی معنوں میں استقبال کریں۔ ان کو وداع کرنے کے لئے نہ رمضان کا وقت گزاریں بلکہ ان کے استقبال کے لئے اپنے بازو دراز کر دیں، اپنے سینہ کے دروا کر دیں اور پوری کوشش کریں کہ رمضان کی برکتیں ہر طرف سے آپ کو گھیر لیں اور آپ کے اندر اس طرح داخل ہو جائیں جیسے سورج طلوع ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 23/ جنوری 1998ء، خطبات طاہر جلد 17 صفحہ 59-60)

فرمایا:

”ایک حدیث مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عمل کے لحاظ سے ان دس دنوں یعنی آخری عشرہ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے نزدیک عظمت والے اور

محبوب اور کوئی دن نہیں ہیں۔“

عمل کے لحاظ سے جو ان دنوں میں برکت ہے ایسے اور کسی عشرہ اور کسی اور دن میں برکت نہیں ہے۔ پس

مبارک ہو کہ ابھی کچھ دن باقی ہیں اور یہ برکتیں کلیۃً ہمیں وداع کہہ کر چلی نہیں گئیں۔ آپ ان کا

استقبال کریں تو آپ کے گھر اتر کر ٹھہر بھی سکتی ہیں اور یہی حقیقی نیکی کا مفہوم ہے۔ نیکی وہ جو آکر ٹھہر

جائے اور پھر رخصت نہ ہو۔“

(خطبہ جمعہ 23/ جنوری 1998ء، خطبات طاہر جلد 17 صفحہ 61-62)

آج جمعۃ الوداع نہیں یہ جمعہ، جمعۃ الاستقبال ہے

حضورؐ فرماتے ہیں:

”آج جمعۃ الوداع ہے اور میں اس جمعہ کو جمعۃ الاستقبال بنانا چاہتا ہوں۔ یہ فرق ہے دو اصطلاحوں کا جو میں کھول دینا چاہتا ہوں۔ بکثرت ایسے لوگ ہیں جن کو اس جمعہ کا انتظار رہتا ہے جمعۃ الوداع کے طور پر اور ایک میں ہوں جو کہ سارا سال اس کو جمعۃ الاستقبال بنانے کی خاطر انتظار کرتا ہوں۔ یہ کیا مسئلہ ہے یہ میں کھول کر بات بیان کر دیتا ہوں کہ وہ لوگ جو جمعۃ الوداع سمجھتے ہوئے یعنی اپنے جمعہ کو چھٹی دے دی جائے ہمیشہ کے لئے، نیکیوں کو چھٹی دے دی جائے، روزوں کو چھٹی دے دی جائے، ذکر الہی کو چھٹی دے دی جائے اور اسے وداع کر دیا جائے، اس نیت سے جو لوگ اس جمعہ میں شامل ہوتے ہیں وہ بکثرت ایسے ہیں، اگر بکثرت نہیں تو ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن کو عام طور پر نہ نمازوں کی توفیق ملتی ہے نہ جمعوں کی توفیق ملتی ہے، نہ ذکر الہی کی توفیق ملتی ہے، نہ نیک باتیں سننے کا موقع میسر آتا ہے، نہ نیک صحبتوں میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ اُن کے اپنے ہی ہم جوئی ہیں، انہی میں پھرتے ہیں، اُن میں وہ ایک آزادی محسوس کرتے ہیں اور اُن کے اوپر اُن لوگوں میں بیٹھنے سے کسی قسم کا دباؤ نہیں پڑتا جو نیکی کی طرف بلانے والے ہوں۔ پس وہ اُن کی طرف بہتے ہیں اور بہتے چلے جاتے ہیں اور یہ ایک جمعہ ہے جس میں اُن کی فطرت نے اُن کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ یہاں نیکی کی خاطر آئیں اور نیک لوگوں میں بیٹھیں۔ پس ان کا ایک ہی سہارا ہے کہ یہ جمعہ آخر گزر ہی جائے گانا، وداع کا جمعہ ہے جسے ہم نے رخصت کرنا ہے۔ جس طرح بچے ”نانا“ کہتے ہیں تو یہ لوگ ”نانا“ کرنے آئے ہیں اور اُن کو پکڑنے کا میں انتظار کر رہا تھا اس لئے میرے لئے استقبال ہے۔ میں ان لوگوں کا استقبال کرتا ہوں اور اس پہلو سے یہ جمعہ میرے لئے جمعہ استقبالیہ ہے۔ میں ان کا استقبال کرتا ہوں، سارا سال اس انتظار میں رہتا ہوں کہ یہ آئیں اور کچھ تو نیکی کی باتیں ان کے کانوں میں پڑیں، کچھ تو آنکھیں کھلیں۔“

## لیلیۃ القدر

حضور فرماتے ہیں:

”جو لوگ لیلیۃ القدر کے خواہاں ہیں اور لیلیۃ القدر کی تلاش میں رمضان کی آخری راتوں میں سعی کرنے والے ہیں ان لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ لیلیۃ القدر کی جو علامتیں عام طور پر مشہور و معروف ہیں وہ تو ایسی ہیں جو بعض دفعہ اتفاقات سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً بجلی کی کڑک ہے، ہلکی ہلکی رحمت کی بارش کا ہونا یا دل کی کیفیات کا کسی خاص وقت میں خاص موج میں آجانا اور اللہ تعالیٰ کی خاص محبت کا محسوس کرنا۔ یہ ساری کیفیات ہیں جو مختلف انسانوں پر مختلف حالتوں میں طاری ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے یقین کے ساتھ آدمی نہیں کہہ سکتا کہ جس تجربہ سے وہ گزرا ہے وہ ضرور لیلیۃ القدر کا تجربہ تھا لیکن ایک بات میں آپ کو یقین کے ساتھ بتاتا ہوں اگر وہ آپ کو نصیب ہو گئی تو آپ کو لیلیۃ القدر نصیب ہو گئی۔ اس آخری عشرے میں جب بھی وہ رات آپ کو د آپ کو ملی جس رات آپ نے اپنے گناہوں سے ہمیشہ کے لئے کلیہ سچی توبہ کر لی اور ایسی توبہ کی کہ پھر آپ لوٹ کر ان گناہوں میں واپس نہیں جائیں گے تو یقین جانیں کہ وہی آپ کے لئے لیلیۃ القدر ہے اور وہ ہزار مہینوں سے بہتر رات تھی جو آپ کے اوپر آگئی، اس کے بعد آپ کے لئے کوئی خوف نہیں۔“

(خطبہ جمعہ 20/ مئی 1986ء، خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 397)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی مقبول عبادت کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزر ڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿مشاہدات۔ 1112﴾

﴿26﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی عید مناء اور اگر دھند یا بادل کی وجہ سے انتیس کو چاند نہ دیکھ سکو (یا چاند اُس روز ہو ہی نہ ہو) تو شعبان اور اسی طرح رمضان کے تیس دن پورے کرو۔ مسلم میں روایت ہے کہ اگر تم بادل کی وجہ سے چاند نہ دیکھ سکو تو تیس دن کے روزے رکھو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 272)

سن رہا ہوں قدم مالک تقدیر کی چاپ  
آ رہے ہیں مری بگڑی کے بنانے والے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

### مشینی ذرائع سے چاند دیکھنا

سامعین! آجکل چاند جدید سائنسی آلات کی مدد سے بھی دیکھا جاسکتا ہے بلکہ ایسے ذرائع بھی دریافت ہو گئے ہیں جن کی مدد سے چاند کی عمر کا حساب لگایا جاتا ہے لہذا ایک ماہ قبل ہی بتایا جاسکتا ہے کہ آیا چاند اسی دن کا ہو گا یا تیس دن کا۔

اس بابت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”کیا مشینی ذرائع سے چاند کا علم پانا ”مَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ“ کے تابع ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اگر ہو تو پھر دیکھنا متروک ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشینوں کے ذریعہ چاند دکھائی دے جاتا ہو لیکن نظر سے نہ دکھائی دیتا ہو۔ تو کیا قرآن کریم کا پہلا عمل یعنی پہلے دور کا عمل اس مشینی عمل کے مقابل پر رد ہو جائے گا؟ یا پہلے دور کا عمل جاری رہے گا۔ اور مشینی دور کا عمل متروک سمجھا جائے گا؟ یہ بحث ہے جو بہت سے لوگوں کو الجھن میں مبتلا رکھتی ہے۔ حالانکہ اس میں ایک ادنیٰ ذرہ برابر بھی کوئی الجھن نہیں۔ الجھن لوگوں کی نا فہمی اور ناسمجھی میں ہے۔ ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ نئے دور میں مشینوں کے حوالے سے یا برقیاتی آلوں کے حوالے سے اگر آپ چاند کے طلوع کا علم حاصل کریں تو وہ ”مَنْ شَهِدَ“ کے تابع رہتا ہے اور جہاں ”مَنْ شَهِدَ“ سے ہٹتا ہے وہاں اس پر عمل درآمد نہیں ہو گا۔ وہاں بے اعتبار ہو جائے گا۔

چاند جو طلوع ہوتا ہے وہ جب زمین کے کنارے سے اوپر آتا ہے تو اگرچہ سائنسی لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ زمین کے افق سے چاند ذرا سا اوپر آچکا ہے۔ لیکن وہ چاند لازم نہیں کہ نظر سے دیکھا جاسکتا ہو۔ اس لئے سائنسدانوں نے بھی ان چیزوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اگر آپ اچھی طرح ان سے جستجو کر کے بات پوچھیں تو وہ آپ کو بالکل صحیح جواب دیں گے کہ دیکھو! یہ تو ہم یقینی طور پر معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ چاند کس دن کتنے بجے طلوع ہو گا۔ یعنی سورج غروب ہوتے ہی اوپر ہو چکا ہو گا، لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لو کہ اگر موسم بالکل صاف ہو اور کوئی بھی رستے میں دھند نہ ہو تب بھی تم اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو کیونکہ چاند کو طلوع ہونے کے بیس منٹ یا کچھ اوپر مزید چاہئے اور ایک خاص زاویے سے اوپر ہونا چاہئے۔ اگر وہاں تک پہنچے تو پھر آنکھ دیکھ سکتی ہے ورنہ نہیں دیکھ سکتی..... کیونکہ جتنا وہ نکل کے اوجھا جاتا ہے اس طلوع سے کوئی آنکھ بھی اس کو اس لئے نہیں دیکھ سکتی کہ وہ زمین کے بہت قریب ہوتا ہے اور زمین کے قریب کی فضا اس

کی شعاعوں کو نظروں تک پہنچنے سے پہلے پہلے جذب کر چکی ہوتی ہے۔ اس لئے عین نشانہ پر پتہ ہو کہ وہاں چاند طلوع ہو رہا ہے آپ نظر جما کر دیکھیں آپ کو ایک ذرہ بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ تو شہد کا مضمون اس پر صادق نہیں آئے گا۔

شہد کا مطلب ہے جو گواہ بن جائے، جو دیکھ لے، جو پالے، مگر سائنسدان ہی یہ بھی آپ کو بتاتے ہیں اور قطعیت سے بتاتے ہیں کہ اگر اتنے منٹ سے اوپر چاند ہو چکا ہو یعنی سورج ڈوبنے کے بعد مثلاً پندرہ منٹ کی بجائے بیس منٹ رہے تو پہلے پندرہ منٹ میں اگر دکھائی نہیں دے سکتا تو آخری پانچ منٹ میں دکھائی دے سکتا ہے۔ یا اس کا زاویہ اتنا ہو کہ وہ زمین کے ایسے افق سے اونچا ہو چکا ہو جو افق چاند اور ہماری راہ میں حائل رہتا ہے۔ اس سے جب اونچا ہو گا تو لازماً دیکھ سکتے ہو۔ پھر بادل ہوں تو الگ مسئلہ ہے، لیکن اگر بادل نہ ہوں تو لازماً نیگی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ تو پھر شہد منکم کا حکم صادق آگیا کیونکہ شہد میں ساری قوم کا دیکھنا تو فرض تھا ہی نہیں۔ کچھ بھی دیکھ سکتے ہوں لیکن اس طرح دیکھ سکتے ہوں جیسے انسان کی توفیق ہے کہ نیگی آنکھ سے دیکھ سکے وہ فتویٰ لازماً ساری قوم پر صادق آئے گا اور وہ لوگ جن کا افق ایک ہے وہ سائنسی ذرائع سے معلوم کر کے پہلے سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

تو اس لئے وہ جھگڑے کہ اب اکٹھی کیسے عید کی جائے یا اکٹھا رمضان کیسے شروع کیا جائے، یہ جھگڑے تو اس دور میں ختم ہو چکے ہیں اور اگر ہیں تو ان لوگوں نے پیدا کئے ہیں جو بے وجہ نا سمجھی سے اختلاف کرتے ہیں۔ پس یہ جو نظارے یہاں دکھائی دیتے ہیں کہ ایک ہی ملک میں ایک عید آج ہو رہی ہے، ایک کل ہو رہی ہے، ایک پرسوں ہوگی یہ قرآن کریم کے بیان کا ابہام ہرگز نہیں ہے۔ قرآن کریم کا بیان بینات میں سے صاف کھلا کھلا ہے۔ اگر اس پر چلیں تو یہ ناممکن ہے کہ یہ اختلاف ہوں یا نیگی آنکھ سے چاند نظر آئے گا یا آلات کے ذریعہ آئے گا اور دونوں ایک دوسرے پر بالکل چسپاں ہوں گے اور ان کے درمیان کوئی بھی اختلاف نہیں ہو گا۔ سائنسی فتویٰ بعینہ وہی ہو گا جن شرائط کے ساتھ میں بیان کر رہا ہوں جو نیگی آنکھ سے دیکھنے کا فتویٰ ہے۔ تو اس لئے یہ دور ایسا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے قائم کردہ قوانین کو خدا نے خود ہی بندوں کے لئے مسخ فرما رکھا ہے اور نئی نئی باتیں جو ہمارے علم میں آرہی ہیں ان کو خدمت دین میں استعمال کرنا چاہئے۔“

(الفضل انٹرنیشنل کیم تا 7 نومبر 2002ء صفحہ 7)

## سحری سے متعلقہ مسائل

حضورؐ فرماتے ہیں:

”ایک حدیث ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب بركة السحور من غیر ایجاب... حدیث نمبر: 1923)

یہ جو سحری کی برکت ہے یہ تو ہم نے روزمرہ گھروں میں اس طرح بھی مشاہدہ کی ہے کہ وہ بچے جو روزہ نہیں بھی رکھ سکتے وہ بھی سحری کے شوق میں اٹھ جاتے ہیں یعنی تہجد کے وقت اٹھتے ہیں حالانکہ روزمرہ اُن کے لئے نماز بھی فرض نہیں اور نماز کے لئے اٹھنا فرض نہیں ہے مگر سحری میں ایک ایسی برکت ہے کہ اس کا شوق پھیل جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بھی کہتے ہیں ہمیں سحری کے وقت ضرور جگانا اور ساتھ اگر کوئی سوٹیاں وغیرہ بھی ہوں کوئی میٹھی چیز ہو تو اور بھی خوش ہوتے ہیں۔ تو ان بچوں کی خاطر اپنی سحری میں کچھ اچھی میٹھی چیزیں بھی شامل کر لیا کریں تاکہ بچوں کو بچپن ہی سے عادت پڑ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ سحری کھایا کرو کہ سحری میں برکت ہے اس ہدایت کے بھی ہر پہلو پر عملدرآمد ہو۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

سحری کے وقت نوافل کی عادت ڈالی جائے؟

فرمایا:

”رمضان کے روزوں کے سلسلے میں... بچوں کو سحری کے وقت اٹھا کر کھانے سے پہلے کچھ نوافل پڑھنے کی عادت ڈالی جائے۔ قادیان میں یہی دستور تھا جو بہت ہی ضروری اور مفید تھا جسے اب بہت سے گھروں میں ترک کر دیا گیا ہے۔“

(الفضل 3/ اپریل 1991ء)

## افطاری کے مسائل

فرمایا:

”حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ روزہ کھولنے میں (یعنی غروبِ آفتاب کے بعد) جلدی کریں گے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصوم باب تعجیل الافطار، حدیث نمبر: 1957)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سورج ڈوب بھی جائے تو جب تک سورج کے بعد میں رہنے والی سرخی مکمل طور پر زائل نہ ہو جائے اور بعض لوگ کہتے ہیں جب تک وہ سفیدی میں تبدیل نہ ہو جائے، اس وقت تک روزہ نہیں کھولنا چاہئے۔ یہ شیعہ مسلک ہے اور ہو سکتا ہے بعض سنی بھی اس مسلک پر عمل پیرا ہوتے ہوں مگر پوری حد تک نہیں کچھ نہ کچھ ضرور ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی ارشادات کی روشنی میں روزے کو سختی نہیں فرمایا سہولت فرمایا ہے۔ پس جب سورج غروب ہو جائے تو جس وقت اس کا رم، اس کا کنارہ نظر سے نیچے اتر جائے وہ ڈوب چکا ہو اسی وقت روزہ کھول لینا چاہئے، ایک منٹ کی تاخیر بھی مناسب نہیں کیونکہ اللہ نے جو سہولت کا وقت مقرر فرمایا تھا اس سے انکار کرنا گویا کہ زبردستی اللہ تعالیٰ پر اپنی نیکی ٹھونسنے والی بات ہے۔ اللہ سے اس معاملہ میں کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جہاں اللہ نے سہولت دی، سہولت کو اختیار کر لو، جہاں خدا نے سہولت سے ہاتھ کھینچا وہیں اپنا ہاتھ بھی اس سہولت سے کھینچ لو۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

روزہ افطار کرنے کا صحیح وقت کیا ہے؟

فرمایا:

”سُنَّیوں میں بہت سے فرقے ایسے ہیں جن کا مسلک یہ ہے کہ غروبِ آفتاب کے بعد فوری طور پر افطار کرنا چاہئے دیر کرو گے تو تمہارا روزہ مکروہ ہو جائے گا اس سلسلے میں کچھ حدیثیں بیان کرتا ہوں۔ ایک حدیث قدسی ہے... یہ ترمذی ابواب الصوم میں درج ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے سب سے پیارے بندے وہ ہیں جو

افطاری کے وقت سب سے جلدی افطاری کرتے ہیں... دوسری حدیث بخاری کتاب الصوم سے لی گئی ہے سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ افطار کرنے میں جب تک لوگ جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک خیر و برکت بھلائی اور بہتری حاصل کرتے رہیں گے۔ پھر سنن ابی داؤد کتاب الصوم میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین اس وقت تک مضبوط رہے گا جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے کیونکہ یہودی اور عیسائی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرتے تھے۔ مسلم کتاب الصیام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دن چڑھ جائے اور رات آجائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کرو حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس سفر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا غروب آفتاب کے بعد حضور نے ایک شخص کو افطاری لانے کا ارشاد فرمایا اس شخص نے عرض کی کہ حضور ذرا تاریکی ہو لینے دیں آپ نے فرمایا کہ افطاری لاؤ۔ اس نے پھر عرض کی کہ حضور ابھی تو روشنی ہے۔ حضور نے فرمایا افطاری لاؤ وہ شخص افطاری لایا آپ نے روزہ افطار کرنے بعد اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب تم غروب آفتاب کے بعد مشرق کی جانب سے اندھیرا اٹھتے دیکھو تو افطار کر لیا کرو۔“

(مجلس عرفان۔ الفضل 13 / اپریل 2000ء)

سامعین! کسی بچے نے حضورؐ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور سے روزہ کیوں کھولتے تھے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور پسند تھی اور عربوں میں تو ویسے رواج زیادہ کھجور ہی کا تھا اور دوسرے یہ بات یاد رکھو کہ کھجور کے اندر غذائیت بڑی ہوتی ہے بہترین چیز ہے روزہ کھولنے کے لئے دودھ اور کھجور۔ ہم بھی اس سنت کو پورا کرنے کے لئے جب بھی روزہ کھولیں پہلے کھجور سے کھولتے ہیں۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 4 / فروری 2000ء صفحہ 3)

## افطار پارٹیوں کے انعقاد کے متعلق فکر انگیز ہدایت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارہ میں فرماتے ہیں۔

”افطاری کی دعوتوں سے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ افطاری ایک تو انسان بنا کر کسی دوسرے کے گھر بھجوا دیتا ہے تاکہ اُس دن دعائیں اُن کو بھی شامل کر لیا جائے۔ وہ دیکھیں کہ فلاں نے ہم سے اتنا پیار اور محبت کا سلوک کیا تو رمضان کی دعاؤں میں ایک یاد دہانی کا کام بھی دیتی ہے افطاری۔ مگر جب آپ افطاری کی دعوتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ بالکل برعکس نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ بجائے اِس کے کہ روزہ کھول کر انسان ذکرِ الہی میں مصروف ہو قرآن کریم کی تلاوت کرے جو تراویح پڑھتے ہیں وہ تراویح کے لئے تیار ہو کر جائیں اِس کی بجائے مجلسیں لگ جاتی ہیں جو بعض دفعہ اتنی لمبی چل جاتی ہیں کہ عبادتیں بھی ضائع ہونے لگتی ہیں اور اگر اُس دن کی عشاء کی نماز پڑھ بھی لیں وقت کے اوپر تو دوسرے دن کی تہجد کی نماز پر اثر پڑ جائے گا۔ رمضان کے مہینے میں یہ مشاغل کرنا اس قسم کے یہ میرے نزدیک رمضان کے مقاصد سے متصادم ہے، اس سے ٹکرانے والی بات ہے... مجالس وہی ہیں جو ذکرِ الہی کی مجلسیں ہیں اور افطاری کی مجلسوں کو میں نے کبھی بھی ذکرِ الہی کی مجلسوں میں تبدیل ہوتے نہیں دیکھا۔ پھر وہ سجاوٹ کی مجلسیں بن جاتی ہیں اچھے کپڑے پہن کر عورتیں بچے جاتے ہیں وہاں پھر خوب گپیں لگائی جاتی ہیں، کھانے کی تعریفیں ہوتی ہیں اور طرح طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسرے دن اپنی تہجد کو ضائع کر دیتے ہیں اور پھر بے ضرورت باتیں بہت ہوتی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 جنوری 1997ء)

## تراویح اور اُس کی رکعات کے متعلق مسائل

سامعین! حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے تراویح کے بارے میں تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”تراویح سے متعلق اور کتنی رکعتیں ہونی چاہئیں اس مسئلہ کو اب میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ آج کل یہاں اس مسجد میں بھی تراویح ہو رہی ہیں اور دوسری مساجد میں بھی ہو رہی ہیں۔ تراویح کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاری کی تھی ان کسانوں اور مزدوروں کی خاطر جو صبح نہیں اٹھ سکتے تھے تاکہ رات ہی کو وہ کچھ تراویح پڑھ کر اور تہجد میں شامل ہو جائیں لیکن یہ بات

درست نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تراویح کی کچھ صورتیں مروی ہیں اور ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اس سنت کا آغاز کیا پھر اس کو روک لیا۔ یہ وہ چند حدیثیں ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ نے اگلی رات بھی نماز پڑھی تو لوگ اور بھی زیادہ ہو گئے۔ پھر تیسری یا چوتھی رات بھی لوگ جمع ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف باہر تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا جو تم نے کیا اور مجھے تمہارے پاس (نماز کے لئے) آنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ مجھے یہ ڈر لگا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے۔“ (راوی کہتا ہے) یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب التحریض علی الصلاة فی اللیل... حدیث نمبر: 1129)

پس تراویح کا آغاز خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لیکن اس ڈر سے کہ کہیں اُمت پر بوجھ نہ بن جائے اسے روک دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب دیکھا کہ اسلام پھیل گیا ہے اور لوگ اپنی اپنی ٹولیوں میں مسجد کے مختلف کونوں میں تراویح پڑھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ کتنا اچھا ہے کہ ان سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جائے۔ تو اس طرح باقاعدہ باجماعت تراویح کا آغاز حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوا۔

تراویح کی رکعات کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ گواہی بہت اہم ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیامہ النبیؐ باللیل فی رمضان وغیرہ، حدیث نمبر: 1147)

اس میں آٹھ رکعت تراویح (یا تہجد) اور تین و تشر شامل ہیں۔ جماعت احمدیہ کا بھی یہی معمول ہے کہ ہم آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، لیکن اگر کوئی زیادہ پڑھنا چاہے تو اس پر کوئی پابندی نہیں کیونکہ یہ نفل عبادت ہے..... گیارہ رکعتیں ہم پر فرض ہیں ان معنوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدگی سے گیارہ ہی

رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور مولویوں نے جو بعض نے بیس اور بعض نے پچاس یا سو یا پانچ سو رکعتیں بنا دی ہیں اور عجیب و غریب روایتیں مشہور کر رکھی ہیں یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گیارہ کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ اس کی تفصیل کیا ہے میں آگے جا کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے اور پھر چار رکعت پھر تین و تروالی۔ اس سے شبہ پڑتا ہے کہ چار رکعتیں اکٹھی پڑھتے تھے اور پھر چار رکعتیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ یہ محض شبہ ہے یہ درست نہیں کیونکہ دوسری روایت سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ دو دو کر کے نوافل پڑھا کرتے تھے۔ اس چار سے میں یہ مفہوم سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے کہ پہلے دو دو کر کے چار نفل پڑھ کے تھوڑا سا وقفہ فرمالیتے ہوں پھر کھڑے ہو کر دو دو پڑھ کر چار نوافل پورے کرتے ہوں پھر تھوڑا سا وقفہ پھر دو رکعتیں پڑھ کر ایک رکعت زائد کر کے ساری نماز کو تریبنا دیتے تھے۔

مسلم کتاب الصلاۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے کہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے۔ (اس لئے وہ چار کا وہی مفہوم ہے جو میں نے پیش کیا ہے) اور پھر آخر میں ایک رکعت پڑھ کر ان کو تریبنا لیتے تھے۔“

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصہا، باب صلاۃ اللیل مشنی... حدیث نمبر: 1748)

.... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ: ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نصف شب کے قریب گھر سے مسجد تشریف لے گئے اور نوافل ادا کئے۔ کچھ اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو اس کا علم ہوا۔ اگلی رات پہلے سے زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے۔“

یعنی تراویح کا یہ پہلو کہ امام تہجد پڑھائے یہ پہلو ہے جو میں سمجھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی شروع ہوا ہے یعنی باجماعت تہجد پڑھنے کا رواج۔ سہولت کی خاطر حضرت عمرؓ نے مزدوروں وغیرہ کے لئے اس سے پہلے کر دیا، یہ الگ مسئلہ ہے لیکن باجماعت تہجد کا جہاں تک تعلق ہے اس کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی آغاز پائی۔ فرماتی ہیں نوافل ادا کئے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر بتائے اور بغیر تشہیر کے نماز مسجد میں جا کر ادا کرنی پسند فرمائی۔ ہو سکتا ہے اس خیال سے کہ گھر والوں کو

اتنی جلدی نماز کے لئے اٹھنے کی حاجت نہیں جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھنے کی حاجت محسوس ہوتی تھی۔

”کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، وہ شامل ہو گئے اس میں۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو اس کا علم ہوا۔ اگلی رات پہلے سے زیادہ لوگ اٹھے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نوافل ادا کئے۔“

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا امام بنا لیا اور باوجود اس کے کہ کوئی تکبیر نہیں تھی مگر عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور آپ کے پیچھے پیچھے ساتھ ساتھ وہ نوافل پڑھ رہے تھے۔

”چرچا ہونے پر تیسری رات مسجد میں بہت زیادہ لوگ اٹھے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ (واقعہ اب امام بن کر، بکثرت لوگ اٹھے ہو چکے تھے

ان کو نماز پڑھائی) چوتھی رات اتنے نمازی ہو گئے کہ مسجد میں سما ہی نہیں رہے تھے (اور بہت بڑی مسجد تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، گلیاں بھی بھر رہی تھیں نمازیوں سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر ہی نہیں نکلے۔ فجر پہ تشریف لائے۔ وہ لوگ ساری رات انتظار کرتے رہے یا اپنی عبادت کرتے رہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلے اور نماز ادا کرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تشہد کے بعد فرمایا مجھ پر آج رات تمہاری حالت مخفی نہ تھی۔ میں جانتا تھا کہ کس محبت اور شوق سے تم میرے پیچھے باجماعت نوافل ادا کرنے کے لئے اٹھے ہوئے ہو لیکن میں ڈرتا تھا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر میں نے تو اتر سے اس طرح نفلی نمازوں میں تمہاری امامت کروائی تو بعید نہیں تھا کہ پھر اللہ تعالیٰ اسی صورت کو فرض فرمادیتا اور جب یہ فرض ہو جاتی تو تم اس سے عاجز آجاتے۔“

پھر سمجھ آتی کہ دور دور سے اس طرح مسجد میں آنا اور باقاعدہ باجماعت تہجد پڑھنا یہ تم نبھا نہیں سکتے تھے۔ تو میری اس بات پر نظر تھی کہ تمہیں ایسی عادتیں ڈالوں جن کو تم عمر بھر نبھا سکو اور وقتی طور پر تھوڑی سی محنت کر کے پھر تھک نہ جاؤ۔ کہتے ہیں:

”پھر یہی طریق جاری رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔“

(صحیح البخاری، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، حدیث نمبر: 2012)

(خطبہ جمعہ 25/1 دسمبر 1998ء)

روزہ نہ رکھنے والے تراویح پڑھ سکتے ہیں تو ضرور پڑھیں

فرمایا:

”جن کو خدا تعالیٰ نے روزہ رکھنے سے مستثنیٰ قرار دے دیا ان کو دوسری عبادتوں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ تراویح کی کیا بحث ہوئی۔ پہلے تو نماز کی بحث اٹھے گی۔ عبادتیں کر سکتے ہیں کہ نہیں۔ قرآن کی تلاوت کر سکتے ہیں کہ نہیں زکوٰۃ دے سکتے ہیں کہ نہیں اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہر شخص اگر کسی پہلو میں کمزور ہے تو دیگر فرائض اُس سے جھڑ نہیں جاتے۔ ہر ایسا شخص جس میں کوئی کمزوری پائی جاتی ہے اگر وہ بعض دوسرے فرائض سرانجام دیتا ہے تو اس کے لئے بہتر ہے وہ پکڑ کے نیچے تو آجاتا ہے لیکن یہ کہنا کہ وہ باقی فرائض سے بھی آزاد ہو گیا کیونکہ ایک کمزوری پائی جاتی ہے بالکل غلط اور بے معنی بات ہے مگر یہ فرائض کی بحث کو چھوڑ کر نوافل کی بحث سے گزر کر تراویح میں جا بیٹھے ہیں اور تراویح بھی نوافل کی وہ قسم ہے جو ثانوی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ آپ تہجد کے وقت نوافل پڑھا کرتے تھے.... حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد تم نوافل پڑھ لیا کرو اور باقاعدہ جماعت کے ذریعہ وہ نوافل ادا ہونے لگے۔ ان کو تراویح کہا جاتا ہے اور اس کے آخر پر وتر پڑھے جاتے تھے وجہ یہ تھی کہ ظاہر تھا کہ جو صبح نہیں اٹھ سکتا وہی تراویح پڑھے گا اور جو صبح اٹھ ہی نہیں سکتا اس نے بعد میں پھر کون سے نفل پڑھنے ہیں اس لئے ایک اور سوال بھی اٹھا ہوا ہے وہ بھی ساتھ ہی جواب میں دے دیتا ہوں کہ تراویح کے بعد نفل پڑھے جائیں یا نہیں تراویح تو نفل کی ثانوی شکل کا نام ہے اول نفل کی صورت وہی ہے کہ تہجد پڑھ کر رات کو اٹھ کر نوافل ادا کیا کر یہ حکم ہے۔ اول نمبر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی کے پابند رہے ہیں اگر ایک آدمی کسی نیکی سے جاتا ہے تو جس طرح آب کے بعد تیمم آجاتا ہے اس طرح حضرت عمرؓ نے تراویح کو تیمم کے طور پر جاری فرمایا۔ مگر یہ شرط ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور قرآن کی ہدایت کے مطابق تہجد پڑھا کرے اسکے علاوہ بے شک نوافل ادا کرے جس شخص سے رمضان کے تہجد کی ادائیگی بھی ممکن نہ ہو اگر وہ اس مجبوری کے پیش نظر رات کو تہجد کے متبادل نفل پڑھ لے تو یہ گناہ نہیں ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد وتر ہوں گے اور جب وتر ہو گئے تو وہ نوافل اپنی تکمیل کو

پہنچے اور اس کے بعد پھر کسی نفل کا اس لئے سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اس نے وہ تراویح پڑھی اس غرض کے لئے تھی کہ مجبوری ہے کہ صبح اٹھ نہیں سکتا اگر آنکھ کھل جائے تو اٹھ کھڑا ہو بعض دفعہ ڈراؤنی خواب آجاتی ہے تہجد کی عادت نہ بھی ہو تو بے چارے ساری رات کانپتے رہتے ہیں تو ان لوگوں کے لئے میں نے کہا تھا کہ منع نہیں ہے اگر رات کو آنکھ کھلی ہے اور دل چاہتا ہے خدا کی عبادت کرنے کو تو کوئی نہیں روک سکتا اس لئے بے شک پڑھے مگر جو احسن طریق ہے جو مسنون طریق واضح اور اول ہے وہ میں نے کھول کر بیان کر دیا ہے۔“

(مجلس عرفان۔ الفضل 18 / اکتوبر 2002ء صفحہ 4)

سامعین! کسی نے حضورؐ سے سوال کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ہم مسجد میں نماز تراویح پڑھتے ہیں اس کے بعد وتر باجماعت پڑھتے ہیں کیا ہمیں تہجد کی نماز کے بعد بھی وتر ادا کرنے چاہئیں؟

فرمایا:

”اگر تہجد کی نماز پڑھو تو تراویح کی کوئی ضرورت نہیں ہے تہجد بھی پڑھو اور وتر اس کے بعد خود پڑھو۔ تراویح تو محض ایک مجبوری ہے محض ان لوگوں کے لئے جن کی تہجد پہ آنکھ نہ کھل سکے۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 21 / اپریل 2000ء صفحہ 4)

نفلی روزے رکھنے کے لئے تراویح پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

فرمایا:

”تراویح تو تہجد کا بدل بنا ہوا ہے اور باجماعت نفلی روزے تو نہیں رکھا کرتے۔ تراویح تو باجماعت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا تو سوال ہی نہیں۔ نفل پڑھو۔ نفلی روزے رکھو تو رات کو تہجد کے وقت نوافل پڑھو۔“

(لجنہ سے ملاقات۔ الفضل 7 جولائی 2000ء صفحہ 4)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)



﴿مشاہدات-1113﴾

﴿27﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ- أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۚ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۗ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ- (البقرہ: 184-185)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفل نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روزہ دار کے لیے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اے اُس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اُس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

(حدیقتہ الصالحین حدیث 268)

کیا ادا ہے مرے خالق، مرے مالک، مرے گھر

چھپ کے چوروں کی طرح رات کو آنے والے

سامعین کرام آپس! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

مریض اور مسافر کا روزہ

آیت آیَا مَا مَعْدُ وُذِتْ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامِ مِسْكِينٍ ۚ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۗ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185) یعنی گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہیے وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کے تو یہ اس کے لیے بھی اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ کے تفسیری نوٹ میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ:

”اس آیت میں يُطِيقُونَهُ کے دو معنی ہیں: ایک وہ جو طاقت رکھتے ہیں اور ایک وہ جو طاقت نہیں رکھتے کیونکہ اس لفظ سلبی اور ایجابی دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو وقتی مجبوری یا بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں مگر ویسے روزہ کی طاقت رکھتے ہوں ان کو فدیہ دینا چاہیے البتہ انہیں چھٹے ہوئے روزے بعد میں رکھنے ہوں گے۔ دوسرے وہ جو طاقت ہی نہیں رکھتے ان کے لیے فدیہ ہو گا اور بعد میں روزے نہیں رکھنے ہوں گے۔“

(قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ 47)

کتنے میل کا سفر ہو تو روزہ رکھا جاسکتا ہے؟

فرمایا:

”سفر کے متعلق میں پہلے بھی بار بار بیان کر چکا ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سفر اختیار فرمائے ہیں ان کے متعلق قطعی طور پر ہمیں میلوں کا حساب نہیں ملتا۔ لیکن لفظ سفر قرآن کریم نے رکھا ہے اس کی فاصلے میں تعین نہیں کی اُس میں بہت بڑی حکمت ہے اور وہ حکمت یہ ہے کہ زمانے کے بدلنے سے سفر کی تعریف بھی بدلتی جاتی ہے۔ ایک سفر وہ تھا جو اُس زمانے میں کیا جاتا تھا۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ ایک منزل بارہ میل سے لے کر بیس میل تک ہوتی تھی۔ تو اس خیال سے بعض علماء نے 12 سے 20 میل

کے درمیان کا فاصلہ سفر کا فاصلہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں اور اب تو خاص طور پر میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ایک شہر میں ہی ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک سو میل کے قریب بن جاتا ہے۔ میں جب اٹھہتر (1978ء) میں امریکہ گیا تھا تو شکاگو میں ایک ایسے گھر میں ٹھہرے ہم جہاں وہ ایک کنارے پر واقع تھا۔ دوپہر کو ہمارا کھانا کہیں تھا وہاں تک کا فاصلہ ستر (70) میل کے قریب تھا یا کچھ زائد اور پھر رات کا کھانا کہیں اور تھا وہاں بھی ستر اسی میل کا فاصلہ طے کر کے پہنچے جو کم و بیش اتنا ہی ہے جیسے ربوہ سے شیخوپورہ چلے جائیں یا لاہور کے کنارے تک پہنچ جائیں اور وہ سفر نہیں تھا ہمارا دل بتاتا تھا۔ سب جانتے تھے کہ ہمارا یہ سفر نہیں Trip ہے شہر کے اندر اتنے بڑے بڑے فاصلے ہوتے ہیں لیکن اگر انسان سفر پر نکلے اور ارادہ سفر کا ہو تو اس سے بہت کم فاصلے بھی سفر بن سکتے ہیں۔ انسانی مزاج بتاتا ہے اُس کی نیت کا دخل ہوتا ہے کہ ہم سفر پر چل رہے ہیں کہ نہیں اس لئے میلوں میں سفر ناپنا درست ہے نہ کوئی قطعی سند ایسی ملے گی کہ اتنے میل پر سفر شروع ہوتا ہے جب آپ گھر سے بے گھر ہوتے ہیں اور کچھ عرصے کے لئے یہ ارادہ کر کے نکلتے ہیں کہ ہم اب باہر رہیں گے تو سفر شروع ہو جاتا ہے سفر شروع ہونے کے بعد پھر یہ بحث نہیں رہتی کہ تھوڑا سفر کیا ہے یا زیادہ کیا ہے اگر آپ سفر کی نیت سے نکلتے ہیں تو تھوڑا سا سفر کرنے پر بھی آپ کا سفر شروع ہے اور یہی حال وہاں ہی کا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق روایت ملتی ہے کہ جب آپ سفر سے واپس آیا کرتے تھے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے جو نماز پڑھتے تھے وہ قصر کرتے تھے حالانکہ شہر ہو سکتا ہے کوس دو کوس کے فاصلے پر رہ گیا ہو تو یہ سارے معاملات نیتوں سے تعلق رکھتے ہیں اس ضمن میں ایک بحث جو اٹھائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اب ہمارے سفر خواہ کتنے بھی لمبے ہوں وہ آرام دہ ہو گئے ہیں اس لئے سفر کی جو سہولتیں قرآن کریم نے دی ہیں ان سے استفادہ جائز نہیں یہ بات بھی غلط ہے اور انسانی فطرت کے خلاف ہے اور قرآن کریم کا جو مرتبہ ہے اس کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں یہ بات پیدا ہوتی ہے قرآن کریم میں جب اللہ تعالیٰ سفر کی سہولت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ہر زمانے میں سفر کس کس کیفیت سے گزریں گے اور آسان ہوں گے یا مشکل ہوں گے یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں پھر ہر سفر اُس زمانے میں بھی تو ایک جیسا نہیں تھا کچھ خواتین اونٹوں پہ ہودج میں بیٹھ کر سفر کرتی تھیں کچھ کو کہاڑا اٹھا کر پھر کرتے تھے کچھ پیدل چلنے والے تھے کچھ سوار تھے گرمیوں

کے سفر تھے سردیوں کے سفر تھے مختلف سفروں کی کیفیات اُس زمانے میں بھی ادلتی بدلتی تھیں تو اس زمانے میں اگر سفر کی کیفیات بدلی ہیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ انسانی مزاج بھی تو بہت بدل چکے ہیں اس زمانے میں ایسی بھی شہادت ملتی ہے کہ ہمایوں نے ایک سو میل کی منزل گھڑ سواری کے ساتھ کی ہے جب اس کی منہ بولی بہن کی طرف سے فریاد آئی تھی کوئی خطرہ لاحق ہوا تھا تو اس نے سو میل کی منزل ماری تھی پس وہ بھی لوگ تھے جو ایسے کڑے بدن کے تھے کہ سو سو میل کی منزلیں گھوڑے پر طے کرتے تھے آج حال یہ ہے کہ دس بارہ میل گھوڑے پر جو سفر کر لے تو جوڑ جوڑ دکھنے لگتا ہے تو اس لئے مزاج بھی تو بدلے ہیں اب دیکھ لیجئے سفر خواہ کتنے ہی آسان ہو گئے ہوں جو شخص چھ گھنٹے میں جیٹ (Jet) میں بیٹھ کر لندن سے امریکہ پہنچتا ہے وہاں پہنچتے پہنچتے اس کا تھکاؤ سے یہ حال ہو جاتا ہے کہ باقاعدہ اس کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ تم فوری طور پر اپنی کسی اہم میٹنگ میں نہ جاؤ اور ڈرائیونگ خود نہ کرو Jet Lag ہو گیا ہے۔ تو زمانہ بدلا ہے تو ساری کیفیات بدلی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ سفر ہے وہاں سفر کی سہولتیں ضروری ہوتی ہیں گھر کی اور بات ہے سفر کی اور بات ہے وہ پنجابی میں کہتے ہیں

”جیرے عیش چو بارے نہ بلج نہ بخارے“

جب انسان گھر سے نکلتا ہے تو مسافر بن جاتا ہے اور بے آرامی شروع ہو جاتی ہے۔“

(مجلس عرفان۔ الفضل 20 اپریل 2002ء صفحہ 3)

ناروے جہاں تین مہینے کا دن اور تین مہینے کی رات ہوتی ہے۔ تو وہاں روزے کی کیا صورت ہے؟

فرمایا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرمادیا تھا۔ Arctic سرکل کے اوپر جو عین نقطہ ہے۔ اس پہ چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ یہ ذکر فرمایا کہ آئندہ دنیا میں دن چھ مہینے کے اور چھ مہینے کی رات بھی ہو کرے گی۔ دجال کے زمانے میں۔ اب اُس زمانے میں کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ دجال کے زمانے میں یعنی آج کل اُس کا پتہ لگنا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے Arctic سرکل کس کو پتہ تھا کچھ بھی نہیں پتہ تھا۔ عربوں بے چاروں کو تو وہم بھی نہیں آتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کہا تو صحابہ میں سے ایک نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا ہم چھ مہینے کا

روزہ رکھیں گے اور نمازیں چھ مہینے میں صرف پانچ ہوا کریں گی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عام دنوں کے مطابق اندازہ کیا کرو۔ جو بیس گھنٹے کا نارمل دن ہوتا ہے اس میں پانچ نمازیں ہوتی ہیں اور چوبیس گھنٹے کے دن میں آدھا دن روزے کا ہوا کرتا ہے تو اس حساب سے بارہ گھنٹے کا روزہ رکھ لیا کرنا اور پورے چوبیس گھنٹے کے اندر پانچ نمازیں پڑھا کرنا۔ دیکھو کتنا پر حکمت جو اب ہے۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 29 جولائی 2000ء صفحہ 4)

سامعین! ایک لجنہ بہن نے سوال کیا کہ بعض بیمار اور غریب نہ روزے رکھ سکتے اور نہ ہی فدیہ دے سکتے ہوں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے؟

فرمایا:

”ان کے لئے حکم ہے کہ وہ چپ کر کے جو ملتا ہے کھایا کریں قرآن کریم میں کوئی سختی نہیں ہے۔ بہت نرمی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس معاملے میں بہت نرمی فرمایا کرتے تھے۔ ایک آدمی آنحضرتؐ کے پاس آیا کہ میں نے کچھ قصور کیا ہے جو بھی اس کا فدیہ دینا ہے اُس کے بدلے کچھ صدقہ دینا ہے تو میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے کیا کروں تو عجب اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اسی وقت رسول اللہ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا تحفہ آگیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ لے لو اور جا کے صدقہ دے دو۔ تو اُس نے کہا کہ کس کو دوں یہاں مجھ سے زیادہ تو کوئی غریب ہے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا خود ہی کھا لو۔ یہ کتنا پیارا مذہب ہے کتنا آسان ہے کہ جو مجبور ہے وہ مجبور ہے بیچارہ اللہ تعالیٰ اس کی غریب کے دل کی خواہش کو قبول کرے گا۔“

(لجنہ سے ملاقات۔ الفضل 25 نومبر 2000ء صفحہ 4)

بچے روزے کیوں نہیں رکھ سکتے؟

فرمایا:

”بچے رکھ سکتے ہیں۔ چھوٹے بچے ہوں تو وہ چڑی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ تھوڑا سا روزہ۔ کئی بچے ہوتے ہیں جو دو دفعہ روزہ رکھتے ہیں ایک دفعہ دوپہر کے کھانے تک اور ایک دفعہ شام کو جب روزہ ٹوٹتا ہے۔ پھر کئی تین دفعہ رکھ لیتے ہیں۔ تو بچوں کو سکھانے کی خاطر اس چھوٹے سے روزے کو چڑی روزہ کہتے ہیں۔ تاکہ ان کو

عادت پڑے اور جب پورا روزہ رکھنے کے قابل ہو جائیں تو بالغ نہ بھی ہوں تو رکھ سکتے ہیں اور بہت سے ایسے بچے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ رکھتے ہیں۔ ہم بھی رکھا کرتے تھے۔ تو اس سے روزہ رکھنے کی پریکٹس ہو جایا کرتی ہے۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 9/ اپریل 2001ء صفحہ 5)

کسی بچے نے حضورؐ سے پوچھا کہ رمضان میں کس عمر سے روزے رکھنے چاہئیں؟

حضور انور نے دریافت فرمایا: تمہاری عمر کتنی ہے؟ بچے نے عرض کیا۔ گیارہ سال۔ حضور نے فرمایا: کبھی روزہ رکھا ہے؟ بچے نے عرض کیا۔ جی۔ فرمایا کتنے! بچے نے جواب دیا (14) چودہ حضور نے فرمایا: کس عمر سے رکھنے شروع کئے ہیں؟ بچے نے جواباً عرض کیا (9) نو سال سے۔

فرمایا ”ٹھیک ہے پھر۔ بڑی اچھی عمر ہے۔ اور جوان ہوتے ہوتے پھر پوری طرح پورے روزوں کی پریکٹس ہو جائے بعض بچے آدھا آدھا رکھتے ہیں ان کو سکھانے کے لئے مائیں کہتی ہیں تمہارا آدھا روزہ ہے سحری کے وقت اٹھتے ہیں پھر بارہ بجے روزہ کھول لیتے ہیں۔ پھر شام کو کھولتے ہیں۔ تم تو پورے روزے رکھ چکے ہو چودہ۔ شاباش۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 23/ فروری 2000ء صفحہ 3)

بھول چوک اور پچھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

فرمایا:

”صحیح بخاری کتاب الصوم میں سے یہ حدیث لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر کوئی بھول کے کھائے پئے تو چاہئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ نے ہی اسے کھلایا اور پلایا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصائم اذا اكل او شرب ناسياً، حدیث نمبر: 1933)

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب بھول کر کھاتا ہے تو روزہ ٹوٹتا نہیں ہے اس لئے اس وہم میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ ”روزہ پورا کرے“ وہ روزہ ہرگز نہیں ٹوٹا کیونکہ یہ بھول چوک بھی اللہ تعالیٰ نے بندے کے

ساتھ لگائی ہوئی ہے اور روزمرہ چونکہ کھانے کی عادت ہوتی ہے اس لئے بعض لوگ بھول جاتے ہیں تو کسی تردد کی ضرورت نہیں، خدا نے آسانی پیدا فرمائی ہے، مشکل نہیں پیدا فرمائی لیکن اس میں ایک احتیاط ضروری ہے۔ اگر کوئی انسان کلی وغیرہ کرنے میں بے احتیاطی سے کام لے، نہاتے وقت بھی انسان بار بار منہ میں پانی ڈالتا ہے تو ایسی صورت میں اس کی بے احتیاطی کے نتیجہ میں بعض دفعہ پانی گلے سے نیچے اتر جاتا ہے۔ اس صورت میں روزہ برقرار رکھنا ہوگا مگر روزہ ٹوٹ بھی جاتا ہے یعنی یہ روزہ ایک فاقہ کے طور پر روزہ کھلنے کے وقت تک برقرار رکھنا ضروری ہے مگر روزوں میں شمار نہیں ہوگا، اس روزہ کی عدت پھر پوری کرنی ہے۔ جو مدت مقرر فرمائی گئی ہے کہ تیس روزے رکھو یا انتیس کارمضان ہو تو انتیس رکھو یہ مدت بعد میں پوری کرنی ہوگی۔ تو یہ دو الگ الگ مسئلے ہیں۔ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹا اور مدت کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں مگر بے احتیاطیاں کرنے کے نتیجہ میں جب پانی پیٹ میں چلا جائے یا کچھ کھانے کی چیز چلی جائے تو ایسی صورت میں وہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

چکھنے کا مسئلہ اس کے علاوہ ہے۔ چکھنے کے نتیجہ میں روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک انسان وہ نگل نہ لے۔ تو روزہ نگلنے سے ٹوٹتا ہے جو باہر سے چیز آئے اور نگل لے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے منہ کو ایک قسم کی ڈیوڑھی بنایا ہے وہ چیز جو اندر سے اوپر نکلتی ہے اور ساتھ ہی واپس چلی جائے وہ اگرچہ گلے کے مقام سے کچھ آگے بڑھ گئی تھی لیکن پھر واپس چلی گئی اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ تھوک جو اندر سے ہی پیدا ہوتا ہے یہ ہر وقت انسان نگلتا ہی رہتا ہے تو اگرچہ تھوک منہ میں پیدا ہو لیکن اس ڈیوڑھی سے، حلق کے اس مقام سے گزر کر نیچے اتر گیا جس سے نیچے اترنا منع فرمایا گیا ہے یعنی کھانے کا نیچے اترنا منع فرمایا گیا ہے تو یہ بھی ایک کھانے پینے کی چیز ہے جو انسانی لعاب میں بھی تو بہت سی چیزیں موجود ہیں اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پانی سے زیادہ قوی ہے لعاب۔ پانی کے قطرہ سے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اگر اسے انسان نگل لے لیکن لعاب سے نہیں ٹوٹتا۔ تو یہ چیزیں احتیاط کے تقاضے ہیں جو آپ کو پیش نظر رکھنے چاہئیں اور ہر وقت تھوکتے نہ رہیں... تھوک کا نگلنا ہی سنت ہے اور پانی کا نہ نگلنا سنت ہے۔“

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر 1998ء)

### رمضان کی راتوں میں جماع

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے رمضان میں میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں سورۃ البقرہ کی آیت 188 کے تفسیری نوٹ میں فرمایا:

”كُنْتُمْ تَخْتَاوْنَ أَنْفُسَكُمْ سے مراد یہ ہے کہ صحابہ عموماً رمضان کی راتوں میں ازدواجی تعلقات سے بھی پرہیز کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں ان تعلقات کی اجازت دی گئی ہے۔ دوسری آیت میں صرف اعتکاف کے دوران ازدواجی تعلقات کی منافی آتی ہے۔“

(قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ 48)

### لیلیۃ القدر

کسی لجنہ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ سورۃ القدر میں لکھا ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ساری زندگی سے بہتر ہے اسی رات کے اندر انسان خدا کے ساتھ ایک خاص تجربہ کرتا ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ لیلیۃ القدر رمضان کے دس مقررہ دنوں سے ہٹ کر بھی مل سکتی ہے یا رمضان سے ہٹ کر بھی مل سکتی ہے؟

فرمایا:

”لیلیۃ القدر زیادہ تر رمضان سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ رمضان کے آخری دنوں میں عبادت کی تلقین کرنے کے لئے کوئی ایک دن مقرر نہیں فرمایا بلکہ ہر طاق رات جو آخری عشرے میں آتی ہے اس میں کوشش کرو تو لیلیۃ القدر مل سکتی ہے۔ خاص وہ عبادت کے دن ہوتے ہیں لوگ خاص زور مار رہے ہوتے ہیں لیکن بعض لوگوں کو جو توبہ کا دن نصیب ہو جائے چاہے کسی وقت ہو کسی بھی عمر میں ہو سچی توبہ کا دن نصیب ہو جائے تو اس کی لیلیۃ القدر اسی وقت آگئی ہے۔ یہ فرمایا ہے کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ اوسط عمر زیادہ سے زیادہ جو صحت مند ممالک میں ان کی بھی اسی سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی اس سال کچھ مہینے تو ساری عمر اگر آدمی اس ایک رات کو نہ پائے تو وہ اس کی ساری عمر بے کار ہو جائے گی اور اگر وہ پالے تو جب بھی پالے تو اس کی وہ ایک رات جو ہے خدا نے اس کے گناہ معاف کر دیئے صاف کر دیئے تو اس کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔“ (جرمن خواتین سے ملاقات۔ الفضل 10/ جون 2002ء صفحہ 4)

ایک لجنہ بہن نے سوال کیا کہ کیا اعتکاف دس دن سے کم بیٹھنے کی اجازت ہے؟  
فرمایا:

”نہیں۔ جو عورت ایسی حالت میں ہو کہ اس کو پورے دس دن کی توفیق نہ ملے۔ تو اس کو بیٹھنا ہی نہیں چاہیے۔ گھر میں تبر کا بیٹھ جائیں اصل اعتکاف تو مسجد میں ہوتا ہے۔“

(لجنہ سے ملاقات۔ روزنامہ الفضل 8/ مئی 2000ء صفحہ 3)

ایک صاحب نے سوال کیا کہ جو روزہ نہیں رکھ سکتے کیا وہ تراویح بھی نہیں پڑھ سکتے۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ

”اس کا اصولی جواب تو یہ ہے کہ جن کو خدا تعالیٰ نے روزہ سے مستثنیٰ رکھا ہے ان کو دوسری عبادتوں سے تو مستثنیٰ نہیں رکھا۔ وہ نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً پڑھ سکتے ہیں۔“

حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر ایک شخص اپنے بعض فرائض میں کمزور ہو تو دوسرے فرائض جھڑ تو نہیں جاتے۔“

(ملاقات 22/ مارچ 1994ء۔ روزنامہ الفضل 13/ نومبر 1999ء)

عید کے متعلق حضورؐ سے مختلف سوالات کیے گئے جن کے جوابات آپ نے ارشاد فرمائے۔

عیدیں علیحدہ علیحدہ دنوں میں کیوں مناتے ہیں؟

فرمایا:

”ہر جگہ عید کی علامتیں الگ الگ ظاہر ہوتی ہیں۔ کسی جگہ افق پہ چاند نظر آگیا۔ کسی پہ نہ آیا۔ اب زمین تو گھوم رہی ہے اور چاند بھی مختلف وقتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ افق بدل جاتے ہیں اس لئے جب قرآن کریم پر غور کریں تو وہاں چاند دیکھنے ذکر ملتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کرتے تھے۔ کسی نے چاند دیکھا؟ اگر چاند نظر آگیا ہو تو پھر عید کر لیا کرتے تھے۔ جہاں نظر نہیں آتا تھا وہاں انتظار کرتے تھے۔ اصول یہ ہے کہ تیس روزے تک چاند کا انتظار کر سکتے ہو۔ اس کے بعد اکتیسویں دن ضروری ہے عید۔ لیکن اگر چاند اکتیسویں روزے میں نظر آجائے تو پھر اکتیس روزے ہو جائیں گے۔ تیسویں دن عید ہو جائے گی۔ چاند پر انحصار ہے۔“

(اطفال سے ملاقات الفضل 9/ اپریل 2001ء صفحہ 6)

کسی بچے نے پوچھا کہ جس دن عید کی نماز تھی اس دن میرے سکول میں امتحان تھے اس وجہ سے میری عید کی نماز چھوٹ گئی کیا میں عید کی نماز بعد میں پڑھ سکتا ہوں؟

فرمایا:

”نہیں آپ کو کوئی گناہ نہیں ہو گا یہ مجبوری ہے۔ بچوں کو ایسا ہو جاتا ہے۔ ایک غیر ملک میں رہ رہے ہیں۔ جہاں مذہب دین حق نہیں ہے۔ اس لیے وہاں ایسی باتیں ہو جاتی ہیں۔ چھوٹے بچوں پر ویسے بھی عید کی نماز فرض نہیں ہے۔ آپ کی عمر تو ابھی چھوٹی ہے۔“

(اطفال سے ملاقات الفضل 29/ جنوری 2001ء صفحہ 3)

عید کی نماز عورت پر فرض ہے

فرمایا:

”جہاں تک عام دنوں میں عام عبادتوں کی شمولیت کا تعلق ہے، میں بیان کر چکا ہوں کہ اس میں فرضیت نہیں ہے۔ لیکن فقہاء یہ بیان کرتے ہیں کہ عید کی نماز عورت کے لیے بھی فرض ہے اس میں اُس نے ضرور شامل ہونا ہے۔ شاید اس لیے کہ عید میں بچے بھی تیار ہو کر ساتھ چلتے ہیں۔ اور بلکہ بچوں کو اچھے کپڑے پہننے کی وجہ سے زیادہ شوق ہوتا ہے باہر نکلنے کا۔ تو ماؤں پر فرض کر دیا کہ بچوں کو اکیلانہ چھوڑیں ساتھ لے کر نکلیں صرف ایک ہی نماز ہے جو ان پر فرض ہے اور وہ عید کی نماز ہے۔“

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1988ء صفحہ 5)

عید کے روز سنت کے مطابق جانے کا راستہ اور واپسی کا راستہ مختلف ہونا چاہیے کیا دوسرے سفروں میں بھی یہ طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے؟

فرمایا:

”صرف عید کے متعلق ہے کہ دعائیں پڑھتے جاتے ہیں اس لیے وہ جس رستے پر جاتے ہیں وہ رستہ باہر کت ہو جاتا ہے۔ واپسی کے سفر پر دوسرے رستے سے دعائیں کرتے آتے ہیں اچھا لگتا ہے۔“

(لجنہ سے ملاقات الفضل 25/ نومبر 2000ء صفحہ 4)

شوال کے چھ روزے کب رکھے جائیں؟

فرمایا:

”ان کے دن مقرر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے بعد وہ روزے شروع کر دیتے تھے اور چھ روزے رکھا کرتے تھے۔ اس لئے وہی دن ٹھیک ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 21/ اپریل 2000ء صفحہ 3)

شوال کے چھ نفلی روزوں کی کیا اہمیت ہے اور یہ کیسے شروع ہوئے؟

فرمایا:

”عید کے بعد جو نفلی روزے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کئے تھے اور جن لوگوں کو توفیق رکھنے کی ہو ان کو رکھنے چاہئیں اس سے ان کی ایک قسم کی وصیت ادا ہو جاتی ہے کیونکہ 30 روزے میں 6 اور ڈال تو چھتیس بن گئے اور سال کے 360 دن اور 36 روزے یہ ان کی گویا وصیت ہو گئی تو بدن کی بھی وصیت ہو جاتی ہے۔ اس پہلو سے جو رکھ سکتے ہیں جن کو توفیق ہے وہ رکھیں شوق سے بعضوں کو رمضان میں ہی مشکل ہوتی ہے اور ان کے لئے زائد روزے رکھنا طبیعت کے لحاظ سے یا بیماری کے لحاظ سے آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کو اجازت ہے وہ پیشک نہ رکھیں۔“

(لجنہ سے ملاقات۔ الفضل 8/ مئی 2000ء صفحہ 5)

اللہ تعالیٰ ہمیں مقبول عبادات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)



﴿مشاہدات۔ 1114﴾

﴿28﴾

**ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات**  
 (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات و ارشادات کی روشنی میں)  
 (تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: 184)  
 اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں  
 پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اُس کے اپنے لیے ہیں مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اُس کی  
 جزا بنوں گا یعنی اُس کی نیکی کے بدلہ میں اُسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔

(حدیقتہ الصالحین حدیث 268 صفحہ 311)

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف  
 جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا  
 چشمہٴ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں  
 ہر ستارے میں تماشا ہے تری چکار کا

سامعین کرام! اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات  
 کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

## رمضان اور تقویٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ایک اور رمضان کا ہماری زندگیوں میں آنا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ رمضان اس لئے آتا ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے ہی قائم کیا ہے ہم پر بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے کہ ہم ہر وقت اپنی حالتوں کے جائزے لیتے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ خاص فضل کے دن رکھے ہوئے ہیں ان میں اپنے اندر ایسی تبدیلیاں پیدا کریں اور اپنے تقویٰ کے معیاروں کو ایسا بڑھانے کی کوشش کریں جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے اور پھر رمضان تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جون 2017ء)

## روزہ اور تقویٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رمضان کے اصل مقصد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

”پس رمضان میں جب ہم تقویٰ کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہیں یا کوشش کرنے والے ہوں گے تو اپنی عبادتوں کی طرف توجہ ہوگی۔ اگر ہم تقویٰ پر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے روزے رکھیں گے تو بُرائیوں سے بچنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ اگر ہم بُرائیوں سے نہیں بچ رہے چاہے وہ بُرائیاں ہماری ذات پر اثر کرنے والی ہیں یا دوسروں کو تکلیف میں ڈالنے والی۔ ان کو چھوڑنے سے ہی روزے کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اگر ان کو نہیں چھوڑ رہے تو روزے کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور یہی تقویٰ ہے۔ اگر روزے رکھ کر بھی ہم میں تکبر ہے، اپنے کاموں اور اپنی باتوں پر بے جا فخر ہے، خود پسندی کی عادت ہے، لوگوں سے تعریف کروانے کی خواہش ہے، اپنے ماتحتوں سے خوشامد کروانے کو ہم پسند کرتے ہیں جس نے تعریف کر دی اس پر بڑا خوش ہو گئے، یا اس کی خواہش رکھتے ہیں تو یہ تقویٰ نہیں ہے۔ روزوں میں لڑائی جھگڑا، جھوٹ فساد سے اگر ہم بچ نہیں رہے تو یہ تقویٰ نہیں ہے۔ روزوں میں عبادتوں اور دعاؤں اور نیک کاموں میں اگر وقت نہیں گزار

رہے تو یہ تقویٰ نہیں ہے اور روزے کا مقصد پورا نہیں کر رہے۔ پس رمضان میں برائیوں کو چھوڑنا اور نیکیوں کو اختیار کرنا، یہی ہے جس سے روزے کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اور جب انسان اس میں ثابت قدم رہنے کی کوشش کرے تو پھر حقیقت میں روزے کے مقصد کو پانے والا ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر یہ مقصد حاصل نہیں کر رہے تو پھر بھوکا رہنا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ مئی 2018ء)

فرمایا:

”روزہ کیا ہے؟ یہ ایک مہینہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو ان جائز باتوں سے بھی روکنا ہے جن کی عام حالات میں اجازت ہے۔ پس جب اس مہینہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جائز باتوں سے رکنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک انسان ناجائز باتوں اور برائیوں کو کرے۔ اگر کوئی اس روح کو سامنے رکھتے ہوئے روزے نہیں رکھتا کہ میں نے یہ دن اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے گزارنے ہیں اور ہر اس بات سے بچنا ہے جس سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ہر اس بات کو کرنا ہے جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اگر یہ روح مد نظر نہیں، ہر وقت ہمارے سامنے نہیں اور اس کے مطابق عمل کی کوشش نہیں تو یہ روزے بے فائدہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو تمہیں صرف بھوکا رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری کتاب الصوم)

روزے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ تم تقویٰ میں ترقی کرو۔ ایک مہینہ تربیت کا مہیا کیا گیا ہے، اس میں اپنے تقویٰ کے معیار بڑھاؤ۔ یہ تقویٰ تمہارے نیکیوں کے معیار بھی بلند کرے گا۔ یہ تمہیں مستقل نیکیوں پر قائم بھی کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا قرب بھی دلانے گا اور اسی طرح گزشتہ گناہ بھی معاف ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ 10/ جون 2016ء)

رمضان عبادت گزار بندے کے متعلق اللہ سے کیا کہے گا؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے درمیان ہونے والے گناہوں کی معافی کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک ہونے والے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے۔ لیکن یہ واضح ہونا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں سے معافی کے جو ذرائع بتائے ہیں وہ آپ ایک ترتیب سے بیان فرما رہے ہیں۔ پہلے نماز، پھر جمعہ، پھر رمضان۔ پس اس ترتیب سے یہ غلط فہمی دُور ہو جانی چاہئے کہ صرف سال کے بعد رمضان کی عبادتیں ہی گناہوں سے معافی کا ذریعہ ہیں۔ بلکہ یہ ترتیب اس طرف توجہ دلا رہی ہے کہ نمازوں کی پانچ وقت روزانہ ادا کیگی اپنے حصار میں لئے ہوئے ساتویں دن جمعہ میں داخل کر کے جمعہ کی برکات سے حصہ دلائے گی اور سال بھر کے جمعہ رمضان میں داخل کرتے ہوئے رمضان المبارک کے فیض سے فیضیاب کریں گے۔ روزانہ کی پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گی کہ یہ تیرا بندہ تیرے خوف اور تیری محبت کی وجہ سے بڑے گناہوں سے بچتے ہوئے پانچ وقت تیرے حضور حاضر ہوتا رہا۔ ہر جمعہ عرض کرے گا کہ تیرا یہ بندہ سات دن اپنے آپ کو بڑے گناہوں سے بچاتے ہوئے جمعہ کے دن جس میں تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اس میں ایک قبولیت دعا کا لمحہ بھی آتا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات حدیث 6400) اپنی دعاؤں کی قبولیت کی آرزو لے کر تیرے حضور حاضر ہوتا رہا۔ رمضان کہے گا کہ اے خدا! یہ بندہ رمضان کا حق ادا کرنے کے بعد گناہوں سے بچتے ہوئے اور نیکیاں بجالاتے ہوئے اس رمضان میں اس امید پر داخل ہوا کہ تو اسے بھی اپنی رحمت، بخشش اور آگ سے بچانے کے عشروں سے فیضیاب کرے گا۔“

(خطبہ جمعہ 23 جون 2017ء)

## روزے کی فضیلت

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”نضر بن شیبان کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے کہا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا: ہاں! مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے رکھنا فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا ہے۔ پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اس میں

روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہو۔ یعنی بالکل معصوم ہو جاتا ہے۔

اللہ کرے کہ ہم اس رمضان میں اسی طرح پاک ہو کر اور معصوم ہو کر نکلیں اور پھر یہ پاک تبدیلیاں بھی ہماری زندگیوں کا ہمیشہ حصہ بن جائیں۔“

(خطبہ جمعہ 7 اکتوبر 2005ء)

### روزے اللہ کا قرب پانے کا ذریعہ ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ جو رمضان کا مہینہ ہے، جو روزہ رکھنے کے دن ہیں، ہمیں اس طرف توجہ دلائی کہ ان دنوں میں میری خاطر، میری رضا کے حصول کی خاطر، صرف ناجائز چیزوں سے ہی نہیں بچنا بلکہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ کو تو ایک خاص کوشش سے معمولی سے بھی ناجائز کام سے بچا کر رکھنا ہے۔ اس کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک مجاہدہ تو کرنا ہی ہے لیکن جائز چیزوں سے بھی بچنا ہے۔ ایک ایسا جہاد کرنا ہے جس سے تمہارے اندر صبر اور برداشت پیدا ہو اور ڈسپلن پیدا ہو۔ پھر یہ مجاہدہ ایسا ہو گا جو تمہاری روحانی حالتوں کو بہتر کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ اللہ کا قرب دلانے کا ذریعہ بنے گا، دُعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ بنے گا... پس یہ روزے اس کا قرب پانے کا ذریعہ ہیں اور دُعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ ہیں۔ پس ان دنوں میں ہمارا کام ہے کہ پہلے سے بڑھ کر چلا چلا کر، گڑ گڑا کر اپنے رب کو پکاریں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 ستمبر 2008ء)

### رمضان میں اپنی عبادتوں کو زندہ کریں

”یہ رمضان ہمیں ایک دفعہ پھر موقع دے رہا ہے کہ ہم خدا کے آگے جھکیں جس طرح جھکنے کا حق ہے۔ اُس کی عبادت کریں، جس طرح عبادت کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری دُعاؤں کا یقیناً جو اب دے گا اور یہ عہد کریں کہ آئندہ ہم ان عبادتوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ اگر یہ ہو جائے تو اُس سے ہم اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی جماعت کی سالوں میں ہونے والی ترقیات کو دنوں میں واقع ہوتے دیکھیں گے۔ اس لئے میں پھر

یہی کہوں گا کہ اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ دوسروں کے پاس دُعا میں کروانے کی بجائے خود اللہ تعالیٰ کی ذات کی قدرتوں کا تجربہ حاصل کریں۔“

(خطبہ جمعہ 22/ اکتوبر 2004ء)

### روزہ ڈھال ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”یہ ڈھال تو اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمادی لیکن اس کو استعمال کرنے کا طریقہ بھی آنا چاہئے۔ اس کے بھی کچھ لوازمات ہیں جنہیں پورا کرنا چاہئے۔ تبھی اس ڈھال کی حفاظت میں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق ملے گی۔ یہ ڈھال اس وقت تک کارآمد رہے گی جب روزہ کے دوران ہم سب برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ جھوٹ نہیں بولیں گے، غیبت نہیں کریں گے اور ایک دوسرے کی حق تلفی نہیں کریں گے، اپنے جسم کے ہر عضو کو اس طرح سنبھال کر رکھیں گے کہ جس سے کبھی کوئی زیادتی نہ ہو۔ ہر ایک، ایک دوسرے کے عیب دیکھنے کی بجائے اپنے عیب تلاش کر رہا ہو گا۔ ایک دوسرے کی بُرائیاں تلاش کرنے کی بجائے اپنی برائیوں، کمیوں، کمزوریوں اور خامیوں کو ڈھونڈ رہا ہو گا۔ میں حیران ہوتا ہوں بعض دفعہ یہ سن کر، بعض لوگ بتاتے بھی ہیں اور لکھ کر بھی بھیجتے ہیں کہ آپ کے فلاں خطبے پر مجھ سے فلاں شخص نے کہا یہ تمہارے بارے میں خطبہ آیا ہے اس لئے اپنی اصلاح کر لو۔ حالانکہ چاہئے تو یہ کہ ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے اور دوسرے کی آنکھ کے تنکے تلاش نہ کرے۔ تو جب روزوں میں اس طرح اپنے جائزے لے رہے ہوں گے، کان، آنکھ، زبان، ہاتھ سے دوسرے کو نہ صرف محفوظ رکھ رہے ہوں گے بلکہ اس کی مدد کر رہے ہوں گے تو پھر روزے تقوے میں بڑھانے والے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بے انتہا اجر پانے والے ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ 7 اکتوبر 2005ء)

## رمضان اور نمازیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”روزانہ کی پانچ نمازیں باجماعت ادا کرو جو فرض کی گئی ہیں۔ مردوں کے لئے یہی حکم ہے کہ مسجد میں جا کے ادا کریں یا جہاں بھی سنٹر ہے وہاں جا کے ادا کریں، عورتوں کے لئے حکم ہے گھروں میں پانچ نمازیں پڑھیں، وقت پر نمازیں ادا کریں۔ اپنی نمازوں کی خاطر دوسری مصروفیات کو کم کریں۔ جس طرح آج کل رمضان میں ہر ایک کو شش کر کے نمازوں کی طرف توجہ دے رہا ہوتا ہے، قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دے رہا ہوتا ہے۔ تو اس طرح رمضان کے بعد بھی وقت پر پانچوں نمازیں ادا کرو۔ کوئی دوستی اللہ تعالیٰ کی دوستی سے بڑھ کر نہ ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اکتوبر 2005ء)

فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے نماز کے بارے میں کئی جگہ مختلف حوالوں سے ہمیں توجہ دلائی ہے۔ صرف رمضان تک ہی محدود نہیں کیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں، جمعوں اور رمضان کے حوالے سے ایک ایسا ارشاد فرمایا ہے جو ایک مومن کو اور ایک ایسے شخص کو جو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا ہو ہر وقت سامنے رکھنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں، جمعہ اگلے جمعہ تک اور رمضان اگلے رمضان تک ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے جب تک کہ وہ بڑے گناہوں سے بچتا رہے۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ).... لیکن یہ واضح ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں سے معافی کے جو ذرائع بتائے ہیں وہ آپ ایک ترتیب سے بیان فرما رہے ہیں۔ پہلے نماز۔ پھر جمعہ۔ پھر رمضان۔ پس اس ترتیب سے یہ غلط فہمی دُور ہو جانی چاہیے کہ صرف سال کے بعد رمضان کی عبادتیں ہی گناہوں سے معافی کا ذریعہ ہیں... پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو اس سوچ کے ساتھ اپنی نمازوں، جمعوں اور اپنے روزوں کے حق ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے والے ہیں اور رمضان کے اس ماحول سے ہر لحاظ سے پاک ہو کر نکلنے والے ہیں۔ ایسی پاکیزگی جو ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا

کرنے والا بنانے والی ہے یا بناتی ہے... پس ہم میں سے ہر ایک کو رمضان میں سے یہ عہد کرتے ہوئے نکلتا چاہیے کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں اور جو باتیں ہمیں کھول کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائیں ان کو ہم ہمیشہ سامنے رکھتے ہوئے ان کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم یہ کریں تبھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو رمضان میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق گزارنے کی کوشش کی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/جون 2017ء)

میں رمضان میں اپنے بندے کے بہت قریب ہو جاتا ہوں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہمارا خدا بڑا پیار کرنے والا خدا ہے۔ قربان جائیں ہم اس پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں رمضان میں اپنے بندے کے بہت قریب آ گیا ہوں اس لئے فیض اٹھا لو جتنا اٹھا سکتے ہو اور تقویٰ کے حصول کے لئے میرے بتائے ہوئے طریق پر چلنے کی کوشش کرو تا کہ تم اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن سکو۔ یہ کیپ جو ایک مہینہ کا قائم ہوا ہے اس سے بھر پور فائدہ اٹھا لو کہ اس میں خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے کی گئی نیکیاں تمہیں عام دنوں میں کی گئی نیکیوں کی نسبت کئی گنا ثواب کا مستحق بنانے والی ہوں گی۔ پس اٹھو اور میرے حکموں کے مطابق اپنی عبادتوں کو بھی سنوارو اور اس عہد کے ساتھ سنوارو کہ یہ سنوار اب ہم نے ہمیشہ قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ اٹھو اور اپنے اعمال کو بھی خوبصورت بناؤ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق بناؤ اور اس ارادے سے بنانے کی کوشش کرو کہ اب ہم نے ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔ اٹھو اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جو عہد کیا ہے اس کا حقیقی ادراک اس مہینے میں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس سوچ کے ساتھ کرو کہ اب یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی 2014ء صفحہ 6)

## ایمان میں ترقی

سامعین! اگر ہم رمضان میں اپنے ایمان میں ترقی کریں گے تو ہی جنت کے حقدار ہوں گے۔ حضور انور فرماتے ہیں:

”ایک اور روایت میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور اپنا محاسبہ نفس کرتے ہوئے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح البخاری کتاب الایمان باب صوم رمضان احتساباً من الایمان حدیث 38) اور اگر تمہیں معلوم ہو تا کہ رمضان کی کیا فضیلتیں ہیں تو تم ضرور اس بات کے خواہشمند ہوتے کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔

پس رمضان کی فضیلت نہ صرف مہینے کے دنوں سے ہے، نہ صرف ایک وقت تک کھانے پینے کے رکنے سے ہے۔ صرف اس بات کے لئے سارا سال اللہ تعالیٰ کی جنت کے لئے تیاری نہیں ہو رہی ہوتی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوسری حدیث ہے اس میں واضح طور پر فرمادیا کہ ایمان کی حالت میں روزہ رکھنے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے روز و شب رمضان میں گزارنے سے ہی یہ مقام ملتا ہے اور جب یہ حالت ہوگی تو تبھی گزشتہ گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔ انسان ایمان میں ترقی کرتا ہے۔ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔ اپنی کمزوریوں کو دیکھتا ہے۔ اپنے اعمال کو دیکھتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر غور کرتا ہے۔ اپنے عملوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو تبھی گناہوں کی معافی بھی ہوتی ہے۔ اور یہی مقصد اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی رمضان کے روزوں سے حاصل کرنے کا بیان فرمایا ہے۔۔۔ یہ ایمان کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے۔ ایک بہت بڑا ٹارگٹ ہے جو ہمیں دیا گیا ہے۔ صرف تیس دن کے روزے رکھنے کے لئے یا رمضان کا مہینہ آنے کے لئے تیاریاں نہیں ہوتیں، نہ ان کی کوئی اہمیت ہے۔ یہ اہمیت تبھی بڑھتی ہے جب اس مہینے کی ٹریننگ سے ہماری یہ ساری کوششیں سارے سال کے عملوں پر منتج ہو جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فقروں میں ہمارے سامنے پوری زندگی کا لائحہ عمل رکھ دیا۔ ہمارے منہ سے کہہ دینے سے کہ ہم ایمان کی حالت میں روزے رکھ رہے ہیں اس لئے ہمارے سارے گناہ بخشے جائیں گے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا دیا، یہ کافی نہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا محاسبہ کرتے ہوئے روزے رکھے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ اپنے ایمان کو اس کسوٹی پر رکھ کر پرکھنا ہو گا جو اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھانے کی کسوٹی ہے۔ اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کسوٹی ہے۔ پس یہ دیکھنا ہے کہ ہم اس پر عمل کر رہے ہیں یا نہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 / جون 2017ء)

رمضان میں ہونے والی تبدیلیوں کو آئندہ بھی قائم رکھنا ہے  
فرمایا:

”رمضان کے مہینے میں ایک خاص ماحول بنا ہوتا ہے اور دوسروں کی دیکھا دیکھی بھی عبادتوں اور نیکیوں کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں عبادتوں اور نیکیوں کی طرف توجہ کرتے ہوئے، اپنے اعمال کی طرف توجہ کرتے ہوئے، ہمیں اپنے خدا کے آگے جھکتے ہوئے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے اور پھر اس رمضان کی عبادتوں کو اور اس میں تبدیلیوں کو آئندہ زندگی کا مستقل حصہ بنالینا چاہئے۔ اور اس میں جو گناہ معاف ہوئے یا جنت کے دروازے کھولے گئے تو پھر ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے کہ یہ کھلے رہیں۔ اور رمضان کے فیوض سے حصہ لینے کے لئے نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ کرے کہ ہم اس کے فیض پاتے چلے جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے روزوں کا جو مقصد رکھا ہے کہ تقویٰ حاصل ہو اس کے بھی معیار حاصل کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 / جون 2017ء)

رمضان میں اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کی کوشش کریں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس اس مہینے کی برکات سے فیض اٹھانے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہماری نالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو کچھ دیر کے لئے نالتا بھی ہے تو اس مہربان ماں کی طرح جو بچے سے اس کی اصلاح کی خاطر تھوڑی دیر کے لئے روٹھ جاتی ہے اور اس میں پھر

سخت غصہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب بچہ ماں کی محبت کی وجہ سے اس کی طرف جاتا ہے تو ماں گلے بھی لگا لیتی ہے بلکہ اس سے پہلے کئی دفعہ نککھیوں سے دیکھتی بھی رہتی ہے کہ بچہ کس قسم کی حرکت کر رہا ہے، میرے پاس آتا بھی ہے کہ نہیں۔ بہر حال جب بچہ جاتا ہے تو ناراضگی دور ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جو ماؤں سے بھی زیادہ بخشنے والا ہے وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ کب میرے بندے میری طرف توبہ کرتے ہوئے آئیں اور میں انہیں معاف کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنا خوش وہ شخص بھی نہیں ہوتا جسے جنگل بیابان میں اپنی گمشدہ اونٹنی مل گئی۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التوبة حدیث 6309)

پس یہ رمضان کا مہینہ بھی اس لئے ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں رکھتے ہوئے اگر سارے سال کی کمزوریوں اور غلطیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف اس نیت سے آئے کہ وہ اس کی توبہ قبول کرے تو اللہ تعالیٰ دوڑ کر اس کو گلے لگاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویجذرکم اللہ نفسہ) پس ایسا خدا جو ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے اور جس نے توبہ قبول کرنے اور اپنے بندے سے خوش ہونے کے مختلف سامان کئے ہوئے ہیں اگر بندہ ان سے فائدہ نہ اٹھائے تو پھر یہ بندے کی بد قسمتی ہے اور اس کی سخت دلی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جون 2015ء)

مزید فرمایا:

”پس جب ایسا پیارا ہمارا خدا ہے تو کس قدر ہمیں قربانی کر کے اس کی طرف بڑھنے کی ضرورت ہے۔ کس قدر اس کا عبد بننے کی ضرورت ہے۔ پس اس بابرکت مہینے میں ہمیں اس ستار العیوب اور غفار الذنوب خدا کی طرف دوڑنے کی ضرورت ہے۔ اس کے آگے جھکنے کی بھرپور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ شیطان ہر کونے پر کھڑا ہمیں اپنے لالچوں میں گرفتار کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے لیکن ہم نے اس سے مقابلہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ کی کوشش کرتے ہوئے اس کے ہر حملے سے بچنا ہے اور اسے ناکام کرنا ہے

اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بنانا ہے۔ تبھی ہم رمضان سے حقیقی رنگ میں فیضیاب ہو سکیں گے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ اس سے ہمیں جہاں ذاتی فوائد حاصل ہوں گے وہاں جماعتی ثمرات بھی ملیں گے۔ افراد جماعت کی اصلاح اور نیکیاں اور تقویٰ ہی جماعتی ترقیات پر منتج ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے ہوں گے اتنے زیادہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرتے ہوئے جماعتی ترقی میں بھی کردار ادا کرنے والے ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جون 2015ء)

امن اور پیار قائم کرنے کی کوشش کریں

فرمایا:

”پس جو خدا تعالیٰ کی خاطر عاجزی دکھائے، جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تکبر سے نفرت کرے، جو خدا تعالیٰ کی خاطر معاشرے سے نفرتوں کے بیچ ختم کرنے کی کوشش کرے تاکہ امن اور سلامتی قائم ہو اسے خدا تعالیٰ وہ بلندیاں عطا فرماتا ہے جو انسان کے وہم و گمان سے بھی باہر ہیں۔ یہ دن ہمیں خدا تعالیٰ نے ہماری اصلاح کے لئے مہیا فرمائے ہیں تو جیسا کہ میں نے کہا ان دنوں میں ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اپنے گھروں کے جھگڑوں کو خدا تعالیٰ کی خاطر ختم کر کے سلامتی اور امن کی فضا ہر احمدی کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے بھائیوں سے جھگڑوں کو ختم کر کے جن کی بنیاد اکثر آنا اور تکبر ہی ہوتی ہے معاشرے میں سلامتی پھیلانے کی ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے۔ مخالفین کی باتوں پر صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی ہدایت کے لئے دعائیں کرنے کی ضرورت ہے تاکہ دنیا کا فساد بھی ختم ہو۔ ہم امن اور سلامتی اور محبت کو دنیا میں قائم کرنے کی باتیں تو بہت کرتے ہیں لیکن حقیقت اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم خود اس معاملے میں ملوث ہوں اور خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی دے کر اس امن اور پیار کو قائم کرنے کی کوشش کریں جس کا اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 26 جون 2015ء)

سامعین! حضور انور اس مہینے کی برکات حاصل کرنے کے لیے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

” پس ان دنوں میں بہت دعائیں کریں۔ اپنے لئے بھی، ایک دوسرے کے لئے بھی اور جماعت کی ترقی کے لئے بھی اور دشمن کی ناکامیوں اور نامرادیوں کے لئے بھی۔ اللہ تعالیٰ کے جلال اور شان کے ظہور کے لئے بھی۔ دنیا خدا تعالیٰ کے وجود سے انکاری ہوتی جا رہی ہے، خدا کرے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والی بنے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف فرمائے اور ہمارے اندر بھی ایسی طاقت پیدا کر دے جس سے کام لیتے ہوئے ہم اسلام کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کر سکیں اور ہم میں سے ہر ایک اسلام کا سچا خادم بن جائے اور دنیا کی خواہشات ہمارے لئے ثانوی حیثیت اختیار کر لیں۔ ہمارے دل اس جذبے سے لبریز ہوں کہ ہم نے دین کو بلند کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال اور صلاحیتوں میں ایسی طاقت اور قوت پیدا فرمادے کہ دشمن کی طاقت اور قوت ہمارے مقابلہ میں ہیچ اور ذلیل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں کو نہ صرف معاف کرے بلکہ ہمارے دلوں میں گناہوں سے ایسی نفرت پیدا کر دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کو کبھی توڑنے والے نہ ہوں۔ ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ بھی میرے حکموں پر عمل کرو، مجھ پر ایمان کامل کرو۔ نیکیوں اور بھلائیوں سے ہمیں محبت پیدا ہو جائے۔ تقویٰ ہمارے دلوں میں مضبوطی سے قائم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق ہماری غذا بن جائے۔ ہمارا ہر عمل اور ہمارا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو جائے اور جب ہم اس کے حضور حاضر ہوں تو وہ اپنی رضا کا پروانہ ہمیں دینے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ رمضان ہمیں حقیقت میں یہ سب کچھ حاصل کرنے والا بنا دے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جون 2015ء)

(بتعاون: زاہد محمود)



﴿مشاہدات-1115﴾

﴿29﴾

## ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

شَهْرٌ مَمَّصَانَ الذِّمَىٰ أَنْزَلَ فِيهِ الْقُرْآنَ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۚ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرہ: 186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے میرے رب! میں نے بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(مسند احمد الرسالة)

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز  
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا  
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں  
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

سامعین کرام! اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

### رمضان اور قرآن

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے ایک خاص نسبت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا جو میں نے تلاوت کی ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ۔ (البقرہ: 186)۔ یہ فرما کر واضح فرمادیا کہ رمضان کے مہینے کے روزے یونہی مقرر نہیں کر دیئے گئے۔ بلکہ اس مہینے میں قرآن کریم جیسی عظیم کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یا اس کا نزول شروع ہوا۔ اور احادیث میں ذکر ملتا ہے کہ جبریل ہر سال رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا جو حصہ اُترتا تھا اس کی دوہرائی کرواتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن)۔ پس اس مہینے کی اہمیت اس بات سے بڑھ جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی آخری اور کامل شریعت اس مہینے میں نازل ہوئی یا اس کا نزول شروع ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں روزوں کا حکم دیا تو پہلے یہ فرمایا کہ روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں اور پھر یہ ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد کی جو آیات ہیں ان میں پھر بعض اور احکام جو رمضان سے متعلق ہیں وہ دیئے اور یہ واضح فرمادیا کہ روزے رکھنا اور عبادت کرنا صرف یہی کافی نہیں ہے، بلکہ اس مہینے میں قرآن کریم کی طرف بھی تمہاری توجہ ہونی چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ 4 ستمبر 2009ء)

## رمضان میں قرآن کریم کی تلاوت کی اہمیت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ”رمضان میں قرآن کریم پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی طرف خاص طور پر توجہ پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسے اپنی زندگی کا مستقل حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر رمضان کے مہینے میں قرآن کریم پڑھنے کی طرف جو مومنین کو توجہ دلائی ہے تو اس لیے کہ اس مجاہدے کے مہینے سے گزرتے ہوئے جب ہم قرآن کریم کی طرف خاص توجہ دے رہے ہوں گے تو پھر عام دنوں میں بھی اس طرف توجہ کی عادت پڑے گی ورنہ اللہ تعالیٰ کا رمضان کے مہینے میں قرآن کی طرف توجہ دلانے کا جو مقصد ہے وہ فوت ہو جاتا ہے۔ مومن تو وہی ہے جو مستقل مزاجی سے نیکیوں کو تلاش کرتا ہے اور انہیں جاری رکھتا ہے۔ پس یہ عظیم ہدایت جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہم تک پہنچائی ہے اسے ہمیں اپنی ہدایت کا ذریعہ بنانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ ان دنوں میں جب ہمیں قرآن کریم پڑھنے کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے تو اس سوچ اور اس انداز سے پڑھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔“

(خطبہ جمعہ 10 / مئی 2019ء)

## رمضان اور تلاوت قرآن

”رمضان میں اس کی تلاوت کرنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ سارا سال تمہاری اس طرف توجہ رہے۔ آنحضرتؐ کے آخری رمضان میں جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کو دو مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کروایا۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبیریل یعرض القرآن علی النبیؐ حدیث 4997-4998) پس اس سنت کی پیروی میں ایک مومن کو بھی چاہیے کہ دو مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر دو مرتبہ تلاوت نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک مرتبہ تو خود پڑھ کر کریں۔ پھر درسوں کا انتظام ہے، تراویح کا انتظام ہے، اس میں (قرآن) سنیں۔ بعض کام پہ جانے والے ہیں۔“

کیسٹ اور CDs ملتی ہیں ان کو اپنی کاروں میں لگا سکتے ہیں، سفر کے دوران سنتے رہیں۔ اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ قرآن کریم پڑھا اور سنا جاسکے، اس مہینے میں پڑھنا چاہیے اور سنانا چاہیے۔“

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 413)

### رمضان کو قرآن کریم سے ایک خاص نسبت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”رمضان کا مہینہ ایک مسلمان کی زندگی میں کئی بار آتا ہے اور ایک عمل کرنے والے مسلمان کو یہ بھی علم ہے کہ رمضان کے مہینے میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ ایک باعمل اور کچھ علم رکھنے والے مسلمان کو یہ بھی پتہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر سال اُس وقت تک جتنا بھی قرآن نازل ہوا ہوتا تھا، اُس کا دُور حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے، سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال کے، جب قرآن کریم مکمل نازل ہو چکا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری مل گئی تھی کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا (المائدہ: 4) کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو دین کے طور پر تمہارے لئے پسند کر لیا۔

اس آخری سال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دفعہ جبرئیل نے قرآن کریم کا دُور دو مرتبہ مکمل کروایا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب

المناقب باب علامات النبوة في الاسلام حدیث 3624)

پس قرآن کریم کی رمضان کے مہینے کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے۔ ہر سال جب رمضان آتا ہے ہمیں اس طرف بھی توجہ دلاتا ہے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ گویا رمضان اپنے اور فیوض کے ساتھ ہمیں اس بات کی بھی یاد دہانی کے لئے آتا ہے کہ اس مہینے میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔

میں نے جو آیت تلاوت کی ہے، اس وقت اُس کے صرف پہلے حصے کے میں بارے میں کچھ کہوں گا، آخری حصے کے بارے میں نہیں۔ پس یہ رمضان اس بات کی بھی یاد دہانی کرتا ہے کہ اس عظیم کتاب

میں انسانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کی تعلیم ہے۔ اس بات کی یاد دہانی کرواتا ہے کہ اس میں حق اور باطل میں روشن نشانوں کے ساتھ فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ اس بات کی یاد دہانی کرواتا ہے کہ روزوں کی فرضیت کی کتنی اہمیت ہے اور کس طرح رکھنے ہیں؟ اس بات کی بھی یاد دہانی کرواتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم مکمل اور جامع ہے۔ لیکن ان سب باتوں کی یاد دہانی کا فائدہ تبھی ہے جب ہم اس یاد دہانی کی روح کو سمجھنے والے ہوں، ورنہ رمضان تو ہر سال آتا ہے اور آتا رہے گا ان شاء اللہ۔ اور رمضان اور قرآن کے تعلق کی یاد دہانی جب بھی آئے گا، اور جب بھی آتا ہے کرواتا ہے اور کرواتا رہے گا۔ اور ہم اس کی اہمیت سن کر خوش ہوتے رہیں گے۔ اس یاد دہانی کا فائدہ تو جب ہو گا جب ہم اپنے عمل پر اس اہمیت کو لاگو کریں گے۔

پس یہ مقصد تب پورا ہو گا جب شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے الفاظ سنتے ہی قرآن کریم ہمارے ہاتھوں میں آجائے گا اور ہم زیادہ سے زیادہ اُس کے پڑھنے کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ رمضان کی اس یاد دہانی کا مقصد تب پورا ہو گا جب ہم ان دنوں میں قرآن کریم کے مطالب کو سمجھنے اور غور کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ ”هُدًى لِّلنَّاسِ“ کی حقیقت ہم پر واضح ہو۔ رمضان اور قرآن کی آپس میں جو نسبت ہے اس کی یاد دہانی اُس وقت ہم پر واضح ہو گی جب ہم کوشش کر کے قرآن کریم کے حکموں کو خاص طور پر اس مہینے میں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

پس رمضان ہمیں یہ یاد دہانی کرواتا ہے کہ قرآنی احکامات کی تلاش کرو۔ رمضان ہمیں اس بات کی یاد دہانی کرواتا ہے اور اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ قرآنی احکامات کی تلاش کرنے کے بعد انہیں اپنی زندگیوں پر لاگو کر کے اُس کا حصہ بناؤ۔ رمضان ہمیں قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں یہ یاد دہانی کرواتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی پہلے سے بڑھ کر سعی اور کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا ہوتا ہے اُس کی عبادت کا حق ادا کرنے سے۔ اور عبادت کا یہ حق نمازوں کو سنوار کر اور باقاعدہ اور وقت پر پڑھنے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے پڑھنے سے، پھر نوافل اور ذکرِ الہی پر زور دینے سے ادا ہوتا ہے۔

پس یہ حق ادا کرنے کی کوشش کرو تاکہ خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ، تاکہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے قریب کر لو۔ تاکہ خدا اور بندے کے درمیان جو دُوری ہے اُسے ختم کر دو۔ رمضان یہ یاد دہانی کرواتا

ہے کہ اُس رستے کو مضبوطی سے پکڑنے والے بن جاؤ جس کا ایک سیرا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا اُس نے اپنے قرب کی تلاش کرنے والے بندوں کے لئے زمین پر لٹکایا ہوا ہے جو اُسے پکڑے گا وہ خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے گا۔ رمضان ہمیں یہ یاد دہانی کرواتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”قَاتِلُوا قُرَيْبٍ“ (البقرہ: 187) پس اپنی عبادتوں کے معیار اونچے کر کے اس قرب سے فیض پالو۔ رمضان ہمیں یہ یاد دہانی کرواتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی پہلے سے بڑھ کر کوشش کرو۔ قرآن کریم میں بندوں کے جتنے بھی حقوق بیان ہیں اُن سب حقوق کو ادا کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تو غیروں کے حقوق کی ادائیگی پر بھی بہت توجہ دلائی ہے اور مسلمانوں کے لئے تو آپس میں بہت زیادہ رُحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ (الفتح: 30) اور حقوق کی ادائیگی کا ذکر ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19 جولائی 2013ء)

### رمضان کا دعاؤں سے تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اے مسیح محمدی کے غلامو! آپ کے درخت وجود کی سرسبز شاخو! اے وہ لوگو! جن کو اللہ تعالیٰ نے رُشد و ہدایت کے راستے دکھائے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں قوم کے ظلم کی وجہ سے مظلومیت کے دن گزار رہے ہو اور مظلوم کی دعائیں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہت سنتا ہوں، تمہیں خدا تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ اس رمضان کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوتے ہوئے اور ان تمام باتوں کا حوالہ دیتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور دُعاؤں میں گزار دو... خدا تعالیٰ کے حضور اپنے سجدوں اور دُعاؤں سے نئے راستے متعین کرنے والا رمضان بنا دو۔ اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والا رمضان بنا دو۔ اپنی آنکھ کے پانی سے وہ طغیانیاں پیدا کرو جو دشمن کو اپنے تمام حربوں سمیت خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں۔ اپنی دُعاؤں میں وہ ارتعاش پیدا کرو جو خدا تعالیٰ کی محبت کو جذب کرتی چلی جائے کیونکہ مسیح محمدی کی کامیابی کارا صرف اور صرف دُعاؤں میں ہے۔“

(خطبہ جمعہ 5 ستمبر 2008ء)

اللہ تعالیٰ ان دنوں میں اپنے بندوں کے قریب ہو کر ان کی دعائیں سنتا ہے  
حضرت خلیفۃ المسیح الخا مس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ جو ان دنوں میں رمضان کے مہینہ میں ساتویں آسمان سے نچلے آسمان پہ آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ان دنوں میں اپنے بندوں کے قریب ہو کر ان کی دعائیں سنتا ہے۔ (الجامع لشعب الایمان الجزء الخامس حدیث 3394، 3334 مطبوعہ مکتبۃ الرشیدناشرون بیروت 2004ء)۔ اللہ تعالیٰ جو ان دنوں میں روزہ رکھنے والوں کی خود جزا بن جاتا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب التوحید)۔ اللہ تعالیٰ جو ان دنوں میں شیطان کو جکڑ دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل شہر رمضان)۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں اور اُس کی رحمتوں سے فیض اٹھانے کے لیے کیا کیا کیا کیا کیا عہد کیے ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے اور اس کی تعلیم کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے گزشتہ کو تاہیوں کو چھوڑنے کے لیے کیا عہد کیے ہیں اور کس حد تک تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کی ہیں۔ پس یہ جائزے ہمیں اللہ تعالیٰ کے مستقل فضلوں کے حصول کی طرف توجہ دلانے والے اور اس وجہ سے اپنی حالتوں میں مستقل تبدیلی لانے کی کوشش، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہمیشہ جذب کرنے والا بنائے گی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ جون 2017ء)

رمضان، آگ سے آزادی کا موجب بن جاتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخا مس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پھر عَشَقُّ مِنَ النَّارِ ہے، تو اس کا مطلب آگ سے آزادی ہے، آگ سے بچایا جانا ہے یا دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیطان سے گردن آزاد ہو جاتی ہے، کیونکہ جہنم کی آگ شیطان کے پیچھے چلنے سے ہی ہے یا شیطان ہی جہنم ہے۔ جب شیطان نے کہا کہ میں صراطِ مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا تا کہ اُن کو ورغلاؤں یعنی انسانوں کو ورغلاؤں، اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور کروں۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے سے دنیا کی لالچیں دے کر ورغلا تا رہوں، اُن کو نیک کاموں سے دور ہٹاتا رہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ لَسَنَ تَبْعَكَ مِنْهُمْ لَآ مَهْلَكٌ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ۔ (الاعراف: 19) کہ اُن میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا، میں تم سب کو جہنم سے بھر دوں گا۔ پس شیطان کی پیروی اور اتباع ہی جہنم ہے۔ پس شیطان سے گردن

آزاد کروا کر اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحمت، ہمدردی، مغفرت سے توجہ کرتے ہوئے اُس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ دیکھیں! رمضان میں اللہ تعالیٰ نے کتنے وسیع احسانات کے دروازے ہم پر کھولے۔ نہ صرف جہنم سے نجات دلائی بلکہ جنت کے دروازے بھی کھولے۔“

(خطبہ عید الفطر 10/ اگست 2013ء)

**نیکیوں کو صرف رمضان تک ہی محدود نہیں رکھنا**

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر ہم نے نمازوں میں باقاعدگی صرف رمضان کی وجہ سے اختیار کی ہے اور بعد میں ہم نے پھر سست ہو جانا ہے تو یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنا نہیں ہے۔ اگر ہم نے جمعوں میں باقاعدگی صرف رمضان کے مہینے تک ہی رکھنی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق چلنا نہیں ہے۔ اگر ہم نے قرآن کریم کی تلاوت کو صرف رمضان کے لئے ہی ضروری سمجھا ہے اور بعد میں اس کی طرف توجہ نہیں دینی تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلنا نہیں ہے۔ اگر ہم نے درود اور ذکر کو صرف رمضان تک ہی محدود رکھنا ہے تو صرف یہ بات تو اللہ تعالیٰ ہم سے نہیں چاہتا۔ اگر ہم نے اپنے اخلاق اور دوسری نیکی کی باتوں کو صرف رمضان تک ہی مجبوری سمجھ کر کرنا ہے تو یہ تو اللہ تعالیٰ ہم سے نہیں چاہتا۔ رمضان تو ایک ٹریننگ کیمپ کے طور پر آتا ہے۔ رمضان تو اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرض کیا ہے کہ جن نیکیوں کو تم بجالا رہے ہو اس میں مزید ترقی کرو اور ہر آنے والا رمضان جب ختم ہو تو ہمیں عبادات اور نیکیوں کی نئی منزلوں اور بلند یوں پر پہنچانے والا ہو اور ہم پھر عبادتوں اور نیکیوں کے نئے اور بلند معیار قائم کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہم سے مستقل مزاجی کے ساتھ ان نیکیوں پر چلنے کا مطالبہ کرتا ہے... گویا کہ جہاں مجاہدہ کر کے، کوشش کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف آئے اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بھی قدر کرتے ہوئے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نیکیوں کے اجر دینے کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پس وہ اپنی راہ میں کوشش کرنے والوں کو بے انتہا نوازتا ہے اور جب انسان دنیا اور ذاتی خواہشات کے بتوں کو توڑ کر اس کی طرف آتا ہے تو پھر اس کے فضلوں کی بھی انتہا نہیں رہتی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ جون 2017ء)

## جمعة الوداع

فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جمعہ کے دن کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن جمعۃ الوداع کی کسی اہمیت کا تصور نہیں ملتا۔ بلکہ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اس آخری جمعہ میں جو رمضان کا آخری جمعہ ہے، یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اس جمعہ سے اس طرح گزریں اور نکلیں کہ رمضان کے بعد آنے والے جمعہ کی تیاری اور استقبال کر رہے ہوں اور پھر ہر آنے والا جو جمعہ ہے وہ ہر نئے آنے والے جمعہ کی تیاری کرواتے ہوئے ہمیں روحانیت میں ترقی کے نئے راستے دکھانے والا بنتا چلا جائے اور یوں ہمارے اندر روحانی روشنی کے چراغ سے چراغ جلتے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہو اور ہر آنے والا رمضان ہمیں روحانیت کے نئے راستے دکھاتے چلے جانے والا رمضان ہو، نئی منازل کی طرف راہنمائی کرنے والا رمضان ہو جس کا اثر ہم ہر لمحہ اپنی زندگیوں پر بھی دیکھیں اور اپنے بیوی بچوں پر بھی دیکھیں اور اپنے ماحول پر بھی دیکھیں۔“

(خطبات مسرور جلد سوئم صفحہ 529)

سامعین! کچھ لوگ سارا سال جمعہ کی باقاعدگی سے ادا نہیں کرتے لیکن رمضان کے جمعوں میں بڑی باقاعدگی سے شامل ہوتے ہیں حضور انور ایدہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

”آج اس رمضان کا آخری جمعہ ہے جس کو جمعۃ الوداع کہنے کی ایک اصطلاح چل پڑی ہے۔ غیروں میں تو خیر دین میں اتنا بگاڑ پیدا کر لیا ہے کہ وہ تو اس کو جو بھی چاہے نام دیں، اور جو بھی چاہیں عمل کریں، جس طرح جی چاہے عمل کریں اور اس کی تشریح بیان کریں، یہ ان کا معاملہ ہے۔ بلکہ وہ تو اس خیال کے بھی ہیں کہ جمعۃ الوداع کے دن چار رکعت نماز پڑھ لو تو قضائے عمری ادا ہوگئی۔ یعنی جتنی چھٹی ہوئی نمازیں ہیں وہ ادا ہو گئیں، تین چار رکعتوں کے بدلے میں۔ اور اب نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جو نمازیں نہیں پڑھی گئی تھیں پوری ہو گئیں۔ پھر یہ سوچ کہ۔ جمعۃ الوداع آئے گا تو چار رکعت نماز پڑھ لیں گے، پھر چھٹی ہوگی ایک سال کی۔ تو یہ کون تردّد کرے کہ پانچ وقت کی نمازیں جا کے مسجد میں پڑھی جائیں۔ ان کی ایسی

حركات پر تو اتنی حیرت نہیں ہوتی کہ انہوں نے تو یہ کرنا ہی ہے۔ کیونکہ مسیح محمدی کا انکار کرنے والوں سے اس سے زیادہ توقع کی بھی نہیں جاسکتی لیکن حیرت اس بات پر ضرور ہوتی ہے کہ جنہوں نے اس زمانہ کے امام کو مانا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں داخل ہونے کا دعویٰ کر دیا اور پھر وہ اپنے دین کی حفاظت نہ کریں۔ عام حالات میں اتنی پابندی سے جمعہ پر نہیں آتے جس اہتمام سے بعض لوگ، اور یہ بعض لوگ بھی کافی تعداد ہو جاتی ہے، جس پابندی سے رمضان کے اس آخری جمعہ پر آیا جاتا ہے۔ حالانکہ حکم تو یہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے لیے بھی مسجد میں آؤ۔ تو ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم بھی دنیاوی دھندوں میں اتنے محو ہو جائیں کہ نمازیں تو ایک طرف، جمعہ کی ادائیگی بھی باقاعدگی سے نہ کر سکیں۔ اور اس بات کا اندازہ کہ ہم میں سے بعض احمدی بھی لاشعوری طور پر جمعۃ الوداع کی اہمیت کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ مسجدوں کی حاضری سے لگایا جاسکتا ہے۔ اگر آج کے دن ہم میں سے وہ جو عموماً جمعہ کا ناغہ کرتے ہیں، اتنی اہمیت نہیں دیتے جمعہ کو، اس لیے جمعہ پر آئے ہیں کہ رمضان نے ان میں تبدیلی پیدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری اور اس کی عبادت کا ان میں شوق پیدا ہو گیا ہے اور انہوں نے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم اپنے جمعوں کی حفاظت کریں گے اور باقاعدگی سے جمعہ کے لیے حاضر ہو کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن کے ایک حصہ میں نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا کی جا چکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 482-483)

جمعہ کی فرضیت کے متعلق ارشاد فرمایا:

”جمعہ کی فرضیت کے بارہ میں احادیث پیش کرتا ہوں جن میں جمعہ کی فرضیت کے بارے میں تو آیا ہوا ہے کہ جمعہ کتنا ضروری ہے لیکن یہ تو نہیں لکھا گیا کہ جمعۃ الوداع کتنا ضروری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دنوں میں بہترین دن جس میں

سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن ہبوط آدم ہوا۔ اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں مسلمان بندہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتا ہے۔ (جامع ترمذی کتاب الجمعة باب فی الساعة التي ترجی فی یوم الجمعة) تو دیکھیں جمعہ کی کس قدر برکات ہیں۔ ایک تو اس کو بہترین دن قرار دیا گیا ہے۔ اب کون نہیں چاہتا کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک جو بہترین دن ہے اس سے فائدہ نہ اٹھائے، اس کی برکات نہ سمیٹے۔ یہاں سے تو کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ صرف جمعۃ الوداع بہترین دن ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 485-486)

### لیلیۃ القدر کی تلاش اور بالعموم لیلیۃ القدر کی رات کا تعین

”سب سے پہلے یہ، لیلیۃ القدر کی بات چل رہی ہے۔ اس کے متعلق معلوم ہو کہ کب آتی ہے یہ رات، اور کس طرح پتا چلے کہ یہ رات میسر آگئی ہے۔ اس کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: کیا کوئی ایسی علامت ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ فلاں رات اس رمضان میں لیلیۃ القدر تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث میں یہ آتا ہے کہ کچھ بجلی چمکتی ہے، ہوا ہوتی ہے اور ترشح ہوتا ہے، ایک نور آسمان کی طرف جاتا یا آتا نظر آتا ہے۔ مگر اوّل الذکر علامات ضروری نہیں۔ گو اکثر ایسا تجربہ کیا گیا ہے کہ ایسا ہوتا ہے اور آخری علامت نور دیکھنے کی صحلاء کے تجربہ میں آئی ہے۔ یہ ایک کشفی نظارہ ہے، ظاہر علامت نہیں جسے ہر ایک شخص دیکھ سکے۔ خود میں نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے لیکن جو کچھ میں نے دیکھا ہے دوسروں نے نہیں دیکھا۔ اصل طریقہ یہی ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے سارے رمضان میں دعائیں کرتا رہے اور اخلاص سے روزے رکھے، پھر اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں اس پر لیلیۃ القدر کا اظہار کر دیتا ہے۔“ (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 329) حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان کے شروع سے آخر تک تمام نمازیں باجماعت ادا کیں تو اس نے لیلیۃ القدر کا بہت بڑا حصہ پالیا۔ گویا صرف آخری دنوں میں تلاش نہ کریں بلکہ سارے رمضان میں پوری عبادت بجالائیں۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 467-468)

سامعین! حضور انور نے لیلۃ القدر کے متعلق ایک حدیث کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کرنے کے بارہ میں ایک اور حدیث پیش کرتا ہوں۔ بخاری اور مسلم نے ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اور ہم نے بھی رمضان کی پہلی دس تاریخوں میں اعتکاف کیا۔ اس کے خاتمہ پر حضرت جبرئیل آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ جس چیز (لیلۃ القدر) کی آپ کو تلاش ہے وہ آگے ہے۔ اس پر آپ نے اور ہم سب نے درمیانی دس دنوں کا اعتکاف کیا۔ اس کے خاتمہ پر پھر حضرت جبرئیل نے ظاہر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جس چیز کی آپ کو تلاش ہے وہ آگے ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسویں رمضان کی صبح کو تقریر فرمائی اور فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر کی خبر دی گئی تھی مگر میں اُسے بھول گیا ہوں اس لیے اب تم آخری دس راتوں میں سے وتر راتوں میں اس کی تلاش کرو۔ میں نے دیکھا ہے کہ لیلۃ القدر آئی ہے اور میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اس وقت مسجد نبویؐ کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اور جس دن آپ نے یہ تقریر فرمائی بادل کا نشان تک نہ تھا۔ پھر یہ روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا آسمان پر ظاہر ہوا اور بارش شروع ہو گئی۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر مٹی اور پانی کے نشانات ہیں، ایسا خواب کی تصدیق کے لیے ہوا۔ صحیح بخاری اور مسلم نے اس کو درج کیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ: ابوسعید کی ایک اور روایت میں یہ واقعہ 21 رمضان کو ہوا تھا۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اس بارہ میں یہ سب سے پختہ روایت ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر رمضان کی ستائیسویں رات جمعہ کی رات ہو تو وہ خدا کے فضل سے بالعموم لیلۃ القدر ہوتی ہے۔“

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 469-470)

## آخری عشرہ اور لیلیۃُ القدر

حضرت خلیفۃ المسیح الٰہی مس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”لیلیۃ القدر کی بڑی اہمیت ہے لیکن رمضان کے روزے بھی وہی اہمیت رکھتے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ ایک رات میں گناہ بخشے جاتے ہیں لیکن گزشتہ عمل بھی سامنے ہیں... اگر پہلے دنوں میں کوئی کمزوری رہ گئی تھی تو آخری دنوں میں اسے دُور کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف لیلیۃ القدر جس کو ملے گی اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ بلکہ ہر شخص جو روزوں سے اور لیلیۃ القدر سے ایمان کی حالت میں اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے گزر رہا ہو۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی بخشش کی امید رکھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے... رمضان اور لیلیۃ القدر کی برکتیں مشروط ہیں... پس یہ وہ لیلیۃ القدر ہے جو اگر ہمیں میسر آجائے اور ہم خالص اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں... تو یہ ہمارا وہ مقصد ہے جس کو حاصل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے... ہم یہ کر لیں تو ہر دن اور ہر رات ہمارے لئے قبولیت دعا کی گھڑی بن جاتی ہے۔ اللہ کرے ہمارے میں سے بہت سے اس لیلیۃ القدر کو بھی پانے والے ہوں جو قبولیت دعا کا خاص موقع ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 31 جولائی 2015ء صفحہ 8)

## آخری عشرہ جہنم سے بچانے کا عشرہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ آخری عشرہ جہنم سے بچانے کا عشرہ ہے تو جب انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چادر میں بھی لپٹ جائے، اس کی مغفرت سے روشنی اور طاقت پکڑ کر اس پر قائم بھی ہو جائے، اس کی روشنی سے حصہ لے لے اور اس کی طاقت پکڑ کر اس پر قائم بھی ہو جائے تو ظاہر ہے وہ پھر اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والا ہی ہوتا ہے۔... جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے نیکیاں بجالا رہا ہو یا بجالانے کی کوشش کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ صرف اتنا نہیں فرماتا کہ اچھا میں تمہیں جہنم میں نہیں ڈالوں گا۔ جہنم سے تم بچ گئے بلکہ جہنم سے بچانے کا عشرہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل میں ہمیں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے عمل کرنے والوں سے راضی ہو کر اپنی جنت کی خوشخبری دیتا ہے... اگر مستقل اس کی

مغفرت طلب کرتے رہو گے، استغفار کرتے رہو گے، نیکیوں پر دوام حاصل کرنے کے لئے اور ان پر قائم رہنے کے لئے مستقل اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑے رہو گے تو جہنم کے دروازے صرف رمضان میں ہی نہیں بلکہ ان تیس دنوں کی عبادت اور عہد اور حقوق کی ادائیگی اور توبہ اور استغفار کی مستقل عادت جہنم کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دے گی۔“

(خطبہ جمعہ 10 جولائی 2015ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الٰہی مس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پس استغفار اور نیک اعمال جب ہمیں رمضان کے آخری عشرے میں داخل کریں گے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے مطابق آگ سے آزاد کرانے کا عشرہ ہو گا۔“

(خطبہ جمعہ 19 ستمبر 2008ء)

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”ان چند دنوں کے بارے میں خدا تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ جو آخری عشرہ کے دن ہیں یہ اس برکتوں والے مہینے کی وجہ سے جہنم سے نجات دلانے کے دن ہیں۔ گناہ گار سے گناہگار شخص بھی اگر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے تو اپنے آپ کو آگ سے بچانے والا ہو گا۔ پس یہ گناہگار سے گناہگار شخص کے لئے بھی ایک خوشخبری ہے کہ اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے سامان کر لو۔ آخری عشرہ میں اللہ تعالیٰ جہنم سے نجات دیتا ہے۔ دعائیں قبول کرتا ہے۔ تو یہ دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کی ہو اور ہوس کی جہنم سے بھی ہمیں نجات دے۔ ہماری دعائیں قبول فرمائے، ہماری توبہ قبول فرماتے ہوئے ہمیں اپنی رضا کو حاصل کرنے والا بنا دے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ ”أَجِبُّ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرۃ: 187) یعنی میں توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ اس اقرار کو جائز قرار دیتا ہے جو کہ سچے دل سے توبہ کرنے والا کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس قسم کا اقرار نہ ہوتا تو پھر توبہ کا منظور ہونا ایک مشکل امر تھا۔ سچے دل سے جو اقرار کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر خدا تعالیٰ بھی اپنے تمام وعدے پورے کرتا ہے جو اس نے توبہ کرنے والوں کے ساتھ کئے ہیں اور اسی

وقت سے ایک نور کی تجلی اس کے دل میں شروع ہو جاتی ہے جب انسان یہ اقرار کرتا ہے کہ میں تمام گناہوں سے بچوں گا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔“

(خطبہ جمعہ 28 اکتوبر 2005ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکات سے کما حقہ فیض اٹھانے والا بنائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1116﴾

﴿30﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)  
(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ- أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۚ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۗ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ- (البقرہ: 184-185)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو ایک جگہ پر کچھ لوگوں کی بھیڑ اور ایک شخص پر سایہ کیا ہوا دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا روزہ دار ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا:  
سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 1946)

وہی اُس کے مُقَرَّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں  
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو  
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

سامعین کرام آہیں! اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

کیا چاند کی رویت ضروری ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ان ملکوں میں جو مغربی ممالک ہیں، یورپین ممالک ہیں نہ ہی حکومت کی طرف سے کسی رویت ہلال کا انتظام ہے اور نہ ہی اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم چاند نظر آنے کے واضح امکان کو سامنے رکھتے ہوئے روزے شروع کرتے ہیں اور عید کرتے ہیں۔ ہاں اگر ہمارا اندازہ غلط ہو اور چاند پہلے نظر آجائے تو پھر عاقل بالغ گواہوں کی گواہی کے ساتھ، مومنوں کی گواہی کے ساتھ کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے پہلے بھی رمضان شروع کیا جا سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ جو ایک چارٹ بن گیا ہے اس کے مطابق ہی رمضان شروع ہو۔ لیکن واضح طور پر چاند نظر آنا چاہئے۔ اس کی رویت ضروری ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہم ضرور غیر احمدی مسلمانوں کے اعلان پر بغیر چاند دیکھے روزے شروع کر دیں اور عید کر لیں یہ چیز غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو اپنی ایک کتاب سرمہ چشم آریہ میں بھی بیان فرمایا۔ حساب کتاب کو یا اندازے کو رد نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک سائنسی علم ہے لیکن رویت کی فوقیت بیان فرمائی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 3/ جون 2016ء)

مسافر اور مریض

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو تو پھر ان دنوں میں روزے نہ رکھو اور یہ روزے دوسرے دنوں میں جب سہولت ہو پورے کر لو۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ اس وقت چونکہ تمام گھر والے روزے رکھ رہے ہیں جیسے کہ میں نے پہلے بھی کہا، اٹھنے میں آسانی ہے، زیادہ تر ڈڈ نہیں کرنا

پڑتا، جیسے تیسے روزے رکھ لیں، بعد میں کون رکھے گا۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے۔ بات وہی ہے کہ اصل بنیاد تقویٰ پر ہے، حکم بجالانا ہے، حکم یہ ہے کہ تم مریض ہو یا سفر میں ہو، قطع نظر اس کے کہ سفر کتنا ہے، جو سفر تم سفر کی نیت سے کر رہے ہو وہ سفر ہے اور اس میں روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دو تین کو اس کا سفر بھی سفر ہے اگر سفر کی نیت سے ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں برداشت ہے، ہم برداشت کر سکتے ہیں تو ایسے لوگوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت میں رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہیے۔ میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اُس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے۔ (مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ) اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔ میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔ چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں اور میں نے روزہ نہیں رکھا۔“ (الحکم جلد 11 نمبر 4 بتاریخ 31 جنوری 1907ء) پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ”جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام کے روزے رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی شخص نجات حاصل کر سکتا۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے۔ اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا“ (البدربتاریخ 17 اکتوبر 1907ء)

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”ایسے لوگ جو اس لئے کہ گھر میں آج کل روزہ رکھنے کی سہولت میسر ہے روزہ رکھ لیتے ہیں ان کو اس ارشاد کے مطابق یاد رکھنا چاہیے کہ نیکی یہی ہے کہ روزے بعد میں پورے کئے جائیں اور وہ روزے نہیں ہیں جو اس طرح زبردستی رکھے جاتے ہیں۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 424)

روزے میں سفر نہ کرنے کی کیا حد ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”بات وہی ہے کہ اصل بنیاد تقویٰ پر ہے، حکم بجالانا ہے، حکم یہ ہے کہ تم مریض ہو یا سفر میں ہو، قطع نظر اس کے کہ سفر کتنا ہے، جو سفر تم سفر کی نیت سے کر رہے ہو وہ سفر ہے اور اس میں روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دو تین کوس کا سفر بھی سفر ہے اگر سفر کی نیت سے ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 742)

نیکی زبردستی اپنے آپ کو تکلیف دینے کا نام نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ضرورت سے زیادہ سختی اپنے اوپر وارد کرتے ہیں یا وارد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کل کا سفر کوئی سفر نہیں ہے اس لئے روزہ رکھنا جائز ہے۔ آپ نے یہی وضاحت فرمائی ہے کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ زبردستی اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا جائے بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی جائے اور اپنی طرف سے تاویلیں اور تشریحیں نہ بنائی جائیں۔ جو واضح حکم ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے اور یہ بڑا واضح حکم ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ تو برکت اسی میں ہے کہ تعمیل کی جائے نہ کہ زبردستی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے۔ ایک روایت میں آتا ہے: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے رمضان کے مہینے میں سفر کی حالت میں روزہ اور نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھو۔ اس پر اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں

روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا اَنْتَ اَقْوَى اَمِ اللّٰہِ؟ یعنی تو زیادہ طاقتور ہے یا اللہ؟ یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مریضوں اور مسافروں کے لئے رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کو بطور صدقہ ایک رعایت قرار دیا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ تم میں سے کسی کو کوئی چیز صدقہ دے پھر وہ اس چیز کو صدقہ دینے والے کو واپس لوٹا دے۔ تو یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ مل رہا ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 745-746)

فرمایا:

”ایسے لوگ جو اس لئے کہ گھر میں آج کل روزہ رکھنے کی سہولت میسر ہے روزہ رکھ لیتے ہیں ان کو اس ارشاد کے مطابق یاد رکھنا چاہیے کہ نیکی یہی ہے کہ روزے بعد میں پورے کئے جائیں اور وہ روزے نہیں ہیں جو اس طرح زبردستی رکھے جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ایک سفر پر تھے۔ آپ نے لوگوں کا ہجوم دیکھا اور ایک آدمی پر دیکھا کہ سایہ کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا ہے؟“۔ انہوں نے کہا کہ یہ شخص روزہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔“ (بخاری کتاب الصوم باب قول النبی لمن ظلل علیہ واشتد...)

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 425-426)

معمول کے مسافر کے لئے روزہ کا حکم

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”جن کا روزانہ کا معمول سفر ہے وہ مسافر شمار نہیں ہوتے لیکن جو طاقت رکھتے ہیں ان کے لیے اور اگر عارضی طور پر بعض مجبوریوں کی وجہ سے تم روزہ نہیں رکھ سکتے مثلاً کوئی ہنگامی سفر آگیا ہے، کوئی ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے روزے رکھنا مشکل ہے تو فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اٰخَرَ۔ پھر دوسرے دنوں میں یہ تعداد پوری کرو۔ پس کسی کو یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ میں بیمار ہو گیا ہوں یا سفر آگیا ہے تو اس رعایت کی وجہ سے کہ ان دنوں میں روزے نہ رکھو ایسی حالت میں روزے معاف ہو گئے ہیں۔ اگر ایمان میں ترقی چاہتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو تو جب صحت ہو جائے یا جو

روزے ہنگامی سفر کی وجہ سے ضائع ہوئے ہیں، چھوڑے گئے ہیں، انہیں رمضان کے بعد پورا کرنا ضروری ہے اور یہی ایک متقی کی نشانی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو سہولت دی ہے اس سہولت سے فائدہ کا جو اس وقت تک ہے جب تک وہ حالت قائم ہے جس کی وجہ سے سہولت ملی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ بیماری بھی ایسی ہو، حقیقی تکلیف دہ بیماری ہو جس کی وجہ سے روزہ رکھنا مشکل ہو، بہانے نہ ہوں۔ جس طرح جن لوگوں کا کام ہی سفر ہے مثلاً ڈرائیور ہے یا کاروبار کے لیے یا ملازمت کی وجہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا ہے لمبا سفر کرنا پڑتا ہے، تو ان کے لیے سفر نہیں ہے۔ یہ میں اس لیے کھول کر بتا رہا ہوں کہ ایک طبقے میں خاص طور پر جن ملکوں میں موسم کی شدت ہوتی ہے بلا وجہ روزے نہ رکھنے کا جواز تلاش کیا جاتا ہے۔“

(خطبات مسرور جلد پنجم صفحہ 382)

### سفر میں روزے

سامعین! حضور انور سے ایک دوست نے مسافر کے لئے رمضان کے روزوں کی رخصت کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بعض ارشادات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کر کے ان کی باہم تطبیق کی بابت راہنمائی چاہی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 11 جون 2019ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: ”آپ کے خط میں بیان دونوں قسم کے ارشادات میں کوئی تضاد نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ دونوں ہی کا قرآن کریم کے واضح حکم کی روشنی میں یہی ارشاد ہے کہ مسافر اور مریض کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اور اگر کوئی شخص بیماری میں یا سفر کی حالت میں روزہ رکھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے واضح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔“

جہاں تک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد ”روزہ میں سفر ہے۔ سفر میں روزہ نہیں“ کا تعلق ہے تو اگر اس سارے خطبہ کو غور سے پڑھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور دراصل اس میں مختلف مثالیں بیان فرما کر سمجھا رہے ہیں کہ ایسا سفر جو باقاعدہ تیاری کے ساتھ، سامان سفر باندھ کر سفر کی نیت سے

کیا جائے وہ سفر خواہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اس میں شریعت روزہ رکھنے سے منع کرتی ہے۔ لیکن ایسا سفر جو سیر کی غرض سے یا کسی Trip اور Enjoyment کیلئے کیا جائے، وہ روزہ کے لحاظ سے سفر شمار نہیں ہو گا اور اس میں روزہ رکھا جائے گا۔ چنانچہ سفر میں روزہ رکھنے کے بارہ میں آپ کے دیگر ارشادات بھی آپ کے اسی نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔“

(الفضل آن لائن۔ لندن 13 اپریل 2021ء)

سحری کھانے میں برکت ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”اسی طرح سحری کھانے کا معاملہ ہے۔ سحری کھا کر روزہ رکھنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب برکت السحور... الخ حدیث 1923)۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ خود بھی اور جو اپنے جماعت کے احباب افراد تھے ان کو بھی کہا کرتے تھے کہ سحری ضروری ہے۔ اسی طرح جو مہمان قادیان میں آیا کرتے تھے ان کے لئے بھی سحری کا باقاعدہ انتظام ہوا کرتا تھا بلکہ بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا۔“

(خطبہ جمعہ 3 جون 2016ء)

سحری کے آداب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

”بعض لوگ سحری نہیں کھاتے، عادتاً نہیں کھاتے یا اپنی بڑائی جتانے کے لیے نہیں کھاتے اور اٹھ پہرے روزے رکھ رہے ہوتے ہیں ان کے لیے بھی حکم ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ”سحری کھایا کرو سحری کھانے میں برکت ہے۔“

”پھر یہ کہ سحری کا وقت کب تک ہے؟ ایک تو یہ کہ جب سحری کھا رہے ہوں تو جو بھی لقمہ یا چائے جو آپ اس وقت پی رہے ہیں، آپ کے ہاتھ میں ہے اس کو مکمل کرنے کا ہی حکم ہے۔ روایت آتی ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی اذان سن لے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے یہاں تک کہ اپنی ضرورت پوری کر لے یعنی وہ جو کھا رہا ہے وہ مکمل کر لے۔ پھر بعض دفعہ غلطی لگ جاتی ہے اور پتہ نہیں لگتا کہ روزے کا وقت ختم ہو گیا ہے اور بعض دفعہ چند منٹ اوپر چلے جاتے ہیں تو اس صورت میں کیا یہ روزہ جائز ہے یا نہیں۔ تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ابھی روزہ رکھنے کا وقت ہے اور میں نے کچھ کھا کے روزہ رکھنے کی نیت کی لیکن بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو گئی تھی اب میں کیا کروں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا۔ دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں صرف غلطی لگ گئی اور چند منٹوں کا فرق پڑ گیا۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 429)

فرمایا:

”اسی طرح سحری کھانے کا معاملہ ہے۔ سحری کھا کر روزہ رکھنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب یرکة السحور... الخ حدیث 1923)۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ خود بھی اور جو اپنے جماعت کے احباب افراد تھے ان کو بھی کہا کرتے تھے کہ سحری ضروری ہے۔ اسی طرح جو مہمان قادیان میں آیا کرتے تھے ان کے لیے بھی سحری کا باقاعدہ انتظام ہوا کرتا تھا بلکہ بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا۔

اس بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کرتے ہیں کہ منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں قادیان میں مسجد مبارک سے ملحق کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔ میں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے۔ آپ نے سحری کھاتے دیکھ کر فرمایا کہ آپ دال سے روٹی کھاتے ہیں؟ (سحری کے وقت دال روٹی کھا رہے

تھے) اور اسی وقت منتظم کو بلوایا اور فرمانے لگے کہ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہاں ہمارے جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں نہیں (ہیں۔ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ روزے رکھ رہے ہیں۔) ہر ایک سے معلوم کرو کہ ان کو کیا کیا کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری کو کیا کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ ویسا ہی کھانا ان کے لیے تیار کیا جائے۔ پھر منتظم میرے لیے اور کھانا لایا مگر میں کھا چکا تھا اور اذان بھی ہو گئی تھی۔ حضور نے فرمایا کھالو۔ اذان جلدی دی گئی ہے۔ اس کا خیال نہ کرو۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 3 جون 2016ء)

گزشتہ سال ایک دوست کو میں نے کہا تھا کہ آپ زیادہ دیر تک سحری کھاتے رہتے ہیں۔ اس بات پر انہوں نے شاید میری بات سن کے دوبارہ روزے رکھ لیے۔ لیکن اگر یہ وقت جو تھا اس وقت سے آگے نہیں لے کر گئے تھے پھر تو ٹھیک ہے۔ روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا اور اب بھی ہر ایک جائزہ لے سکتا ہے۔ یہاں تو اذانیں نہیں ہوتیں۔ صبح صادق کو دیکھنا ضروری ہے۔ جب پوچھتی ہے یعنی جب دھاری نمودار ہوتی ہے تو اس وقت تک سحری کھائی جاسکتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 3 جون 2016ء)

### افطاری کے آداب

”افطاری میں جلدی کرنے کے بارہ میں حکم آتا ہے۔ ابی عطیہ نے بیان کیا کہ میں اور مسروق حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور پوچھا اے ام المومنین! حضورؐ کے صحابہ میں سے دو صحابی ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی نیکی اور خیر کے حصول میں کوتاہی کرنے والا نہیں لیکن ان میں سے ایک تو افطاری میں جلدی کرتے ہیں اور نماز بھی جلدی پڑھتے ہیں۔ یعنی نماز کے پہلے وقت میں پڑھ لیتے ہیں اور دوسرے افطاری اور نمازوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ ان میں سے کون جلدی کرتا ہے تو بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ لیکن افطاری میں جلدی کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کا تعین کس طرح ہو گا اس بارہ میں یہ حدیث وضاحت کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ غروب آفتاب کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو افطاری لانے کو کہا۔ اس شخص نے عرض کی کہ حضور! ذرا تارکی ہو لینے

دیں۔ آپ نے فرمایا: افطاری لاؤ۔ اس نے پھر عرض کی کہ حضورؐ ابھی تو روشنی ہے۔ حضور نے فرمایا افطاری لاؤ۔ وہ شخص افطاری لایا تو آپ نے روزہ افطار کرنے کے بعد اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم غروب آفتاب کے بعد مشرق کی طرف سے اندھیرا اٹھتا دیکھو تو افطار کر لیا کرو۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 429-430)

### سحری اور افطاری کے متعلق ہدایت

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اصل مقصد تو تقویٰ پیدا کرنا ہے اگر یہ نہیں تو روزے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ آج کل تو مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد میں بھوکا رہنے والی بات بھی نہیں رہی۔ اکثر خاص طور پر جو امیر لوگ ہیں سحری بھی بڑے اہتمام سے کھاتے ہیں اور افطاری بھی بڑے اہتمام سے کرتے ہیں۔ ہاں بیچارہ غریب ہے جسے سحری اور افطاری بھی بڑی مشکل سے میسر آتی ہے لیکن ان کا بھی روزے میں بھوک کے ساتھ پانی پینے سے رکنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں تب مقبول ہو گا جب تقویٰ کے راستوں کی بھی تلاش کریں گے۔ اپنی عبادتوں کو سنوارنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں یہ بھی بیان کر دوں کہ امیروں کو چاہیے کہ اپنے علاقے کے غریبوں کی رمضان میں خاص طور پر خبر گیری کریں۔ افطاریوں میں صرف امراء کو ہی جمع کر کے افطاریوں سے لطف اندوز نہ ہوں بلکہ غریبوں کی افطاریوں کا بھی انتظام کریں اور یہ جو دعوتوں کے رنگ میں بڑی بڑی افطاریاں ہوتی ہیں، ان کے حق میں تو ویسے بھی میں نہیں۔ یہ اب دکھاوے اور بدعت کا رنگ اختیار کر گئی ہیں۔

رمضان میں تو قرآن کریم کے پڑھنے، پڑھانے، سننے، سنانے کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے۔ ذکر الہی کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے۔ عبادت کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے لیکن بجائے اس کے ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ مختلف قسم کے کام کر رہے ہیں وہ اپنے کاموں سے آکر افطاریوں کی دعوتیں کھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور جنہوں نے افطاریوں کی دعوت کی ہوتی ہے وہ بھی اس طرف توجہ دینے کی بجائے کہ قرآن و حدیث پڑھیں، ذکر الہی کریں، عبادت کی طرف توجہ دیں اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ کس

طرح اچھے سے اچھا انتظام ہو، افطاری کا سامان ہو، کیسی اچھے سے اچھی افطاری تیار ہو تاکہ ان کی واہ واہ ہو کہ افطاری میں بہت کمال کر دیا۔ تو یہ چیزیں رمضان کا مقصد نہیں ہیں۔ یہ تو تقویٰ سے ڈور لے جانے والی باتیں ہیں۔

پس ڈھال سے فائدہ اٹھانے کے لیے ڈھال کا صحیح استعمال کرنا بھی ضروری ہے ورنہ شیطان تو دائیں بائیں، آگے پیچھے سے حملہ کرے گا، کس طرح بچائیں گے؟ اور پھر یہ شیطان انسان کو کاری زخم لگا کر زخمی بھی کر سکتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ رمضان میں روزے کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ تقویٰ جو اصل مقصود ہے اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔“

(خطبہ جمعہ 15 مارچ 2024ء)

روزے کے دوران بھول کر کھاپی لیا جائے؟

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بعض دفعہ روزے کے دوران انسان بھول جاتا ہے کہ روزہ ہے اور کچھ کھا لیتا ہے۔ اس بارہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزہ کی حالت میں بھول کر کھاپی لے، وہ اپنے روزہ کو پورا کرے، اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے، یہ روزہ ٹوٹا نہیں ہے اس کو پورا کرے۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 430)

ایسے علاقوں میں سحری اور افطاری کے اوقات کی بابت ہدایت جن میں دن بائیس یا تیس گھنٹے کے ہوتے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”بعض ممالک جہاں آجکل بائیس تیس گھنٹے کا دن ہے اور صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کی رات ہے وہ بھی رات نہیں بلکہ روشنی ہی رہتی ہے یا جھٹ پٹے کا وقت رہتا ہے اس لیے وہاں کی جماعتوں کو بتادیا گیا ہے کہ وقت کے اندازے کے مطابق اپنی سحری اور افطاری کے وقت مقرر کر لیں جو آج کل اکثر جگہ قریبی ملکوں کے اوقات پر محمول کر کے یا ان کے اوقات کا اندازہ رکھتے ہوئے تقریباً اٹھارہ انیس گھنٹے کا روزہ ہو گا۔ ان ملکوں میں اگر اس طرح نہ کیا جائے تو سحری اور افطاری کا کوئی وقت ہی نہیں ہو گا۔ نہ تہجد پڑھی جاسکے گی نہ

ہی عشاء اور فجر کی نمازوں کے اوقات معین ہو سکیں گے۔ بہر حال ان علاقوں میں جو جماعتیں ہیں وہ اس کے مطابق عمل کرتی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 3 جون 2016ء)

روزہ کے دوران منہ میں الاچھی رکھنا، دانتوں کو برش کرنا اور عورت کا ہنڈیا کا نمک چیک کرنے کی بابت ہدایت

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”روزہ کی حالت میں الاچھی چبانا اگرچہ اسے اندر نلگنے کی بجائے تھوک ہی دیا جائے پھر بھی روزہ کے منافی ہے۔ اس لیے اس کی بالکل اجازت نہیں۔ حکماء کہتے ہیں کہ الاچھی کا دانہ منہ میں رکھنے سے پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ اس سوال کی جو یہ وجہ بتائی گئی کہ منہ سے بو آتی ہے تو حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ ہاں ایک حد تک مسواک یا آجکل برش وغیرہ سے دانتوں کی صفائی ہو سکتی ہے اور کرنی بھی چاہیے۔ اور احتیاط کے ساتھ ٹوتھ پیسٹ بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کو یہ اندیشہ ہو کہ ٹوتھ پیسٹ حلق کے اندر چلی جائے گی تو انہیں اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ بلکہ زیادہ بہتر ہے کہ صبح سحری کے وقت پیسٹ کر لی جائے اور باقی دن خالی برش سے دانت صاف کیے جائیں۔ خاتون کے ہنڈیا کا نمک چیک کرنے کے لیے زبان پر تھوڑا سا سالن رکھ کر تھوکنے کی بات بھی درست نہیں۔ قرآن کریم اور مستند حدیث میں اس کی کوئی سند نہیں ملتی۔ فقہاء میں سے اکثر نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں جو کہا جاتا ہے کہ خاوند کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے۔ تو یاد رکھنا چاہیے کہ روزہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔ خاوند جیسا بھی ہو اس کی سخت یا نرم طبیعت سے شریعت نہیں بدل سکتی۔“

(اخبار احمدیہ ماہ اپریل 2020ء صفحہ 11-12)

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام ہدایات پر عمل کرتے ہوئے روزے رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: سلیم اکبر)



﴿مشاہدات-1117﴾

﴿31﴾

## ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهِ فِدْيَةٌ

طَعَامٍ مَّسْكِينٍ ۚ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۗ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185)

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب رات آجائے اور دن چلا جائے یعنی سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ کھول لینا چاہیے۔

(حدیقتہ الصالحین حدیث 274 صفحہ 314)

کوئی	اس	پاک	سے	جو	دل	لگاوے
کرے	پاک	آپ	کو	تب	اس	کو پاوے
پسند	آتی	ہے	اس	کو	خاکساری	
تذلل	ہی	رہ	درگاہ	باری		

سامعین کرام! اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

## اعتکاف شروع کرنے کی تاریخ

حضور ایدہ اللہ نے ایک دوست کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا:

”آپ نے اعتکاف شروع کرنے کی تاریخ کے بارہ میں سوال اٹھایا ہے۔ مرکز میں تو ہمیشہ سے یہ طریق رہا ہے کہ لوگ 20 رمضان کی صبح سے لے کر عصر کے بعد تک بیٹھے رہے ہیں۔ آجکل چونکہ رمضان کی تاریخوں کا پہلے ہی واضح طور پر پتہ لگ جاتا ہے اور اعتکاف میں دس دن پورے کرنے بھی ضروری ہوتے ہیں اس لئے انتظامیہ سہولت کے مطابق فیصلہ کر لیتی ہے اور 20 کی عصر کے بعد بھی بیٹھیں تو 10 دن تو پورے ہو ہی جاتے ہیں۔“

(خط بنام مکرم ناز احمد ناصر صاحب محررہ 26/ اگست 2011ء)

## معتکف کو ہدایات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اعتکاف کس طرح بیٹھنا چاہئے، بیٹھنے والوں اور دوسروں کے لئے کیا کیا پابندیاں ہیں روایت میں آتا ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا، نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سننے کے لئے قراءت بالظہر نہ کرو۔“

(خطبہ جمعہ 29/ اکتوبر 2004ء)

## اعتکاف کا طریق اور اس بابت بعض اہم مسائل

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کے بارے میں فرمایا:

”پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ اعتکاف رمضان کی ایک نقلی عبادت ہے۔ اس لیے جگہ کی مناسبت سے، اس کی گنجائش کے مطابق جو مرکزی مساجد ہیں ان میں یا جو بھی اپنے شہر کی مسجد ہو اس میں بھی حالات کے مطابق اعتکاف بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا زور ہوتا ہے کہ ہم نے ضرور اعتکاف بیٹھنا ہے اور فلاں مسجد میں ہی ضرور بیٹھنا ہے۔ مثلاً ربوہ میں مسجد مبارک میں یا مسجد اقصیٰ میں بیٹھنا ہے یا یہاں مسجد

فضل میں بیٹھنا ہے یا مسجد بیت الفتوح میں بیٹھنا ہے۔ اور پھر اس کے لیے زور بھی دیا جاتا ہے، خطبہ خط لکھے جاتے ہیں اور سفارش کرنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں۔ تو یہ طریق غلط ہے۔ دعا کی قبولیت تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو کہیں بھی ہو سکتی ہے۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ جو اعتکاف بیٹھیں گے ان کو لیلۃ القدر حاصل ہوگی اور باقیوں کو نہیں ہوگی۔ کسی خاص جگہ سے تو مخصوص نہیں ہے ہاں بعض جگہوں کی ایک اہمیت ہے اور ان کے قرب کی وجہ سے بعض دفعہ جذبات میں خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ سوچ بہر حال غلط ہے کہ ہم نے فلاں جگہ ضرور بیٹھنا ہے۔ بعض دفعہ لوگوں کو صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ پچھلے سال فلاں بیٹھا تھا اس لیے اس سال ہمیں باری دی جائے۔ یا اس سال ہم نے ضرور بیٹھنا ہے۔ یہ دیکھا دیکھی والی بات ہو جاتی ہے۔ نیکیوں میں بڑھنے والی بات نہیں رہتی۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 779-780)

دوران اعتکاف بلند آواز سے تلاوت کرنا مناسب نہیں جبکہ دیگر معتکفین بھی ہوں

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”آپ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اعتکاف کس طرح بیٹھنا چاہیے، بیٹھے والوں اور دوسروں کے لیے کیا کیا پابندیاں ہیں روایت میں آتا ہے کہ ”آپ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، آپ کے لیے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا، نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سنانے کے لیے قراءت باہر نہ کرو۔“ (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 67)۔ یعنی مسجد میں اور بھی لوگ اعتکاف بیٹھے ہوں گے اس لیے فرمایا معتکف اپنے اللہ سے راز و نیاز کر رہا ہوتا ہے، دعائیں کر رہا ہوتا ہے۔ قرآن شریف بھی اگر تم نماز میں پڑھ رہے ہو یا ویسے تلاوت کر رہے ہو تو اونچی آواز میں نہ کرو تاکہ دوسرے ڈسٹرب نہ ہوں۔ بلکہ آواز میں تلاوت کرنی چاہیے۔ سوائے اس کے کہ اب مثلاً جماعتی نظام کے تحت بعض مساجد میں خاص وقت کے لیے درسوں کا انتظام ہوتا ہے۔ وہ ایک جماعتی نظام کے تحت ہے اس کے علاوہ ہر ایک معتکف کو نہیں چاہیے کہ اونچی آواز میں تلاوت بھی کرے یا نماز ہی پڑھے۔ کیونکہ اس طرح دوسرے ڈسٹرب ہوتے ہیں۔ تو یہ ہیں احتیاطیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں۔“ (خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 781)

### دوران اعتکاف معتکفین کو دعا کی پرچیاں دینا؟

”معتکف کے لیے بڑی تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے کہ وہ اپنی عبادت میں مصروف ہوتا ہے پردہ کے لیے ایک چادر ہی ٹانگی ہوتی ہے۔ نا۔ پردہ کے پیچھے سے ایک ہاتھ اندر داخل ہوتا ہے جس میں مٹھائی اور ساتھ پرچی ہوتی ہے کہ میرے لیے دعا کرو یا نمازی سجدے میں پڑا ہوا ہے اوپر سے پردہ خالی ہوتا ہے تو اوپر سے کاغذ آکر اس کے اوپر گر جاتا ہے (ساتھ نام ہوتا ہے) کہ میرے لیے دعا کرو۔ یا ایک پُر اسرار آواز پردے کے پیچھے سے آتی ہے آہستہ سے کہ میں فلاں ہوں میرے لیے دعا کرو۔ یہ سب غلط طریقے ہیں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 781-782)

### مساجد میں معتکفین کے لیے افطاریوں کی بابت ہدایات

”شام کو افطاریوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ افطاریاں بڑی بڑی آتی ہیں ٹرے لگ کے، بھر کے، جو معتکف تو کھا نہیں سکتا لیکن مسجد میں ایک شور بھی پڑ جاتا ہے اور گند بھی ہو رہا ہوتا ہے۔ اور پھر جو لوگ افطاریاں بھیج رہے ہوتے ہیں۔ بعض بڑے فخر سے بتاتے بھی ہیں کہ آج میں نے افطاری کا انتظام کیا ہوا تھا، کیسی تھی؟ کیا تھا؟ یا دوسروں کو بتا رہے ہیں کہ یہ کچھ تھا۔ میری افطاری بڑی پسند کی گئی۔ پھر اگلے دن دوسرا شخص اس سے بڑھ کر افطاری کا اہتمام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو یہ سب فخر و مہابت کے زمرے میں چیزیں آتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ خدمت کی جائے یہ دکھاوے کی چیزیں بن جاتی ہیں۔ اس لیے یا تو اعتکاف بیٹھنے والا، اپنے گھر سے سحری اور افطاری منگوائے یا جماعتی نظام کے تحت مہیا ہو۔ ناموں کے ساتھ ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ افطاریاں آنی غلط طریق کار ہے۔ یہ کہیں بھی جماعت کی مساجد میں نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس سے آگے اور بدعتیں بھی پھیلتی چلی جائیں گی۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 782)

اعتکاف کے دوران دنیوی امور کی بابت گفت و شنید؟

سامعین! بعض لوگ اعتکاف کے دوران بھی اپنے دنیوی کاموں میں مصروف رہتے ہیں یا آجکل کے حالات کے مطابق اپنے موبائل کا فون کا استعمال کرتے ہیں اس بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بعض لوگ اعتکاف بیٹھ کر بھی کچھ وقت کے لیے دنیا داری کے کام کر لیتے ہیں۔ مثلاً بیٹے کو کہہ دیا، یا اپنے کام کرنے والے کارندے کو کہہ دیا کہ کام کی رپورٹ فلاں وقت مجھ کو دے جایا کرو۔ کاروباری مشورے لینے ہوں تو فلاں وقت آجایا کرو کاروباری مشورے دیا کروں گا۔ یہ طریق بھی غلط ہے۔ سوائے اشد مجبوری کے یہ کام نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارے میں سوال ہوا کہ آدمی جب اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار سے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ سخت ضرورت کے سبب کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لیے اور حوائج ضروریہ کے واسطے باہر جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ سخت ضرورت کے تحت۔ یہ نہیں ہے کہ جیسا میں نے پہلے کہا کہ روزانہ کوئی وقت مقرر کر لیا، فلاں وقت آجایا کرو اور بیٹھ کر کاروباری باتیں ہو جایا کریں گی۔ اگر اتفاق سے کوئی ایسی صورت پیش آگئی ہے کسی سرکاری کاغذ پر دستخط کرنے ہیں، تاریخ گزر رہی ہے یا کسی ضروری معاہدے پر دستخط کرنے ہیں، تاریخ گزر رہی ہے یا اور کوئی ضروری کاغذ ہے، ایسے کام تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہر وقت، روزانہ نہیں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 782-783)

کیا معتکف بیمار کی عیادت کے لیے جاسکتا ہے؟

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت کے لیے جاسکتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نہیں نکلتا چاہیے۔ یہ بھی عین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق ہے۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پر سی کے لیے جاتے اور آپ اعتکاف میں ہوتے۔ پس آپ قیام کیے بغیر اس کا حال پوچھتے۔“ (ابوداؤد۔ کتاب الصیام باب المعتکف

یعود السریض) پھر اسی طرح ابن عیینی کی ایک ایسی ہی روایت ہے۔ تو تیمار داری جائز ہے لیکن کھڑے کھڑے گئے اور آگئے۔ یہ نہیں کہ وہاں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنا شروع کر دیا یا باتیں بھی شروع ہو گئیں۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے (وہاں مدینے میں بڑے قریب قریب گھر بھی تھے) کہ قریب گھر ہوں اور کسی خاص بیمار کو آپ نے پوچھنا ہو، اگر ہر بیمار کے لیے اور ہر قریب کے لیے، بہت سارے تعلق والے ہوتے ہیں آپ جانے لگ جائیں تو پھر مشکل ہو جائے گا اور یہاں فاصلے بھی دور ہیں، مثلاً جائیں تو آنے جانے میں ہمیں دو گھنٹے لگ جائیں۔ اور اگر ٹریفک میں پھنس جائیں تو اور زیادہ دیر لگ جائے گی۔ یہ قریب کے گھروں میں پیدل جہاں تک جاسکیں اس کی اجازت ہے، ویسے بھی جانے کے لیے جو جماعتی نظام ہے وہاں سے اجازت لینی ضروری ہے۔ یہ میں باتیں اس لیے کر رہا ہوں کہ بعض لوگ اس قسم کے سوال بھیجتے ہیں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 783-784)

معتکف کس قسم کی حوائج ضروریہ کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے؟

فرمایا:

”ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے۔ میں ان کی ملاقات کو رات کے وقت گئی اور میں نے آپ سے باتیں کیں جب میں اٹھی اور لوٹی تو آپ بھی میرے ساتھ اٹھے۔ حضرت صفیہؓ کا گھرانہ دنوں اسامہ بن زیدؓ کے مکانوں میں تھا۔ راستے میں انصاری ملے۔ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے۔ آپ نے (ان انصاریوں کو) فرمایا کہ اپنی چال سے چلو۔ یہ صفیہ بنت خبیؓ ہے۔ ان دونوں نے یہ سن کر کہا سبحان اللہ یارسول اللہ! ہمارا ہر گز ایسا گمان آپ کے بارے میں نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا: نہیں، شیطان خون کی طرح آدمی کی ہر رگ میں حرکت کرتا ہے۔ مجھے خوف ہوا کہ میں شیطان تمہارے دل میں بڑی بات نہ ڈال دے۔“ (ابوداؤد کتاب الصیام باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ) تو آپ نے اس میں شیطانی وسوسے کو دُور کرنے کی کوشش فرمائی۔ بتا دیا کہ یہ حضرت صفیہ ہیں، ازواجِ مطہرات میں سے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر کچھ دُور تک چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ اگر مسجد میں حوائج ضروریہ کا

انتظام نہیں ہے، غسل خانوں وغیرہ کی سہولت نہیں ہے تو اگر گھر قریب ہے تو وہاں بھی جایا جاسکتا ہے۔  
 آج کل تو ہر مسجد کے ساتھ انتظام موجود ہے اس لیے کوئی ایسی دقت نہیں ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 784)

### معتکف کا مسجد کے صحن میں ٹہلنا

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”کچھ وقت کے لیے مسجد کے صحن میں یا باہر ٹہلنے کی ضرورت محسوس ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیٹھے تھے، خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر عباد اللہ صاحب ان دنوں میں اعتکاف بیٹھے تھے تو آپ نے ان کو فرمایا کہ: ”اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جائے ہی نہ (مسجد کی) چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں۔ کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے۔“ وہاں تو ہیٹنگ (Heating) کا سسٹم نہیں ہوتا تھا۔ سردیوں میں لوگ دھوپ میں بیٹھتے ہیں، پتہ ہے ہر ایک کو ”اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہیے اور یوں تو ہر ایک کام (مومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔“ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 587-588) تو مومن بن کے رہیں تو کوئی ایسا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 784-785)

دوران اعتکاف اپنی حالت سنوار کے رکھنا اور مناسب خوبصورتی اختیار کرنا مناسب ہے

”حضرت عائشہؓ سے مروی کہ رسول اللہؐ جب اعتکاف فرماتے تو آپ سر میرے قریب کر دیتے تو میں آپ کو کنگھی کر دیتی اور آپ گھر صرف حوائج ضروریہ کے لیے آتے۔“ (ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ) تو بعض لوگ اتنے سخت ہوتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ اعتکاف میں اگر عورت کا، بیوی کا ہاتھ بھی لگ جائے تو پتہ نہیں کتنا بڑا گناہ ہو جائے گا اور دوسرے یہ کہ حالت ایسی بنالی جائے، ایسا بگڑا ہوا حلیہ ہو کہ چہرے پر جب تک سنجیدگی طاری نہ ہو، حالت بھی بُری نہ ہو اس وقت تک لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ دوسروں کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ یہ آدمی عبادت کر رہا ہے۔ تو یہ غلط طریق کار ہے۔ تو یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اعتکاف میں اپنی حالت بھی سنوار کے رکھنی چاہیے اور تیار ہو کے رہنا چاہیے۔

اور دوسرے یہ کہ بیوی یا کسی محرم رشتے دار سے اگر آپ سر پر تیل لگوا لیتے ہیں یا کنکھی کروا لیتے ہیں اس وقت جب وہ مسجد میں آیا ہو تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 785)

کیا بغیر روزہ کے اور مسجد کے باہر اعتکاف بیٹھا جاسکتا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے دو مکتوبات میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ فرمایا:

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا اعتکاف روزوں کے ساتھ ہی فرمایا کرتے تھے۔ اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ السُّنَّةُ عَلَيَّ الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُوذَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَسَّسَ امْرَأَةً وَلَا يُبَايِعَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافٍ إِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اعْتِكَافٍ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب الْمُعْتَكِفِ يَعُوذُ الْمَرِيضُ) یعنی سنت یہ ہے کہ معتکف کسی مریض کی عیادت اور نماز جنازہ کے لیے مسجد سے باہر نہ جائے اور بیوی کو (شہوت کے ساتھ) نہ چھوئے اور نہ اس کے ساتھ مباشرت کرے اور سوائے انسانی ضرورت (قضائے حاجت وغیرہ) کے کسی اور ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نہ نکلے اور روزوں کے بغیر اعتکاف درست نہیں اور جامع مسجد کے سوا کسی اور جگہ اعتکاف درست نہیں۔

پس مسنون اعتکاف کے بارے میں صحابہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء و فقہاء کا یہی موقف ہے کہ اس کے لیے روزے رکھنے ضروری ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دن مسجد میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب اعْتِكَافِ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ)۔ باقی جہاں تک رمضان کے مسنون اعتکاف کے علاوہ عام اعتکاف کرنے یا کسی نذر کا اعتکاف کرنے کی بات ہے تو ایسا اعتکاف روزے کے بغیر بھی کیا جاسکتا ہے اور یہ اعتکاف چند دنوں یا چند گھنٹوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک رات کے لیے مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر کو پورا کرو۔ (سنن ترمذی کتاب النذور والایمان باب مَا جَاءَ فِي وَفَاءِ النَّذْرِ)

پس خلاصہ کلام یہ کہ رمضان کا مسنون اعتکاف روزوں کے ساتھ، رمضان کے آخری دس دنوں میں مسجد میں ہو سکتا ہے۔ جبکہ رمضان کے علاوہ عام اعتکاف روزوں کے بغیر اور کم یا زیادہ وقت کے لیے ہو سکتا ہے۔“

(بنیادی مسائل کے جوابات جلد اول صفحہ 36-37)

روزہ میں حیض آجانے کی صورت میں؟

سامعین! اس سوال پر کہ روزہ کے دوران اگر کسی خاتون کے ایام حیض شروع ہو جائیں تو اسے روزہ کھول لینا چاہیے یا اس روزہ کو مکمل کر لینا چاہیے۔ نیز جب یہ ایام ختم ہوں تو سحری کے بعد پاک صاف ہو سکتے ہیں یا سحری سے پہلے پاک ہونا ضروری ہے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”عورت کی اس فطرتی حالت کو قرآن کریم نے ”أَذَى“ یعنی تکلیف کی حالت قرار دیا ہے اور اسلام نے اس کیفیت میں عورت کو ہر قسم کی عبادات کے بجالانے سے رخصت دی ہے۔ اس لیے جس وقت ایام حیض شروع ہو جائیں اسی وقت روزہ ختم ہو جاتا ہے اور ان ایام کے پوری طرح ختم ہونے پر اور مکمل طور پر پاک ہونے کے بعد ہی روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ نیز جو روزے ان ایام میں (بشمول آغاز اور اختتام والے دن کے) چھوٹ جائیں، ان روزوں کو رمضان کے بعد کسی وقت بھی پورا کیا جاسکتا ہے۔“

(بنیادی مسائل کے جوابات جلد اول صفحہ 268)

کن لوگوں کے لیے روزہ کا فدیہ ہے؟ اور اس کی مقدار؟

سامعین! فدیہ کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو طاقت رکھتے ہیں، مالی وسعت رکھتے ہیں اگر کسی وجہ سے وہ روزہ نہیں رکھ سکے تو فدیہ دیا کریں اور فدیہ کیا ہے ایک مسکین کو کھانا کھلانا۔ اس کے مطابق جس طرح تم خود کھاتے ہو کیونکہ دوسرے کی عزت نفس کا بھی خیال رکھنے کا حکم ہے۔ اس لیے اچھا کھانا کھلاؤ، یہ نہیں کہ میں روزے رکھتا تو اعلیٰ کھانے کھاتا لیکن تم چونکہ کم حیثیت آدمی ہو اس لیے تمہارے لیے فدیہ کے طور پر یہ بچا کچھا کھانا ہی موجود ہے۔ نہیں۔ یہ نہیں ہے، تمہاری نیکی تو اس وقت ہی نیکی شمار ہوگی جب تم خدا کی رضا کی خاطر یہ کر رہے ہو گے نہ کہ اس غریب پر احسان جتانے کے لیے۔ تو جب تم خدا کی رضا کی خاطر یہ فدیہ دو گے تو

ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس بیماری کی حالت کو صحت میں بدل دے۔ کیونکہ فرمایا کہ تمہارا روزے رکھنا بہر حال تمہارے لیے بہتر ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 427-428)

کون کون احباب صرف فدیہ ادا کر سکتے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ نے خود ہی مریض اور مسافر کو سہولت دے دی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جو روزے کی طاقت نہ رکھتے ہوں ان کے لیے فدیہ ہے، پھر وہ ایک مسکین کو روزہ رکھوائے۔ لیکن جو بعد میں روزے پورے کر سکتے ہیں وہ بھی اگر فدیہ دیں تو ٹھیک ہے، ایک نفل ہے، تمہارے لیے بہتر ہے۔ لیکن جب وہ حالت دوبارہ قائم ہو جائے، صحت بحال ہو جائے یا جو وجہ تھی وہ دور ہو جائے تو پھر رمضان کے بعد روزے رکھنا ضروری ہے باوجود اس کے کہ تم نے فدیہ دیا ہے، یہی چیز ثواب کا باعث بنے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ”وہ لوگ ہیں جن کو کبھی امید نہیں کہ پھر روزہ رکھنے کا موقع مل سکے۔“ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک وہ بیمار جن کی عارضی بیماری ہے دور ہو گئی۔ ایک وہ بیمار جن کی بیماری مستقل ہے اور بعد میں ان کو روزہ رکھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ تو فرمایا کہ ”جن کو کبھی امید نہیں کہ روزہ رکھنے کا موقع مل سکے، مثلاً ایک نہایت بوڑھا، ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بسبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی اور سال بھر اسی طرح گزر جائے گا ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور فدیہ دیں باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دے کر روزہ کے رکھنے سے معذور سمجھا جاسکے۔“

(خطبات مسرور جلد پنجم صفحہ 382)

بغیر وجہ کے روزہ کی جگہ صرف فدیہ ادا کرنا درست نہیں

فرمایا:

”فطری مجبوریوں سے فائدہ تو اٹھاؤ لیکن تقویٰ بھی مد نظر ہو کہ ایسی حالت ہے جس میں روزہ ایک مشکل امر ہے تو اس لیے روزہ چھوڑا جا رہا ہے، نہ کہ بہانے بنا کر۔ پھر اس کا مداوا اس طرح کرو کہ ایک مسکین کو

روزہ رکھو اور یہ نہیں کہ بہانے بناتے ہوئے کہہ دو کہ میں روزہ رکھنے کی ہمت نہیں رکھتا، پیسے میرے پاس کافی موجود ہیں، کشائش ہے، غریب کو روزہ رکھو ادیتا ہوں۔ ثواب بھی مل گیا اور روزے سے جان بھی چھوٹ گئی۔ نہ یہ تقویٰ ہے اور نہ اس سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر نیک نیتی سے ادا نہ کی گئی نمازوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نمازیوں کے منہ پر ماری جاتی ہیں تو جو فدیہ نیک نیتی سے نہ دیا گیا یا بد نیتی سے دیا گیا ہو گا، یہ بھی منہ پر مارا جانے والا ہو گا۔“

(خطبات مسرور جلد پنجم صفحہ 383)

اگر کوئی ساہا سال روزے نہیں رکھے تو وہ اب کیا کرے؟

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”بعض لوگ سستی کی وجہ سے یا کسی عذریا بہانہ کی وجہ سے روزے نہیں رکھتے۔ ان کو خیال آجاتا ہے کہ روزے رکھنے چاہئیں۔ بعض لوگوں کو ایک عمر گزرنے کے بعد خیال آتا ہے کہ ایک عمر گزار دی۔ صحت تھی، طاقت تھی، مالی وسعت تھی، تمام سہولیات میسر تھیں اور روزے نہیں رکھے۔ تو مجھے جو نیکیاں بجا لانی تھیں نہیں ادا کر سکا تو اب کیا کروں؟ تو ایسا ہی ایک شخص حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ میں نے آج سے پہلے کبھی روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فدیہ دوں؟ فرمایا: خدا ہر شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گزشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے رکھوں گا“ (البدر جلد 1 نمبر 12 بتاریخ 16 جنوری 1903ء)۔

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 429-428)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کے روزے ان کا حق ادا کرتے ہوئے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزر ڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿مشاہدات-1118﴾

﴿32﴾

## عید اور عید سے متعلق فقہی مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ  
طَعَامُ مَسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185)

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص رمضان کے روزے رکھے۔ اُس کے بعد (عید کا دن چھوڑ کر) شوال کے بھی چھ روزے رکھے اُس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں (کیونکہ ایک روزے کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح چھتیس روزوں کا تین سو ساٹھ گنا ثواب ملے گا)

(حدیقتہ الصالحین حدیث 279 صفحہ 317)

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز  
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا  
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں  
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

سامعین کرام آہیں! اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں عید اور عید سے متعلق فقہی مسائل کو سنتے ہیں۔

**عید صرف خوشی منانے کا دن نہیں**

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”یہ عید صرف خوشی منانے کا دن نہیں بلکہ یہ عہد کرنے کا بھی دن ہے کہ اب ہم ان سب نیکیوں کو جاری رکھیں گے۔ اگر یہ ہو گا تو تب ہی ہماری عید حقیقی عید ہوگی۔ عید صرف کھانے پینے، کھیلنے کو دینے یا نئے کپڑے پہننے کا نام نہیں بلکہ عید ہمیں یہ سوچنے کا پیغام دیتی ہے کہ ہم نے آئندہ نیک باتوں کو جاری رکھنا ہے اور برائیوں سے بچنا ہے۔ اگر آج عید منانے کے بعد ہم اپنی اسی حالت پر واپس چلے گئے جو حالت رمضان سے پہلے ہم میں سے بعض کی تھی یا اگر ہمارے قدم ترقی کی طرف نہ بڑھے تو یہ بات مومن کی شان کے خلاف ہوگی؛ مومن کی شان تو یہی ہے کہ وہ نیکیوں میں مسلسل آگے سے آگے بڑھتا ہے۔

آج کے دن ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا ہم اس عہد پر کار بند رہنے کے لیے خود کو تیار پاتے ہیں۔ کیا ہم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدے کو پورا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اصولاً تو یہ ہونا چاہیے کہ عید الفطر ہمیں یہ نظارہ دکھائے کہ ایک ماہ کے روزوں سے ہمیں خدا مل گیا ہے، اگر خدا مل جائے تو تب تو نیکیوں میں ترقی نظر آتی چاہیے۔

عید کا دن صرف خوشیاں منانے کا دن نہیں بلکہ یہ عبادت کی طرف خاص توجہ کرنے کا دن ہے، اس دن ہم پر بقیہ دنوں کی نسبت زیادہ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ باقی دنوں میں تو ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں، لیکن عید کے دن ہم پر چھ نمازیں فرض ہو جاتی ہیں۔ پس یہ عبادت کے لیے ایک خاص دن ہے اور اس بات کو ہمیں یاد رکھنا چاہیے۔“

(روزنامہ الفضل لندن 3 اپریل 2025ء)

فرمایا:

”پس اس عید کے دن جو ہر ایک کے لیے خوشی کا دن ہے اپنی خوشیوں کو آور بڑھانے کے لیے ان لوگوں سے بھی آگے بڑھ کر گلے ملیں جن سے شکر رنجیاں ہیں، ناراضگیاں ہیں، تلخیاں ہیں۔ آپس میں بول چال

بعضوں کی بند ہے، چاہے وہ دوست ہوں، عزیز ہوں یا دفتروں میں کام کرنے والے ہوں۔ میاں بیوی ہوں، ساس بہو ہوں، بہن بھائی ہوں تو جو بھی ہوں جب خدا کی خاطر اور جماعت کی مضبوطی کی خاطر ان ناراضگیوں کو دور کریں گے اور اپنے معاملات خدا پر چھوڑتے ہوئے صبر سے کام لیں گے تو اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ان محبتوں کو پھیلانے کی وجہ سے نہ صرف ذاتی طور پر تم فائدہ اٹھاؤ گے بلکہ تمہاری یہ بات جماعتی مضبوطی کا بھی باعث بنے گی اور جب ہر ایک کو اس بات کا احساس ہو جائے گا تو یہی چیز عید کی بھی حقیقی خوشیوں کی ضامن بن جائے گی، حقیقی خوشیاں دینے والی بن جائے گی۔“

(خطبہ عید الفطر فرمودہ 14 نومبر 2004ء)

### عید کی نماز کی اہمیت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہر احمدی کو اس بات کو پلے باندھنے کی ضرورت ہے اور باندھنی چاہئے کہ صرف رمضان کا جمعہ نہیں یا آخری جمعہ نہیں جس کے لئے بعض لوگوں میں اہتمام کیا جاتا ہے کہ جس طرح بھی ہو ضرور مسجد جانا ہے یا بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عید ضرور عید گاہ یا مسجد میں جا کر پڑھنی ہے۔ جبکہ عید کی اہمیت کے بارے میں قرآن کریم میں براہ راست کوئی حکم نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ عید کی اتنی اہمیت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شامل ہونے کی خاص تاکید فرمائی ہے اور ان عورتوں کو بھی عید پر جانے کا حکم ہے جنہوں نے نماز نہیں پڑھنی لیکن جمعہ کے بارے میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے کہ ضرور شامل ہونا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ عید پر جانے کا حکم صرف اس لئے نہیں کہ سال کے بعد دور کعت پڑھ لینے سے یا چند منٹ کا خطبہ سن لینے سے گناہ بخشے جائیں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور جو عبادت اور قربانی کی توفیق ملی یا جس کی خواہش تھی لیکن مجبوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہی اس پر مکمل عمل نہ ہو سکا۔ لیکن کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کے شکرانے کی عبادت میں شامل ہو تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہو سکیں، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے والے ہوں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ توفیق دے کہ عبادت کا ہر فرض پورا کرنے والے بن سکیں اور نوافل کی توفیق پائیں تو

تب ہی ہر عید میں شامل ہونے کا فائدہ ہے اور یہی ایک مومن کی شان ہے کہ ایسی عید منانے کی کوشش کرے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 17 اکتوبر تا 23 اکتوبر 2008ء صفحہ 6)

فرمایا:

”عید کا دن صرف اچھے کپڑے پہن کر اچھے کھانے کھا کر گزارنے کا نام نہیں ہے بلکہ عید کے لیے عید گاہ میں آتے جاتے اور سارا دن بھی ذکر الہی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں صرف کرنا چاہیے۔ نمازوں کا بھی باقاعدہ خیال رکھنا چاہیے۔ نمازوں کی حاضری کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔“

(خطبہ عید الفطر فرمودہ 14 نومبر 2004ء)

عید الفطر کی تکبیرات کس وقت شروع کرنی چاہئیں اور کب تک کہنی ہیں؟

فرمایا:

”عید الفطر کے دن تکبیرات پڑھنا مسنون ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ سالم اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان رسول اللہؐ کان یکبر یوم الفطر من حین یخارج من بیتہ حتی یاتی المصلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے روز اپنے گھر سے نکلنے سے لے کر عید گاہ پہنچنے تک تکبیرات پڑھا کرتے تھے (سنن الدارقطنی کتاب العیدین حدیث نمبر: 6)۔ امام الزہری بیان کرتے ہیں کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخارج یوم الفطر فی کبر حتی یاتی المصلی و حتی یقضى الصلاة فاذا قضی الصلاة قطع التکبیر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے روز نماز کی جگہ پہنچنے تک اور نماز کی ادائیگی تک تکبیرات کہتے۔ پھر جب آپؐ نماز سے فارغ ہو جاتے تو تکبیرات کہنا ختم کر دیتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب صلاة العیدین باب فی التکبیر اذا خرج الی العید) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نمونہ کی تقلید میں صحابہ کرامؓ بھی عید الفطر کے روز تکبیرات پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بارہ میں آتا ہے کہ وہ عید الفطر کے روز عید گاہ پہنچنے تک اور امام کے جائے نماز پر آجانے تک اونچی آواز سے تکبیرات کہا کرتے تھے۔ (سنن الدارقطنی کتاب العیدین حدیث نمبر: 8)“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تمام ممالک میں عید الفطر کی تکبیرات کے بارہ میں متذکرہ بالا احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے درج ذیل سرکلر جاری کروایا۔

”عید الفطر کے موقع پر بھی تکبیرات کہنی چاہئیں کیونکہ یہ امر احادیث سے ثابت ہے اور صحیح ہے کہ عید والے دن صبح سے لے کر نماز عید تک تکبیرات پڑھی جاتی تھیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 31 مئی 2019ء صفحہ 13)

### نماز عید پر اذان یا اقامت نہیں ہوتی

اس بابت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

”روایت میں آتا ہے کہ ”عبدالرحمن بن عباس روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سنا ہے کہ ان سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عید الاضحیٰ یا عید الفطر پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اور اگر میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن میں ہی تعلق نہ ہوتا تو میں اس عہد کا مشاہدہ نہ کر پاتا۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے تشریف لے گئے۔ خطبہ عید دیا۔ انہوں نے اذان اور اقامت کا ذکر نہیں کیا۔“ یہ مسئلہ بھی یہاں حل ہو گیا کہ عید پر اذان اور اقامت وغیرہ کوئی نہیں ہوتی۔“

### عید اور جمعہ اکٹھا ہونے کی صورت میں

سامعین! عید اور جمعہ کے ایک ہی دن جمع ہو جانے پر نماز عید کی ادائیگی کے بعد نماز جمعہ یا نماز ظہر پڑھنے کے بارہ میں محترم ناظم صاحب دارالافتاء کی ایک رپورٹ کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 16 مئی 2021ء میں اس مسئلہ پر درج ذیل اصولی ہدایات عطا فرمائیں۔ حضور انور نے فرمایا:

”عید اور جمعہ کے ایک ہی دن جمع ہو جانے پر نماز عید کی ادائیگی کے بعد اس روز نماز جمعہ اور نماز ظہر دونوں نہ پڑھنے کے بارہ میں تو صرف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ہی موقف اور عمل ملتا ہے اور وہ بھی ایک منقطع روایت پر مبنی ہے، نیز اس روایت کے دوراویوں کے بیان میں بھی تضاد پایا جاتا ہے۔ جبکہ مستند اور قابل اعتماد روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کا یہی مسلک ملتا

ہے کہ ان سب نے یا تو اس روز نماز عید کی ادائیگی کے بعد جمعہ بھی اپنے وقت پر ادا کیا ہے اور دور کے علاقوں سے آنے والوں کو جمعہ سے رخصت دیتے ہوئے ہدایت کی کہ وہ اپنے علاقوں میں ظہر کی نماز ادا کر لیں اور بعض مواقع پر نماز عید کی ادائیگی کے بعد جمعہ ادا نہیں کیا لیکن ظہر کی نماز ضرور اپنے وقت پر ادا کی گئی۔

یہی موقف اور عمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کا بھی ملتا ہے۔ سوائے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ایک مرتبہ کے عمل کے کہ جب آپ نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی اسی مذکورہ بالا روایت پر عمل کرتے ہوئے عید پڑھانے کے بعد جمعہ ادا کیا اور نہ ظہر کی نماز پڑھی۔

لیکن حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے کسی قول یا فعل پر مبنی نہیں ہے اس لئے صرف اس مقطوع روایت کی وجہ سے جس کے راویوں کے بیانات میں بھی تضاد موجود ہے فرض نماز کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا اس روایت پر مبنی حصہ کو فقہ احمدیہ سے حذف کر دیں اور فقہ احمدیہ میں لکھیں کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوتے ہیں تو نماز عید کی ادائیگی کے بعد اگر جمعہ نہ پڑھا جائے تو ظہر کی نماز اپنے وقت پر ضرور ادا کی جائے گی۔“

(بنیادی مسائل کے جوابات جلد اول صفحہ 415)

سامعین! ایک مربی صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ عیدین کے مواقع پر بعض لوگ مساجد میں آکر عید سے پہلے یا بعد میں نوافل ادا کرتے ہیں۔ اس بارے میں رہ نمائی کی درخواست ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا:

”نماز عید سے پہلے نوافل کی ادائیگی منع ہے جیسا کہ احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے، لیکن بعد میں اگر وقت ممنوعہ شروع نہ ہو تو گھر جا کر نوافل پڑھے جاسکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے جنرل سیکرٹری صاحب کو بھی ہدایت کر دی ہے کہ جو لوگ عید والے دن نماز عید سے قبل مساجد میں آکر نوافل ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں انہیں اس کی ممانعت کی بابت توجہ دلانے کے لیے نماز عید سے قبل مساجد میں باقاعدہ اعلان کروایا کریں۔“

(بنیادی مسائل کے جوابات جلد اول صفحہ 413)

کیا خطبہ عید سننا ضروری ہے؟

سامعین! ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دریافت کیا کہ دارقطنی میں ایک حدیث ہے کہ حضورؐ نے نماز عید کے بعد فرمایا کہ ہم خطبہ دیں گے، جو چاہے سننے کے لیے بیٹھا رہے اور جو جانا چاہے چلا جائے، کیا یہ حدیث درست ہے؟  
حضور انور نے فرمایا:

”خطبہ عید کے سننے سے رخصت پر مبنی حدیث جسے آپ نے دارقطنی کے حوالہ سے اپنے خط میں درج کیا ہے، سنن ابی داؤد میں بھی روایت ہوئی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ حضورؐ نے خطبہ عید کے سننے کی اس طرح تاکید نہیں فرمائی جس طرح خطبہ جمعہ میں حاضر ہونے اور اسے مکمل خاموشی کے ساتھ سننے کی تاکید فرمائی ہے۔ اسی بنا پر علماء و فقہاء نے خطبہ عید کو سنت اور مستحب قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ حضورؐ نے عید کے لیے جانے اور دعاء المسلمین میں شامل ہونے کو نیکی اور باعث برکت قرار دیا ہے اور اس کی یہاں تک تاکید فرمائی کہ ایسی خاتون جس کے پاس اپنی اوڑھنی نہ ہو وہ بھی کسی بہن سے عاریۃ اوڑھنی لے کر عید کے لیے جائے۔ اور ایام حیض والی خواتین کو بھی عید پر جانے کی اس ہدایت کے ساتھ تاکید فرمائی کہ وہ نماز کی جگہ سے الگ رہ کر دعائیں شامل ہوں۔“

(بنیادی مسائل کے جوابات جلد اول صفحہ 412)

نماز عید کی ادائیگی کے دوران اگر کچھ بھول ہو جائے تو؟

ایک دوست نے عیدین کی نماز کے واجب ہونے نیز عید کی نماز میں امام کے کسی رکعت میں تکبیرات بھول جانے اور اس کے تدارک میں سجدہ سہو کرنے کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خدمت اقدس میں رہ نمائی فرمانے کی درخواست کی۔

حضور انور نے فرمایا:

”عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ حضورؐ نے ایسی خواتین جن پر ان کے خاص ایام ہونے کی وجہ سے نماز فرض نہیں، انہیں بھی عید گاہ میں آکر مسلمانوں کی دعا میں شامل ہونے کا پابند فرمایا ہے اور جہاں تک امام کے تکبیرات بھول جانے کا سوال ہے تو ایسی صورت میں مقتدی اسے یاد کروادیں، لیکن مقتدیوں کے

یاد کروانے کے باوجود اگر امام کچھ تکبیرات نہ کہہ سکے تو مقتدی امام کی ہی اتباع کرتے ہوئے عید کی نماز ادا کریں۔ تکبیرات بھولنے کے نتیجے میں امام کو سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 18 دسمبر 2020ء۔ صفحہ نمبر 12)

### عورتوں کا عید پر آنا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”صرف عید کی نماز پر آنا عورت پر فرض ہے۔ اگر نماز نہ بھی پڑھنی ہو تو خطبہ سن لے“

(الفضل انٹرنیشنل 07 تا 13 اگست 2015، صفحہ 6)

اس حوالہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اگلے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ

”ایک غلط فہمی کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ گزشتہ خطبہ میں میں نے عورتوں کی مثال دیتے ہوئے کہا تھا کہ ان کے لئے جمعہ ضروری نہیں ہے۔ میں نے الفاظ دوبارہ دیکھے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ عورت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ جمعہ پر ضرور آئے لیکن عید پر آنا ضروری ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ عید ضروری ہے۔ یہ نہیں کہا تھا کہ عید فرض ہے۔ کسی نے کہا کہ جی عید تو سنت ہے۔ عید سنت تو ہے لیکن سنت مؤکدہ ہے۔ عید پڑھنے کے بارے میں اور عورتوں کے لئے خاص طور پر اس بارہ میں بڑی تاکید کی گئی ہے۔ تو ایسے صاحب جنہوں نے یہ ایک دو جگہ باتیں کیں ان کا اعتراض دور کرنے کے لئے میں حدیث آپ کو سنا دیتا ہوں۔ حضرت اُمّ عطیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور حضرت عمر بن خطاب کو ہمارے پاس بھیجا۔ آپ دروازے پر پہنچے اور سلام کیا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپ (یعنی حضرت عمر) نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کے طور پر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ احکامات پہنچائے کہ ہمارے لئے یہ حکم ہے کہ ہم عیدین کے موقع پر ضرور جائیں۔ حائضہ عورتوں اور رواتق یعنی نئی بلوغت تک پہنچنے والی عورتوں کو بھی نماز عید کے لئے گھروں سے نکالا کریں لیکن جمعہ ہم پر فرض نہیں اور جنازے کے ساتھ قبرستان جانے سے ہمیں منع کیا ہے۔“ (مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 820 حدیث 27852)

(الفضل انٹرنیشنل 08 تا 14 اپریل 2016ء)

## فطرانہ

سامعین! فطرانہ یعنی صدقۃ الفطر رمضان کے داخل ہونے سے ہی واجب ہو جاتا ہے تاہم اس کی ادائیگی عید کی نماز سے قبل یکم شوال تک ضروری ہے۔ بہتر یہی سمجھا جاتا ہے کہ غرباء کو عید کی تیاری کے لئے پہلے فطرانہ دے دیا جائے تاکہ وہ عید کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہو سکیں۔ ہماری جماعت میں حالات کے مطابق گندم کی جو قیمت ہو اس لحاظ سے ایک صاع یعنی قریباً دو سیر گندم کی قیمت کا اندازہ کر کے رقم معین کر دی جاتی ہے۔ اور اس کی ادائیگی کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ جیسے یہاں برطانیہ میں فطرانہ کی شرح فی کس ڈیڑھ پاؤنڈ سٹرلنگ مقرر کی گئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فطرانہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”عید الفطر پر فطرانہ سے غریبوں کی مدد کی جاتی ہے تو اسلام میں جہاں بھی خوشی منانے کا حکم دیا ہے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسے ایسے رنگ میں منایا جائے کہ ملک اور بنی نوع انسان کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اپریل 2016ء)

## شوال کے چھ روزے

کیا شوال کے روزے لگاتار رکھنے ضروری ہیں؟ یا ان میں وقفہ بھی ڈالا جاسکتا ہے؟ نیز اگر کسی شخص کے ماہ رمضان کے چند روزے رہ گئے ہوں تو عید الفطر کے بعد کیا وہ ماہ شوال کے پہلے ہفتہ کے چھ نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ یا اسے پہلے رمضان کے رہ جانے والے روزے پورے کرنے چاہئیں؟ اس قسم کے استفسارات کے جواب پر مبنی ایک مفصل رپورٹ دارالافتاء سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ اُس رپورٹ کا خلاصہ اور اُس پر حضور انور ایدہ اللہ کا فیصلہ الفضل میں بھی شائع ہوا تھا۔ اُسے خاکسار آج آپ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اِس کے علاوہ کچھ اور رمضان سے متعلق مسائل جن کے جواب حضور انور نے ازراہ شفقت عنایت فرمائے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔

”حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد (عید کا دن چھوڑ کر) شوال کے چھ روزے رکھے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں۔“ (مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم سنتۃ ایام من شوال) شوال کے یہ روزے نفلی روزے ہیں۔ نفل وہ زائد عبادت ہے جو بندہ خوشی سے اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لیے بجالاتا ہے۔ نفلی روزوں کا بھی ثواب ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔

حساب کی زبان میں اس کا ستر یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب اللہ تعالیٰ دس گنا عطا فرماتا ہے اور رمضان کے قریباً تیس روزوں کے ساتھ شوال کے چھ روزے شامل کئے جائیں تو 36 روزوں کا ثواب 360 دنوں کے برابر بنتا ہے جو قریباً ایک سال کا عرصہ ہے۔ لیکن اصل حکمت رمضان کے فرض روزوں کے ساتھ شوال کے نفلی روزوں کی تاکید میں نیکی کا تسلسل ہے اور اس امر کی تربیت ہے کہ رمضان کا مجاہدہ اور اس کی عبادت صرف ایک مہینہ تک محدود نہ رہیں بلکہ سارے سال پر پھیل جائیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد ذیل میں پیش ہے جو آپؑ نے خطبہ عید الفطر 29 مئی 1922ء کو قادیان میں ارشاد فرمایا: جس میں شوال کے روزے رکھنے پر زور دیا گیا ہے اسی طرح اس میں یہ ذکر ہے کہ جو شوال کے مہینہ میں وقفہ ڈال کر بھی چھ روزے رکھ سکتا ہے۔ آپؑ نے خطبہ عید الفطر میں فرمایا:

”رمضان ختم ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینہ میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبؑ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام مراد ہیں۔ ناقل) نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں وہ ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں، اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔“ (خطبہ عید الفطر 29 مئی

اس سلسلہ میں ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ: ”اگر کسی شخص کے ماہ رمضان کے کچھ روزے رہ گئے ہوں اور وہ شوال کے چھ روزے رکھ لے تو کیا شوال کے چھ روزے رمضان کے روزے شمار ہوں گے؟ اس کا جواب جو حضرت ملک سیف الرحمن صاحب (مرحوم) مفتی سلسلہ احمدیہ عالیہ احمدیہ نے 28 ستمبر 1977ء کو دیا وہ درج ذیل ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ”اس کا تعلق نیت سے ہے۔ اگر نیت یہ ہے کہ یہ روزہ رمضان کے روزہ کی قضاء کا ہے تو ایسا ہی محسوب ہو گا اور نفل کی نیت ہے تو نفل روزہ ہو گا۔ اس صورت میں رہے ہوئے روزے بعد میں رکھے گا۔“

(رجسٹر فتاویٰ نمبر 7 صفحہ 267 زیر نمبر 70/28.09.77)

یہ بھی واضح ہو کہ کوئی ایسی حدیث نہیں مل سکی جس میں یہ ذکر ہو کہ جس شخص کے رمضان کے کچھ روزے چھٹ گئے ہوں، وہ جب تک وہ رمضان کے بعد اپنے چھٹے ہوئے فرض روزے پورے نہ کر لے اس وقت تک اسے نفلی روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے برعکس احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہمات المؤمنین رمضان کے چھٹے ہوئے روزے اگلا رمضان آنے سے پہلے ماہ شعبان میں رکھا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: ”ماہ رمضان کے رہ جانے والے روزے میں اگلا رمضان آنے سے پہلے ماہ شعبان میں رکھا کرتی تھی۔“ (بخاری کتاب الصوم باب متی یقضی قضاء رمضان)۔ اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت درج ہے کہ: ”اہمات المؤمنین رمضان کے چھٹ جانے والے روزے ماہ شعبان میں رکھا کرتی تھیں۔“ (مسلم کتاب الصیام باب قضاء رمضان فی شعبان) چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ ”اگر کسی شخص کے ماہ رمضان کے چند روزے رہ گئے ہوں تو عید الفطر کے بعد کیا وہ ماہ شوال کے پہلے ہفتہ کے چھ نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ یا اسے پہلے رمضان کے رہ جانے والے روزے پورے کرنے چاہئیں؟“ مکرم مبشر احمد صاحب کابلوں مفتی سلسلہ احمدیہ نے مذکورہ امور کی بنا پر زیر ریفرنس 09.11.03/42 حسب ذیل فتویٰ دیا:-

”ماہ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی تعداد پوری کرنے کیلئے اگلے رمضان تک کی مہلت موجود ہے۔ اس لئے یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو ماہ شوال کے ابتدائی چھ ایام کے نفلی روزے رکھے اور پھر دوران سال جب چاہے روزوں کی تعداد پوری کرے اور چاہے تو ماہ شوال کے ابتدائی چھ ایام کے

نفلی روزوں کی بجائے ان ایام میں اپنے فرض روزے پورے کرے۔ اس کا دارومدار انسان کی نیت پر ہے۔ شریعت میں مجھے ایسی کسی پابندی کا ثبوت نہیں مل سکا کہ پہلے فرض روزے پورے کئے جائیں اور پھر نفلی روزے رکھے جائیں۔“

دارالافتاء سلسلہ احمدیہ کا یہ فتویٰ اور اس سلسلہ میں ان کے دلائل (جن میں سے بعض کا مختصر ذکر اوپر کیا گیا ہے) پر مشتمل رپورٹ جب سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش ہوئی تو حضور انور ایدہ اللہ نے مکرم مفتی صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ کے نام اپنے خط محررہ 08-02-05 میں تحریر فرمایا:

”آپ کا خط 04-12-20 / L 124 ملا۔ سوال کے چھ روزوں کے متعلق آپ کا فتویٰ ٹھیک ہے اور مجھے اس سے اتفاق ہے۔ حضرت مصلح موعودؑ کے ارشاد سے جو آپ نے نتیجہ اخذ کیا ہے وہی ٹھیک ہے۔ آپ کا ارشاد سوال کے روزوں پر زور دینے کے لئے ہے نہ کہ فرض روزوں کے پورے کرنے کی اہمیت کے بارہ میں۔ محترم ملک سیف الرحمن صاحب کے فتویٰ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سوال کے روزے پہلے رکھے جاسکتے ہیں اور فرض روزے بعد میں۔ اس ضمن میں احادیث بھی واضح ہیں۔ ان کی روشنی میں فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 11 نومبر تا 17 نومبر 2005ء۔ صفحہ نمبر 2۔ زیر عنوان سوال کے چھ روزے)

**سوال کے روزے پہلے رکھے جاسکتے ہیں اور فرض روزے بعد میں**

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”نفلی روزوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تفصیلی ہدایت کا ذکر حدیث میں یوں ملتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صوم دہر (یعنی ساری عمر کے روزہ) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ایسے شخص نے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا (گویا ایسے روزہ کو آپ نے ناپسند فرمایا)۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ سے دو دن روزہ رکھنے اور ایک دن افطار کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ سے ایک دن روزہ رکھنے اور دو دن افطار کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاقت

عطا فرمائے۔ پھر آپ سے ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن افطار کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ روزے میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ سے سوموار کے دن کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں مجھے پیدا کیا گیا، اسی دن مجھے مبعوث کیا گیا اور اسی دن مجھ پر (قرآن) نازل کیا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا ساری عمر کے روزوں کے برابر ہے۔ راوی کہتے ہیں آپ سے عرفہ کے دن کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا گزرے ہوئے سال اور آنے والے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ سے عاشورہ کے دن کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ روزہ رکھنا گزرے ہوئے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب استتخبات صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر وصوم یدوم عرفۃ وعاشوراء والاثنین والخمیس)

(بنیادی مسائل کے جوابات قسط 55 مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 20 مئی 2023ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں مقبول عبادات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزر: عطیہ العالیم۔ ہالینڈ)



﴿مشاہدات-1119﴾

﴿33﴾

## ہم عید کیسے منائیں؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرہ: 186)

ترجمہ: چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلَّهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ

(ابن ماجہ جلد اول باب 68)

ترجمہ: جو محض اللہ اپنا احتساب کرتے ہوئے دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کرتا ہے اس کا دل ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا جاتا ہے اور وہ نہیں مرتا جبکہ دنیا کے دل مرجائیں گے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار  
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار  
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب  
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب  
اُسے دے چکے مال و جان بار بار  
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار  
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے  
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

سامعین کرام! ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج عید الفطر منا رہے ہیں۔ ہمیں اس عید کو کیسے منانا چاہیے اور کن خطوط پر چل کر ہم حقیقی عید کو پاسکتے ہیں اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام نے جو راہ نمائی فرمائی ہے اس میں چند ارشادات یہاں پیش ہیں۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ایسے دن مقرر کئے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ منجملہ ان دنوں کے ایک جمعہ کا دن ہے۔ یہ دن بھی بڑا ہی مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن ان کی توبہ منظور ہوئی تھی اور بھی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں۔ ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں۔ ان دونوں دنوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے اور ان میں بھی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ دن پیشک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں۔ لیکن ایک دن ان سب سے بھی بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے، مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش، ورنہ اگر اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اس کی پرواہ کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لیے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا اور لوگ اُسے غنیمت سمجھتے۔ وہ دن کونسا دن ہے جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس دن وہ بد اعمال نامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضبِ الہی کے نیچے اُسے لا رہا تھا دھو دیا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر انسان کے لیے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہو گا جو اسے ابدی جہنم اور ابدی غضبِ الہی سے نجات دیدے۔ توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالیٰ سے دور اور اس کے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اب اس کے فضل سے اُس کے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب سے دور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرہ: 223) پیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔ اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے

والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بد کرتوتوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا عہد صلح باندھ لے اور اس کے احکام کے لیے اپنا سر خم کر دے تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بد عملوں کی پاداش میں تیار ہو رہا تھا بچا یا جاوے گا۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 147-149 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آج عید کا دن ہے اور رمضان شریف کا مہینہ گزر گیا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ایام تھے جبکہ اس نے اس ماہ مبارک میں قرآن شریف کا نزول فرمایا اور عامہ اہل اسلام کے لئے اس ماہ میں ہدایت مقدر فرمائی۔ راتوں کو اُٹھنا اور قرآن شریف کی تلاوت اور کثرت سے خیرات و صدق اس مہینہ کی برکات میں سے ہے۔ آج کے دن ہر ایک کو لازم ہے کہ سارے کنبہ کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبر گیری کرے۔ دو بک گیہوں کے یا چار جو کے ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ نماز سے پیشتر ضرور ادا کیا جاوے اور جن کو خدا نے موقع دیا ہے وہ زیادہ دیویں۔“

(خطبات نور صفحہ 179)

حضور پھر فرماتے ہیں کہ

”مخلوق پر شفقت کرنے کے لئے رمضان کی عید میں صدقۃ الفطر کو لازم ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ نماز میں جب جاوے تو اس کو ادا کر لے اور پھر یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرے تاکہ مساکین کو یقین ہو جائے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جائے گی... پس کیا ہی مستحق ہے صلوة و سلام کا وہ رسول جس نے ہمیں ایسی عمدہ راہ دکھائی۔ یہ چیزیں صرف اسی بات کے لئے تھیں کہ اللہ کی نسبت فرانس جو انسان کے ہیں اور جو فرانس مخلوق کی نسبت ہیں ان کو پورا کریں۔ مگر دنیا کے کسی میلے کو دیکھ لو، ان میں یہ حق و حکمت کی باتیں نہیں جو عیدین میں ہیں۔“

(خطبات نور صفحہ 430)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اسلام نے بھی سال میں دو عیدیں رکھی ہیں جن میں سے ایک کا نام عید الفطر ہے اور دوسری عید الاضحیہ۔ ان کے علاوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کو بھی مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا ہے گو یا اسلام دوسری قوموں اور مذاہب سے عید کے لحاظ سے بھی بڑھ کر ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عید کہتے کس کو ہیں؟ آخر کوئی وجہ بھی ہے جس کی وجہ سے ہر قوم اور مذہب میں عید رکھی گئی ہے۔ عید اس لئے رکھی گئی ہے کہ انسان اگر ہمیشہ رنج کی طرف ہی دیکھتا رہے تو اس کے قویٰ مضحل ہو جائیں۔ کبھی کبھی اس کی نظر اپنے اعلیٰ مقاصد اور کامیابیوں کی طرف بھی جانی چاہئے۔ اگر وہ اپنی کامیابیوں کو یاد کرتا رہے اور اپنے مقاصد کو سامنے رکھے تو اس کا حوصلہ بڑھتا چلا جائے گا اور اس طرح قوم مرنے نہیں پائے گی۔

ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہماری عیدوں کے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر ہماری عید کے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد پائی جاتی ہے تو وہ ہمارے لئے موجب برکات ہے اور اگر اس کے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد نہیں پائی جاتی تو پھر ہر عید جو آئے گی ہمیں پہلے سال سے بھی زیادہ مُردہ بنائے گی... قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ عید تین وجوہات کی بنا پر منائی جاتی ہے۔ اول انسان کو اس کا محبوب یعنی خدا مل جائے۔ جب اسے خدا مل جائے گا تو اس کی عید حقیقی معنوں میں عید ہوگی۔ لیکن اگر اسے خدا نہیں ملتا تو پھر عید کیسی؟... اگر کوئی ایسی جماعت تھی جو اس بات کی دعویٰ کرتی تھی کہ ہمیں خدا تعالیٰ مل گیا ہے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ تھے۔ پس جس شخص کو اس کا محبوب مل جائے اس کی عید بن جاتی ہے۔ غالب کہتا ہے کہ اصل خوشی اس شخص کی ہے جس کے بازو پر اس کے محبوب نے سر رکھ دیا ہو۔ پس اصل خوشی اسی شخص کی ہے جس نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہو اور اس سے باتیں کی ہوں... غرض ایک عید اس شخص کی ہوتی ہے جسے اس کا محبوب یعنی خدا تعالیٰ مل جائے اور یہ حقیقی عید تھی جو صحابہؓ کو حاصل تھی۔ اسی طرح یہ عید خلفاء راشدین کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک چلی گئی... بہر حال ان وجوہات میں سے جن کی وجہ سے صحابہؓ عید منایا کرتے تھے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں ان کا محبوب یعنی خدا تعالیٰ مل گیا تھا۔

عید منانے کی دوسری وجہ جو قرآن کریم سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ فردی ترقی کے علاوہ قومی ترقیات بھی اس قدر مل رہی ہوں کہ جدھر بھی قوم منہ کرے کامیابیاں اور کامرانیوں اس کے قدم چومیں۔ صحابہؓ نے اتنی فتوحات حاصل کیں کہ جدھر بھی وہ منہ کرتے تھے فتح و نصرت ان کے ساتھ رہتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ جنات ہیں جدھر بھی منہ کرتے ہیں دنیا کو مطیع بناتے چلے جاتے ہیں۔ پہلی چیز روحانی اور فردی تھی اور یہ مادی اور قومی تھی جس کی وجہ سے صحابہؓ عید منانے کے مستحق تھے۔

تیسری وجہ عید منانے کی یہ ہوتی تھی کہ قومی اخلاق اس قدر بلند ہوں کہ لوگ کسی پر ظلم نہ کریں اور ہر شخص یہ سمجھے کہ اس کے حقوق محفوظ ہیں۔ صحابہؓ اخلاقی لحاظ سے اتنے کمال پر تھے کہ اس زمانہ میں ہر شخص کے حقوق محفوظ تھے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے... بہر حال یہ تیسری وجہ تھی جس کی وجہ سے صحابہؓ عید منانے کے حقدار تھے اور ان کی عید حقیقی عید تھی... یہ چیز ان لوگوں کی عید کا موجب تھی۔ جس قوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہوں جن کو خدا مل گیا ہو، جس قوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہوں جنہوں نے نہ صرف انفرادی اور روحانی ترقیات حاصل کی ہوں بلکہ قومی ترقیات بھی حاصل کی ہوں اور جس طرف وہ منہ کرتے ہوں کامیابیاں اور فتوحات ان کے قدم چومتی ہوں۔ جس قوم میں ایسے بلند اخلاق پائے جاتے ہوں کہ ان کے زمانہ میں کسی کو اپنا حق مارے جانے کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔ وہ قوم مستحق ہے حقیقی عید منانے کی۔ وہ قوم مستحق ہے حقیقی خوشیاں منانے کی۔ کیا دنیا میں اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے عید مناتے تھے کہ آپؐ کا محبوب یعنی خدا تعالیٰ آپ کو مل گیا اور مسلمان اس لئے عید مناتے تھے کہ ان کے آقا کی جائیداد انہیں مل گئی اور اس کی حکومت دنیا میں قائم ہو گئی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آج ایک مسلمان کیوں عید مناتا ہے۔ کیا وہ اس لئے عید مناتا ہے کہ اس کے باپ دادا کی جائیداد ایک ایک کر کے اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ کیا وہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کی اپنی روحانی جائیداد ایک ایک کر کے اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ کیا وہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ عدل و انصاف اس میں باقی نہیں رہا۔ آخر وہ کونسی چیز ہے جس پر خوش ہو کر وہ عید مناتا ہے۔ کیا وہ

نئے کپڑے بدلنے یا طرح طرح کے کھانا کھانے پر خوش ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عید پہلے زمانہ میں انعام تھی۔ لیکن اب تازیانہ ہے اور ہر عید جو آتی ہے وہ ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ بولو! تم عید کیوں منا رہے ہو۔ ہم بے شک ظاہر میں عید مناتے ہیں لیکن اس کے موجبات اور محرکات ہم میں موجود نہیں۔ ... اگر مسلمان یہ کام کر سکتے ہیں تو ان کی عید، عید ہے۔ ورنہ ان کی عید کوئی عید نہیں۔ ... پھر ہم کس چیز کی عید منا رہے ہیں۔ یہ ایک سوال ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے نفس سے پوچھنا چاہئے۔ اگر واقعہ میں ہم میں جانی اور مالی قربانی کی روح پائی جاتی ہے۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کے سامنے رورو کر اس کی مدد طلب کرتے ہیں تو واقعی ہماری عید، عید ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنکھ اٹھانے کے قابل ہیں۔ ورنہ ہماری عید کچھ بھی نہیں بلکہ ہر عید ہمیں پہلے سے بھی زیادہ مردہ بنا دے گی۔“

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 301-309)

فرمایا:

”جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے بھی غرباء کی فلاح اور بہبود کے لئے خرچ کرو۔ یہ روح جس دن مسلمانوں میں پیدا ہوگی درحقیقت وہی دن ان کے لئے حقیقی عید کا دن ہو گا۔ کیونکہ رمضان نے ہمیں بتایا ہے کہ تمہاری کیفیت یہ ہونی چاہئے کہ تمہارے گھر میں دولت تو ہو مگر اسے اپنے لئے خرچ نہ کرو۔ بلکہ دوسروں کے لئے کرو۔“

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 342)

حضورؐ فرماتے ہیں:

”حقیقی عید وہی ہے جس میں انسان کو عمل میں لذت محسوس ہونے لگے اور وہ خدا کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کی آگ میں کودنے کے لئے تیار رہے اور کبھی ترک عمل کے قریب بھی نہ جائے۔ یہ مقام جب کسی فرد یا قوم کو حاصل ہو جاتا ہے تو اسے حقیقی عید میسر آ جاتی ہے اور دینی اور دنیوی مقاصد میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ پس کوشش کرو کہ تمہیں یہ عید میسر آئے اور تمہاری تمام تر لذت اور تمہاری ساری خوشی اسی بات میں ہو جائے کہ تم خدا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دو اور اسی کو اپنی عید سمجھو۔ اللہ تعالیٰ

تمہارے ساتھ ہو اور وہ تمہیں اس حقیقی عید سے حصہ دے جس کے میسر آنے کے بعد دنیا کی کوئی تکلیف انسان کو پریشان نہیں کر سکتی۔“

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 265)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”حقیقی عید کیا ہوئی۔ یہی کہ خدا سے تعلق ہو جائے، اس سے ملاقات ہو جائے پھر کوئی برکت نہیں جو حاصل نہ ہو، کوئی راحت نہیں جو میسر نہ آئے بلکہ ایسے شخص کے لئے ہر ایک آن عید ہے۔ پس عید کیا ہے؟ خدا سے ملنا۔ اس لئے عید کے دن سے عبرت حاصل کرو اور خدا سے ملنے کی کوشش کرو ایسی کوشش جو کبھی سست نہ ہو۔ اگر اس کو پالو گے تو کوئی رنج نہیں جو دور نہ ہو جائے اور کوئی راحت نہیں جو میسر نہ آئے۔ جس کو خدا تعالیٰ مل جائے اس کو کوئی موت رنجیدہ نہیں کر سکتی کوئی غصہ دکھ نہیں دے سکتا۔ دیکھو بیوی خاوند جن میں خوب محبت ہو اور پھر کوئی ایسا وقت جبکہ ایک دوسرے کو یقین ہو کہ ہم میں بہت محبت ہے اس وقت اگر خاوند غصہ والی شکل بنائے بھی تو کیا عورت ناراض ہوگی۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ ہنس دے گی اور سمجھے گی کہ یہ بھی پیار ہے۔ پس جس کے ساتھ خدا کو محبت ہو اور جس کا خدا سے تعلق ہو اسے اگر غصہ کی نظر سے بھی دیکھے تو وہ رنجیدہ نہیں ہو گا بلکہ یقین کرے گا کہ یہ غصہ نہیں بلکہ یہ بھی ایک اظہار محبت کا طریق ہے۔ کسی عزیز کی موت اسے غمگین نہیں کر سکتی، کوئی لڑائی، کوئی فتنہ اور کوئی منصوبہ اس کو غمگین نہیں کر سکتا، کوئی بیماری اور کوئی روگ ہو اس کا دل افسردہ نہیں ہو سکتا۔ پس اگر عید چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ سفید پٹے پہننے اور سیویاں کھانے کا نام عید نہیں ہے بلکہ عید یہ ہے کہ خدا سے تعلق ہو جائے اور بندے کی اس سے صلح ہو جائے۔ یہ عید جب آتی ہے تو جاتی نہیں اور اس عید کے دن کی شام نہیں۔ اس کو کوئی زمانہ ہٹا اور ختم نہیں کر سکتا۔ وہ دن ایسا ہے کہ اس کی عید ختم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

وہ عید نہ اس دنیا میں ختم ہوتی ہے نہ قبر میں ختم ہوتی ہے نہ اگلے جہان میں ختم ہوتی ہے بلکہ اس عید کا دن یہاں چڑھنا شروع ہوتا ہے اور اگلے جہان میں عروج پر ہوتا ہے۔“ (خطبات محمود جلد اول صفحہ 85)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”ایک احمدی کی عید محض دنیوی عید نہیں ہوتی۔ محض دنیا کی عید جس میں روحانی خوشیاں شامل نہ ہوں یا ان کے لئے جدوجہد نہ ہو یا ان کے حصول کے لئے دعائیں نہ ہوں یا ان کے حصول کے لئے جو دعائیں کی گئی ہیں وہ قبول نہ ہوں تو ایسی عید ایک احمدی کی عید نہیں ہوتی۔ ایک احمدی کی عید ہے ہی روحانی عید۔ چونکہ ہر احمدی (مومن) نوع انسانی کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اس کی عید حقیقی معنی میں اس وقت ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی دعائیں قبول ہو کر اس کے لئے روحانی خوشیوں کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ چونکہ بڑا دیالو ہے اس لئے وہ اس کے ذیل میں حسنات دنیا بھی دے دیتا ہے۔“

(خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 72-73)

فرمایا:

”عید الفطر، تمہیں یہ بھی یاد دلاتی ہیں کہ اگر تم چاہو تو ہر روز تمہارے لئے عید بن سکتا ہے۔ اگر تم چاہو تو ہر روز اذاب کی حیثیت میں میرے حضور آسکتے ہو اور اگر تم چاہو اور اس طرح میرے سامنے آؤ تو پھر میں تواب کی حیثیت میں تم پر ایک نیا جلوہ نئی شان کے ساتھ کروں گا اور تمہارے لئے ایک نئی عید پیدا کروں گا۔“

(خطبات ناصر جلد 10 صفحہ 21)

حضور فرماتے ہیں:

”قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر ہم غور کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی دنیوی خوشی اور عید وہی ہے جو خدا تعالیٰ کے کہنے پر منائی جائے۔ اسی میں خیر ہے۔ اسی میں برکت ہے اور جب ہمیں خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ خوش ہو جاؤ اور خوشی سے اچھلو تو ہمارا کام ہے کہ ہم خوش ہوں اور ہماری طبیعتوں میں بشارت پیدا ہو اور ہم خوشی سے اچھلیں۔ جب ہمارا خدا ہمیں کہتا ہے کہ کھاؤ اور پیو تو ہمارے لئے یہ فرض ہے کہ ہم اس کے شکر گزار بندے بننے ہوئے کھائیں بھی اور پیئیں بھی اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی کھلائیں اور پلائیں۔“

(خطبات ناصر جلد 10 صفحہ 28)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”رمضان المبارک کے کئی اسباق ہیں ان میں سے دو بڑے گہرے سبق ہیں جو دراصل رمضان ہی کا نہیں بلکہ ہر مذہب کا خلاصہ ہیں ان میں سے ایک عبادتِ الہی ہے اور دوسرا بنی نوع انسان کے ساتھ سچی ہمدردی اور پیار اور خدمتِ خلق اور لوگوں کے ڈکھ ٹکھ میں شریک ہونا ہے۔ یہ دو گہرے سبق ہیں جو رمضان ہمارے لئے لے کر آتا ہے... جیسا کہ میں نے بتایا ہے عید کا دوسرا پہلو خدمتِ خلق ہے۔ غریب کے ڈکھ میں شریک ہونا اس کا ڈکھ بانٹنا اور اپنا ٹکھ اس کے ساتھ تقسیم کرنا یہ اور اس قسم کے دوسرے نیکی کے کام خدمتِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ رمضان سے پہلے میں نے احبابِ جماعت پر بڑی تفصیل سے واضح کیا تھا کہ رمضان میں ایک بڑا گہرا سبق پایا جاتا ہے اور روزہ کے اندر دوسری بہت سی حکمتوں کے علاوہ ایک بڑی گہری حکمت یہ ہے کہ امراء بھی غریبوں کے ڈکھوں کو سمجھنے کے اہل ہو سکیں۔ ان تلخیوں میں سے گزریں جن تلخیوں میں سے اکثر غرباء ہمیشہ گزرتے ہیں اور وہ ایک طرف تو خدا کا شکر کریں کہ یہ ایک مہینہ جو ہم نے گزارا ہے ہمارے بعض بھائی ایسے ہیں جن کے بارہ مہینے اسی طرح گزرتے ہیں اور پھر اس شکر کے ساتھ ان کے بارہ مہینے کے ڈکھ آسان کرنے کی کوشش کریں۔ یہ وہ دوسرا سبق ہے جو رمضان شریف نے ہمیں عطا کیا ہے۔

پس لازماً اس عید میں بھی خدمتِ خلق کا پھل لگنا چاہئے۔ یہ دوسرا میٹھا پھل ہے جو اس عید کو قدرتی طور پر عطا ہونا چاہئے۔ لیکن اگر آپ اس پھل کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں اور اپنی لذتیں دوسری جگہ ڈھونڈیں تو آپ یقیناً بور ہوں گے کیونکہ یہ بات اور یہ سوچ انسان کو اپنے مقصد سے ہٹانے والی ہے۔ اس نقطہ نگاہ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو وہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے جو بعض لوگوں کے لئے پیدا ہو جاتا ہے کہ مزاج خراب ہو رہے ہیں، مصیبت پڑی ہوئی ہے، بور ہو رہے ہیں، یوں گھروں میں اور اپنے رشتہ داروں میں جا جا کر جن کے گھروں میں ہمیشہ جاتے تھے..... میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو آپس میں بانٹتے ہیں ان میں اپنے غریب بھائیوں کو بھی شامل کریں۔ آپس میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ بانٹیں کیونکہ یہ حق ہے۔ ذی القربیٰ کا بھی حق ہے۔ دوستوں کا بھی حق ہے، یہ حقوق بھی ادا ہونے چاہئیں۔ لیکن ایک حق جو آپ مار کر بیٹھ گئے ہیں جب تک وہ حق ادا نہیں

کریں گے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نظارہ نہیں دیکھ سکیں گے اور وہ حق جس کے متعلق میں نے کہا ہے مار کر بیٹھ گئے ہیں اس حق سے مراد ہے۔ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ۔ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (المعارج: 26-27)

کہ جن کو ہم نے بڑی بڑی نعمتیں عطا کی ہیں اور دولتیں بخشی ہیں ان کے اموال میں غرباء کا حق ہے... اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی تو کچھ ایسے بھی واپس لوٹیں گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہوں گے اور وہ استغفار کر رہے ہوں گے اور اپنے رب سے معافیاں مانگ رہے ہوں گے کہ اے اللہ! ان لوگوں سے ناواقفیت رکھ کر اور ان کے حالات سے بے خبری میں رہ کر اور ان کے حالات سے بے خبری میں رہ کر ہم نے بڑے ناشکری کے دن کاٹے ہیں، ہم تیرے بڑے ہی ناشکر گزار بندے تھے، نہ ان نعمتوں کی قدر کر سکے جو تو نے ہمیں عطا کر رکھی تھیں نہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال جان سکے جو تو نے ہمیں عطا کر رکھی تھیں اور واپس آ کر وہ روئیں گے خدا کے حضور اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان آنسوؤں میں وہ اتنی لذت پائیں کہ دنیا کے تہقہبوں اور مسرتوں اور ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں میں وہ لذتیں نہیں ہوں گی۔ ان کو بے انتہاء ابدی لذتیں حاصل ہوں گی اور زائد نہ ہونے والے بے انتہاء سرور ان کو عطا ہوں گے۔

یہ ہے وہ عید جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عید ہے۔ یہ ہے وہ عید جو درحقیقت سچے مذہب کی عید ہے۔ پہلے بھی یہی عیدیں تھی جو خدا نے عطا کی تھیں۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے ان عیدوں کے مزاج بدل ڈالے۔ ان کے مضمون کو بھلا دیا۔ اپنی عید کے رنگ بگاڑ دیئے تو وہ عیدوں کے مقاصد سے دُور جا پڑے۔ ان کے لئے وہ عیدیں، عیدیں نہ رہیں جو خدا اپنے مومن بندوں کو عطا کرنا چاہتا ہے۔“

(خطبہ عید الفطر 12 جولائی 1983ء)

حضورؐ فرماتے ہیں:

”بہت سے ایسے ہیں جو پاکستان میں دکھ اٹھا رہے ہیں۔ ان کے بھائی امریکہ یا کینیڈا یا جرمنی وغیرہ میں یا انگلستان میں موجود ہوں۔ اگر ہزاروں کوس کے فاصلہ پر وہ ان کی ہمدردی نہیں کرتے اور ان بھوکوں کی خبر گیری نہیں کرتے تو گویا انہوں نے اسلام کے ایک بنیادی اصول کو نظر انداز کر دیا۔ پس اپنے بھائیوں

کو خواہ وہ ہزاروں کو س کے فاصلے پر ہوں ہمیشہ ہمدردی کی نظر سے دیکھو اور جو خدمت بھی خدا تمہیں توفیق دے ان کی کرتے رہا کرو۔“

(خطبات عیدین، خطبہ عید الفطر فرمودہ 8 جنوری 2000ء صفحہ 333)

فرمایا:

”اپنی عید کی خوشیوں میں اپنے غریب بہن بھائیوں کو بھی ضرور شامل کریں۔ میں ہمیشہ اس عید کے موقع پر یہ نصیحت کیا کرتا ہوں کہ اگر امراء اپنے بچوں کے علاوہ غریبوں کے گھر جا کر ان کو عیدی دیں تو ان کا دل بے انتہا شکر سے لبریز ہو کر ان کو دعائیں دے گا۔ وہ ایسی دعائیں ہیں جو ضرور مقبول ہوں گی۔ پس ان کے گھر امیر کا جانا ہی ان کے لئے ایک شرف ہوتا ہے۔ پس اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور ان کو عید کی مبارکباد دیں اور جتنی توفیق ہو ان کو بھی اپنی عیدی میں شامل کریں۔“

(خطبات عیدین، خطبہ عید الفطر 17 دسمبر 2001ء صفحہ 358-359)

سامعین! ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”یاد رکھنا چاہیے کہ عید اصل میں خوشی کا نام ہے اور خوشی اس وقت ہوتی ہے جب انسان کسی کام میں کامیابی حاصل کرے۔ اگر کامیابی نہیں تو کون عقل مند ہے جو خوش ہو گا بلکہ الٹا ناکامی پر روئے گا۔ پس عید کو بھی ہمیں اسی طرح دیکھنا ہو گا۔ جب کوئی عید مناتا ہے تو اصل میں وہ اپنی کامیابی کا دعویٰ کر رہا ہوتا ہے۔ جب یہ کامیابی کا دعویٰ ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا حقیقت میں کامیابی ہے اور کیا اس کامیابی کی وجہ سے اسے حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ عید منائے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ ایک دن ہم عید کا مقرر کر کے اس دن ہم اچھے کپڑے پہن لیں، کھانا پینا اچھا کر لیں، ظاہری طور پر رونق لگا لیں، شور شرابا کر لیں، دعوتیں کھالیں اور کھلا دیں۔ ان سب چیزوں میں ہم کچھ نہ کچھ خرچ کرتے ہیں۔ یہ سارے کام مفت نہیں ہوتے۔ تو جس عید پر ہم صرف خرچ کرتے ہیں اور وہ ہمیں کچھ دے کر نہیں جاتی تو پھر وہ عید نہیں ہو سکتی۔ یا کچھ حاصل بھی کیا تو وقتی خوشی۔ عید تو وہ ہے جو ہمیں کچھ دے کر جائے اور وہ باطنی عید ہے۔ اندرونی عید ہے۔ دلی عید ہے۔ وہ عید ہے جو ہماری روح کو سیراب کرے،

جو ہمیں کچھ دے۔ اور ایک مسلمان کے لیے سب سے بڑی دولت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے اور ہونا چاہیے اور یہی حقیقی عید ہے کیونکہ اس میں کامیابی نظر آرہی ہے۔“

(خطبہ عید الفطر فرمودہ 24/رمئی 2020ء)

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”آج عید کا دن ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلانے اور یاد کروانے والا ہونا چاہئے کہ جن نیکیوں کے مزے ہم نے ایک مہینے میں چکھے ان کو ہم نے جاری رکھنا ہے۔ ان باتوں جن کی طرف عموماً ہماری رمضان کے مہینے میں توجہ رہتی ہے، ان میں عبادتیں بھی ہیں اور صدقات اور مالی قربانیاں اور حقوق العباد کا خیال رکھنا بھی ہے یہ باتیں اب اجتماعی طور پر ایک خاص ماحول کے تحت کرنے کا عرصہ تو ختم ہو گیا لیکن ایک مومن کی حقیقی ذمہ داری اور مقام یہی ہے کہ نیکیوں کو نہ صرف جاری رکھے بلکہ ان میں بڑھے۔ پس کل سے اس سال کے فرض روزوں کے دن تو ختم ہو گئے جن میں ہم نے بہت سی فطری عبادتیں بھی کیں لیکن جن دوسری عبادتوں اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ ہوئی اسے ہمیں جاری رکھنا چاہئے۔ نوافل کی طرف توجہ ہوئی تو اسے جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نمازوں کی باقاعدگی کی طرف توجہ ہوئی تو اسے جاری رکھنا ہے۔ اپنے نفس پر کنٹرول کی ٹریننگ ہوئی تو اس پر قائم رہنے کی کوشش ہم نے کرنی ہے۔ ہمدردی، خلق کے جذبے کی طرف توجہ ہوئی تو اس پر اپنے آپ کو قائم رکھنا ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ نماز باقاعدگی سے پڑھیں لیکن اگر وہ اپنے نفس کو ٹٹولیں تو یہ ان کے نفس کا دھوکہ ہے، وہ کوشش کرتے ہی نہیں۔ نماز کی ادائیگی کی ذمہ داری کو سمجھتے ہی نہیں۔ اگر سمجھتے ہوں تو کبھی کوشش ناکام ہو ہی نہیں سکتی۔ آخر رمضان کے مہینے میں عموماً بہتر صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان دنوں میں حقیقی کوشش ہوتی ہے... اور یہی عید کا حقیقی مقصد ہے۔ اگر یہ نہیں تو آج خاص طور پر تیار ہونا، اچھے کھانے کھانا اور دوستوں کو ملنا اور دوسرے پروگرام بنانا یہ تو بے مقصد ہے۔ اصل روح تو آج کی خوشیوں کے پیچھے یہ ہے کہ ایک مہینہ خاص طور پر اپنی تربیت کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض جائز کاموں سے رکے اور خوشی سے اور قربانی کرتے ہوئے رکے۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں سے

ہی اس کی خوشی منارہے ہیں کہ یہ ہم نے مہینہ گزارا لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی عہد کرتے ہیں کہ اس مہینے کی تربیت کی وجہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف ہم آئندہ بھی توجہ دیتے رہیں گے۔“

(خطبہ عید الفطر فرمودہ 16 جون 2018ء)

فرمایا:

”اپنی خوشی کے موقع پر نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حصہ لیں اور حقیقت میں اس سے جو خوشی آپ کو اس کی عادت پڑ جانے کے بعد ہوگی وہ ان عارضی خوشیوں سے کہیں زیادہ ہوگی۔ اسی طرح اپنے بچوں میں بھی یہ عادت ڈالیں کہ جو ان کے بڑے انہیں عید کے روز عیدی دیتے ہیں اس میں سے کچھ نہ کچھ دنیا کے غریب بچوں کے لئے بھی دیں۔ یہ ابھی سے بچوں کو عادت ڈالیں گے تو یہ عادت مستقبل میں ان کو جہاں خدمت خلق اور خرچ کرنے والا بنائے گی، لوگوں سے ہمدردی کرنے والا بنائے گی وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کا حامل بناتے ہوئے ان کی زندگی کی مشکلات میں ان مشکلات سے بچانے والا بھی بنائے گی۔ نیکیوں پر قائم رہنے والے ہوں گے۔ پس یہ جاگ اگلی نسلوں میں بھی لگتی چلی جانی چاہئے اور یہی عید کی حقیقی خوشیاں ہیں۔“

(خطبہ عید الفطر فرمودہ 16 جون 2018ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عید کو اس کے اصل مقصد کو حاصل کرتے ہوئے منانے کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)

